زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹر ایڈیشن

فتاوی رحیمیہ

افادات

حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

دارالاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

فتاویٰ رحیمیہ

زیر ہدایت حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

مفتی صالح محمد صاحب رفیق دارالافتاء جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کی
ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے ساتھ

کمپیوٹر ایڈیشن

فتاویٰ رحیمیہ

جلد پنجم

کتاب الصلوٰۃ

افادات

حضرۃ مولانا حافظ قاری مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ
خطیب بڑی جامع مسجد راندیر ضلع سورت

دارالاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

فتاوی رحیمیہ کے جملہ حقوق پاکستان میں بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں
نیز ترتیب، تعلیق، تبویب اور تخریج جدید کے بھی جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں
کاپی رائٹ رجسٹریشن

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
طباعت : مارچ ۲۰۰۹ء علمی گرافکس
ضخامت : 238 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور
بیت العلوم 20 نابھہ روڈ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد
کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی
بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد
مکتبۃ المعارف محلہ جنگی۔ پشاور

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.
54-68 Little Ilford Lane
Manor Park, London E12 5Qa
Tel : 020 8911 9797

امریکہ میں ملنے کے پتے

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6665 BINTLIFF, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

فہرست عنوانات فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم

صفۃ الصلوٰۃ

سجدہ اور قعدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کس طرح رکھے	۱۹
کم سن بچہ بالغوں کی صف میں کب کھڑا رہے اور کب کھڑا نہ رہے	۱۹
آنکھ میں موتیا ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟	۱۹
پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے	۲۰
صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟	۲۰
مریض آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا	۲۰
تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ میں جانے کی تکبیر کب کہی جائے	۲۱
تکبیر تحریمہ یا رفع یدین اور تکبیرات انتقالات کا صحیح طریقہ	۲۲
نمازوں میں رکوع وسجود کی تسبیحات زور سے پڑھے یا آہستہ	۲۴
تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑے	۲۴
بعد نماز گوشہ مصلی کو لپیٹنا چہ حکم دارد؟	۲۵
قبلہ کی جانب پاؤں کر کے سونا	۲۵
انتظار صلوٰۃ کی فضیلت	۲۵
شروع کی ہوئی نماز تکبیر ہونے پر توڑے یا نہیں؟	۲۶
نماز کے سلام میں وبرکاتہ کا اضافہ	۲۶
بیٹھ کر نماز پڑھی جائے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے؟	۲۷
قومہ وجلسہ میں دعاؤں کا حکم	۲۷
مقتدی کے بیٹھنے کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو وہ التحیات پڑھے یا نہ پڑھے	۲۸
سورہ فاتحہ کے شروع میں اور سورہ فاتحہ وسورت کے درمیان تعوذ وتسمیہ پڑھے یا نہ پڑھے	۲۸
زبان سے غلط نیت نکل گئی تو کیا حکم ہے	۲۹
نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ غلط نیت کی ہے تو کیا نماز میں نیت درست کرسکتا ہے	۲۹
ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا	۲۹
سجدہ میں صرف پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا انگلیاں نہ رکھیں تو سجدہ معتبر ہوگا یا نہیں	۳۰
حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہی پھر بلا توقف رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے	۳۰
ناقص العقل شخص کون سی صف میں کھڑا ہو	۳۰

مضمون	صفحہ
صف اول کس کو کہتے ہیں	۳۱
ایک یا ایک سے زائد مقتدی ہوں اور ان میں عورت بھی ہو تو ان کی صف بنانے کی کیا صورت ہوگی	۳۱
قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے یا نہ باندھے جائیں	۳۲
مرد اور عورت کے رکوع میں فرق	۳۳
تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی زانو پر رکھ دے یا کھڑی رکھے	۳۳
تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حدیث سے ثبوت	۳۴
نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت	۳۵
غیر مقلدین کا دعویٰ کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ سورہ فاتحہ نہیں پڑھتے:	۳۶
قرأت خلف الامام کے متعلق تشفی بخش جواب	۳۷
احادیث مبارکہ	۴۰
آثار صحابہؓ وتابعین	۴۵
حضرت علیؓ کا اثر، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا اثر	۴۶
حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا اثر، ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر	۴۷
حضرت زید بن ثابتؓ کا اثر، حضرت جابر بن عبداللہؓ کا اثر	۴۸
حضرت علقمہ بن قیسؒ کا اثر، محمد بن سیرینؒ کا اثر، سوید بن غفلہؒ کا اثر، ابراہیم نخعیؒ کا اثر	۴۹
خلفائے راشدین، فاروق اعظم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۵۷
لطائف ومعارف	۵۷
حدیث عبادہ کا جواب	۶۰
خلاصہ کلام	۶۲
رفع یدین اور آمین بالجہر	۶۲
رفع یدین سے متعلق امام اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مناظرہ	۶۶
رفع یدین نہ کرنے کے متعلق غیر مقلدین کے پیشوا مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بیان	۶۷
آمین بالجہر:	۶۸
شیخ الاسلام حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی تحقیق	۷۰
آہستہ آمین کہنے کی ایک اور دلیل:	۷۱
شعبہ کی روایت کی وجوہ ترجیح:	۷۲
سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ	۷۲
سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ	۷۳

مضمون	صفحہ
مرد اور عورت کی نماز میں کہاں کہاں فرق ہے؟	۷۳
قعدہ میں سیدھا پاؤں کھڑا نہ رکھ سکے یا بلا عذر اس کی عادت بنالے تو کیا حکم ہے	۷۶
نماز کا سلام پھیرنے میں ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' کہنا کیسا ہے؟	۷۶
مقتدی تشہد پورا کرے یا امام کی اتباع کرے	۷۷
اللہ اکبر میں لفظ اللہ یا اکبر کے ہمزہ یا باء پر مد کرے تو کیا حکم ہے؟	۷۷
باب القرأة وزلة القاری	
امام قرأت کتنے زور سے پڑھے	۷۹
تنوین کے بعد ''الف لام'' آنے سے قرأت میں پیدا ہونے والی صورتیں	۷۹
فجر میں قرأت کی مقدار	۸۲
منفرد کی اقتداء کی جائے تو وہ جہراً قرأت کرے یا سراً	۸۲
سورہ فاتحہ اور سورہ کے بیچ میں بسم اللہ	۸۲
ایک ہی سورۃ کی قرأت دو رکعت میں	۸۳
قرأت میں الینا کی جگہ علینا پڑھے	۸۳
سورۃ کے آخری حروف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ پڑھے تو کیا حکم ہے؟	۸۳
تعوذ اور سورۃ میں وصل کہاں کرے اور فصل کہاں	۸۴
ایاک نستعین میں الف حذف کرے تو کیا حکم ہے	۸۴
قرأت میں پیش کی جگہ زبر پڑھے تو کیا حکم ہے	۸۴
ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ	۸۵
صلوۃ کسوف میں قرأت آہستہ ہونی چاہئے یا زور سے؟	۸۵
نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا	۸۵
قرأت میں ایک سورت کا فاصلہ	۸۶
قرأت میں ''الینا'' کی جگہ ''علینا'' پڑھے تو نماز ہوئی یا نہیں	۸۶
امام کو بلا ضرورت لقمہ دینا	۸۶
نماز میں اواخر سورۃ بقرہ اور قل ھو اللہ کی قرأت	۸۷
نماز میں وانحر کی جگہ وانھر پڑھنا	۸۸
امام قرأت شروع کر چکا ہو تو مقتدی ثناء نہ پڑھے	۸۸
صحت وقف کی ایک شرط تابید بھی ہے	۸۸
فرض قرأت کی ادنی مقدار کتنی ہے	۸۹

مضمون	صفحہ
فاذا ھم بالساھرۃ کی جگہ بالساحرۃ پڑھ دیا	۹۰
قاف کو کاف سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہوگئی	۹۱
دھاقا کی جگہ دحاقا پڑھ دے تو کیا حکم ہے	۹۱
غلط پڑھنے کے بعد صحیح کرے تو کیا حکم ہے	۹۱
قرأت میں چند آیات چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے	۹۱
سورۃ غاشیہ میں ''الامن تولی وکفر پر وقف کرے یا وصل	۹۲
احد عشر کی جگہ عشر پڑھا	۹۲
قرأت تعلمون کی جگہ تعملون پڑھنا	۹۲
قرأت میں فحش غلطی کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے	۹۲
سورۃ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ واجب ہے اور اس واجب قرأت کی ادنی مقدار کتنی ہے	۹۳
امام کی قرأت میں کوئی حرف سنائی نہ دے تو کیا نماز میں نقص پیدا ہوگا	۹۳
فرض نماز میں ایک سانس میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی عادت بنالینا	۹۴
نماز میں قرأت کی مقدار مسنون	۹۵
جہری نماز میں امام کا کس قدر زور سے پڑھنا ضروری ہے	۱۰۰
سری قرأت کا درجہ	۱۰۰
درجہ ادنی قرأت سریہ	۱۰۱
افضل یہ ہے کہ امام سورۃ فاتحہ ترتیلا پڑھے	۱۰۲
مد منفصل کا کیا حکم ہے؟ اس میں قصر جائز ہے یا نہیں؟	۱۰۲
فرض نماز میں امام کو لقمہ دینے کی توقیت	۱۰۳
نماز میں قرأت کی غلطی درست کرلی	۱۰۳
ایک امام صاحب کی تکبیر تحریمہ اور دیگر تکبیرات میں ھا کی آواز نکلنا	۱۰۴
ایک امام کے حالات اوران کی امامت کا حکم	۱۰۴
قرأت میں رکاوٹ پیش آنے پر امام رکوع کب کرے؟ بقدر واجب یا بقدر مستحب قرأت کے بعد	۱۰۶
اللہ اکبر کی ہاء کو کھینچ کر پڑھنے والے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے	۱۰۷
امام نے '' ضرب اللہ مثلا للذین آمنوا امرأۃ نوح و امرأۃ لوط'' پڑھا تو نماز لوٹانی پڑے گی	۱۰۷

مضمون	صفحہ
مفسدات صلوٰۃ	
امام نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی تو کیا حکم ہے	۱۰۷
نماز میں آستین چڑھانا	۱۰۸
چار رکعت والی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا اور بات کر لی	۱۰۸
لفظ اللہ اکبر میں باء اور راء کے درمیان الف کا اضافہ کرنا	۱۰۹
مقتدی کا ارکان میں امام سے آگے بڑھنا	۱۰۹
نماز میں امام کے بقدر واجب پڑھ لینے کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو کیا حکم ہے	۱۱۰
امام نے سہوا سورۃ فاتحہ یا سورت چھوڑ دی اور رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھی	۱۱۰
دعاء قنوت بھول جانا اور رکوع کے بعد پڑھنا	۱۱۱
قعدہ اولی سہوا چھوٹ گیا پھر کھڑا ہو جانے کے بعد لوٹا	۱۱۱
سلام پھیرنے میں بھول سے دیر ہو جائے	۱۱۲
نماز پڑھنے میں اندھا آجائے تو اس کو روکے یا نہیں۔ کیا حکم ہے؟	۱۱۲
بحالت صلوۃ گلے میں شیرینی (مٹھاس) ہو تو نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں	۱۱۲
لڑکوں کی صف کے آگے سے گزرنا جائز ہے	۱۱۲
مسبوق نے ایک رکعت پاکر امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا تو؟	۱۱۳
تعداد رکعت میں شک ہو جائے	۱۱۴
قعدہ اخیرہ میں امام فوت ہو گیا تو کیا حکم ہے؟	۱۱۴
نماز شروع ہونے کے بعد کسی کے توجہ دلانے پر امام کا تکبیر کہنا	۱۱۴
نماز ظہر میں چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کرے اور پانچ رکعت پڑھ لے	۱۱۵
جمائی لیتے ہوئے آواز نکلی اور ایک دو حرف ہو جائے تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی؟	۱۱۵
تدارک زلہ کی صورت میں صحت صلوٰۃ و عدم فساد کا حکم	۱۱۵
پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی یا نہیں	۱۱۷
بلا تحری نماز پڑھنے کے بعد قبلہ پر مطلع ہونا	۱۱۸
کھانے کے بعد بلا کلی کے نماز	۱۱۸
حالت نماز میں بچہ نے ماں کا دودھ پی لیا	۱۱۸
خوش الحانی سے نماز میں گریہ طاری ہونا	۱۱۹

مضمون	صفحہ
عشاء کی نماز میں آخری قعدہ نہیں کیا اور چھ رکعت نماز پڑھادی تو فرض نماز ادا ہوئی یا نہیں	۱۱۹
حالت نماز میں امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر گئی اس کا حکم	۱۱۹
نماز کی حالت میں وساوس آئیں انکا علاج	۱۲۰
مکروہات صلوٰۃ	
نماز کیلئے جگانا	۱۲۰
تہجد پڑھنے والے کی لوگ اقتداء کرلیں تو کراہت کے ذمہ دار کون ہے؟	۱۲۱
ایک مقتدی کو بائیں طرف یا پیچھے کھڑا رکھے تو کیا حکم ہے	۱۲۲
زبردستی صف اول میں جگہ پکڑنا	۱۲۲
مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟	۱۲۲
نمازیوں کی صف اول کے آگے بڑھانے پر اشکال اور اس کا جواب	۱۲۳
نماز میں عمامہ باندھنا	۱۲۴
نماز میں داڑھی اور کپڑوں سے کھیلنا	۱۲۴
تہبند (لنگی) پہن کر خطبہ دینا و نماز پڑھانا	۱۲۵
قبرستان کی مسجد میں جماعت کرنا	۱۲۵
غصب کردہ زمین میں نماز کا حکم	۱۲۵
نماز میں وسوسہ دور کرنے کیلئے بار بار اعوذ باللہ پڑھنا	۱۲۵
سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونا	۱۲۶
نماز میں سر سے ٹوپی گر جائے تو کیا کرے	۱۲۶
نماز میں بلند آواز سے یا اللہ کہنا کیسا ہے	۱۲۶
سجدہ سے قعدہ میں بیٹھتے وقت زمین پر سے سیدھا پیر اٹھ جائے تو کیا حکم ہے	۱۲۷
ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ڈھیلا کر کے کھڑا رہنا	۱۲۷
سجدہ میں جاتے ہوئے پائجامے کو اوپر کھینچنا اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد دامن کو نیچے کرنا	۱۲۷
اذان ہو جانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا	۱۲۸
عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنا	۱۲۸
امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہ سکتا ہے	۱۲۹
اکیلا امام اونچے مقام پر کھڑا ہو	۱۳۰

مضمون	صفحہ
متفرق مسائل	۱۳۱
سر پر رومال لپیٹ کر نماز پڑھنا کیسا ہے	۱۳۲
تکبیر تحریمہ یا رکوع میں شریک ہونے کیلئے دوڑنے کا حکم	۱۳۳
رکعت اور رکوع حاصل کرنے کیلئے دوڑنا	۱۳۳
حنفی امام شافعی مقتدی کے آمین ختم ہونے تک رکا رہے	۱۳۳
رکعت فوت ہوجانے کے خوف سے صف سے دور رہ کر تکبیر تحریمہ کہہ ڈالے	۱۳۴
نماز کیلئے عورتوں کا مسجد میں آنا	۱۳۴
کھلی کہنی نماز پڑھنا	۱۳۵
نماز میں کھنکھارنا	۱۳۵
نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے	۱۳۵
بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگ جائے	۱۳۶
صف اول میں جگہ ہونے کے باوجود صف ثانی میں کھڑا رہنا	۱۳۶
سنتیں ادا کرنے کے بعد دنیاوی باتیں	۱۳۶
نماز میں کھنکھارے تو کیا حکم ہے	۱۳۶
نمازی کے آگے سے گزرنے والے کیلئے کیا وعیدیں ہیں؟	۱۳۷
نماز عشاء اور تراویح مسجد کی چھت پر ادا کی جائے تو صحیح ہے یا نہیں	۱۳۷
نماز میں اواخر سورۃ بقرہ اور قل ھواللہ کی قرأت	۱۳۸
دوسرا سلام امام کے سلام سے پہلے پھیر دیا ہے	۱۳۸
آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنا	۱۳۹
قومہ اور جلسہ اطمینان سے کریں	۱۳۹
پہلی صف کا امام کے برابر کھڑا ہونا	۱۴۱
کھلے سر نماز پڑھنا	۱۴۲
سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنے پر نماز کا اعادہ اور دوسری جماعت میں نئے مقتدیوں کا شامل ہونا	۱۴۲
امام صاحب کا عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیکنا	۱۴۳
نماز میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے	۱۴۳
نماز میں آستین اتار سکتا ہے یا نہیں	۱۴۴
مردوں کا ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا اور اس حالت میں نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے	

مضمون	صفحہ
بحالت نماز لکھی ہوئی چیز پڑھ لے تو کیا حکم ہے	۱۴۵
نماز میں اپنے بدن اور کپڑوں سے کھیلنا	۱۴۹
فرض نماز کے بعد امام سنت اور نوافل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے	۱۴۹
کھلے سر نماز پڑھنا	۱۵۰
محراب میں امام کا قیام کب مکروہ ہے	۱۵۱
نماز میں امام کی مکروہ حرکتیں	۱۵۱
مسبوق لاحق مدرک	
حرم شریف میں بوقت ازدحام مسبوق کیلئے کیا حکم ہے	۱۵۲
مغرب کی ایک رکعت ملے تو بقیہ رکعات کس طرح ادا کرے	۱۵۲
مسبوق کے تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا	۱۵۳
کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے	۱۵۳
امام جب قعدہ اخیرہ میں بیٹھے تو مسبوق امام کے ساتھ درود دعا پڑھے یا نہیں	۱۵۳
رکوع میں جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہے تو کیا حکم ہے	۱۵۳
چار رکعت والی فرض نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملے تو چھوٹی ہوئی رکعتیں کس طرح ادا کرے	۱۵۴
مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو بعد میں کس طرح ادا کرے؟	۱۵۴
فتاویٰ رحیمیہ کے ایک فتویٰ پر اشکال اور اس کا جواب	۱۵۵
ایک مسبوق کو دیکھ کر دوسرا مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں یاد کرے تو اس کا کیا حکم ہے۔؟	۱۵۶
فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص: ۱۵۳ کے فتویٰ کی تائید میں مزید دو فتوے	۱۵۶
حکم اقتدا مسبوق بوقت سلام امام	۱۵۶
مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر لیا	۱۵۷
مسبوق کیلئے ثنا تعوذ اور تسمیہ کہنا	۱۵۷
صلوٰۃ المریض	
بیمار آدمی فرض نماز بیٹھ کر کب پڑھ سکتا ہے	۱۵۸
بیمار شخص نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا الگ نماز پڑھے کس صورت میں قیام کر سکتا ہے	۱۵۸
مریض کیلئے تکیہ اونچا کیا گیا اور اس نے اس پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے	۱۵۹

صفحہ	مضمون
۱۵۹	مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست
۱۶۰	سجدہ کرنے میں قطرہ آتا ہے تو نماز کس طرح پڑھے
۱۶۲	آنکھ کے آپریشن کے بعد نماز پڑھنے کا طریقہ
۱۶۲	مؤذن کا معذوری کی وجہ سے اپنے لئے مصلی بچھانے پر اصرار کرنا
۱۶۴	رکوع وسجدہ کرنے سے ریح خارج ہو جاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے
۱۶۵	بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا بوقت رکوع زیادہ جھکنا
	باب مایتعلق بالسفر والمسافر
۱۶۶	امام اور مقتدی مسافر یا مقیم
۱۶۶	سفر میں سنت مؤکدہ کا حکم
۱۶۶	نماز قصر کیلئے کتنی مسافرت شرط ہے
۱۶۷	نیت اقامت کی صحت کیلئے ایک ہی جگہ کی تعیین شرط ہے
۱۶۸	چھوٹا بڑا راستہ
۱۶۸	قصر کے احکام کب جاری ہونگے
۱۶۸	نصف مسافت سے واپس ہو جائے
۱۶۸	قصر کب کرے کب نہ کرے
۱۶۹	اصلی وطن پہنچنے سے اتمام کا کیا حکم ہے
۱۶۹	وطن اقامت سے وطن اصلی میں آئے تو اثناء راہ قصر ہے یا اتمام
۱۶۹	وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق
۱۷۰	مسافر نے ظہر کی چار رکعت پڑھی
۱۷۰	مسافر نماز پوری پڑھے تو اعادہ ہے
۱۷۱	وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے
۱۷۱	وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا
۱۷۲	وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے
۱۷۳	وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہو جائے گا
۱۷۳	مقیم مسافر امام کی اقتداء کرے تو قرأت کا کیا حکم ہے
۱۷۳	حالت سفر میں سنتوں کا حکم

مضمون	صفحہ
مسافر شرعی سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کرلیا	۱۷۴
وطن اقامت صرف نیت سفر سے باطل نہیں ہوتا	۱۷۵
دوسرا اقامت مسافت شرعی پر نہ ہوتو پہلا وطن اقامت باطل ہوگا یا نہیں	۱۷۵
قیدی نماز کب قصر کرے	۱۷۵
وطن اصلی متعدد ہوسکتا ہے یا نہیں	۱۷۶
وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہو جاتا ہے	۱۷۷
محض کسی جگہ شادی کرنے سے وطن اصلی بن جاتی ہے	۱۷۷
مسافر نے غلطی سے چار رکعت پڑھا دیئے	۱۷۸
سوال میں درج شدہ مختلف صورتوں کا حکم	۱۷۸
روزانہ ملازمت کے سلسلے میں جائے تو مسافر ہوگا	۱۷۹
ٹرک ڈرائیور کب مسافر بنے گا	۱۷۹
مسافر مقیم کے پیچھے قضاء نماز میں اقتداء کیوں نہیں کرسکتا	۱۷۹
مسافر نے مقیم کے پیچھے نماز ادا کی پھر معلوم ہوا کہ نماز فاسد ہوگئی تھی تو اب کیا کرے	۱۸۰
آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے بنے گا	۱۸۰
شرعی مسافر کب ہوگا	۱۸۱
ڈرائیور کنڈیکٹر اتمام کرے یا قصر	۱۸۱
مقیم کی اقتداء میں مسافر کا قصر کرنا	۱۸۲
مقیم مقتدی امام مسافر کے سلام کے بعد بقیہ رکعات میں قرأت کرے یا نہ کرے	۱۸۲
حنبلی مسافر امام قصر نہیں کرتا تو حنفی مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں	۱۸۲
سجدہ السہو	
سورۃ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو کیا حکم ہے	۱۸
فرض نماز کی چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ	۱۸۳
جمعہ کی چار رکعات سنت کی قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا کیسا ہے	۱۸۳
سنت مؤکدہ اور نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں درود پڑھ سکتا ہے	۱۸۴
بجائے فاتحہ التحیات	۱۸۴
صلوٰۃ التسبیح میں تسبیح کم وبیش ہوجائے	۱۸۴

مضمون	صفحہ
اگر امام قرأت میں غلطی کرے تو سجدہ سہو کرے یا نہیں	۱۸۴
سجدہ سہو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد	۱۸۵
اگر سلام پھیرنے میں سہو ہو جائے	۱۸۵
چار رکعت والی فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائے تو کیا حکم ہے	۱۸۵
سجدہ سہو میں بجائے دو سجدہ کے ایک سجدہ کرے تو کیا حکم ہے	۱۸۶
جہری نماز میں سراً اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں	۱۸۶
نماز میں سورۃ فاتحہ بتمامہا واجب ہے یا نہیں	۱۸۷
سورۃ فاتحہ سے پہلے سورۃ پڑھنا شروع کردے	۱۸۸
سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ سہو کیا	۱۸۸
امام سورۃ فاتحہ کے بعد سوچتا رہے	۱۸۸
سلام پھیرنے میں تاخیر ہو تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں	۱۸۹
سورۃ فاتحہ اور چند آیات پڑھنے کے بعد پھر سورۃ فاتحہ پڑھے	۱۸۹
تشہد کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے	۱۹۰
سورۃ فاتحہ مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ پڑھے تو کیا حکم ہے	۱۹۰
سجدہ سہو کے وجوب میں تمام نمازیں برابر ہے یا نہیں	۱۹۱
سجدہ سہو میں مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے	۱۹۱
مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو رکوع چھوٹ گیا یا صرف ایک سجدہ کیا تو کیا حکم ہے	۱۹۲
قرأت میں تکرار کرے تو سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں	۱۹۳
امام قعدہ اولیٰ یا قعدہ اخیرہ چھوڑ کر کھڑا ہونے لگا اور مقتدی کے لقمے سے بیٹھ گیا تو؟	۱۹۳
غلطی سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا؟	۱۹۴
عیدین اور جمعہ کی نماز میں سجدہ سہو کس وقت ساقط ہوتا ہے؟	۱۹۴
سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھنا ضروری ہے یا نہیں	۱۹۴
مغرب یا عشاء کے آخری رکعتوں میں امام نے سورۂ فاتحہ جہراً پڑھ لی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں	۱۹۵
کیا مسبوق تراویح میں سجدہ سہو کرے گا؟	۱۹۵
مقتدی کے سہو سے سجدہ سہو	۱۹۶
سجدہ سہو بھول سے ایک ہی کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں	۱۹۶
امام وتر کی تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو کر خاموش رہا تو کیا حکم ہے	۱۹۷

مضمون	صفحہ
فرض کی آخری رکعتوں میں قرأت بالجہر	۱۹۷
سجدۂ تلاوت	
آیت سجدہ کو مکرر پڑھنا	۱۹۸
آیت سجدہ سن کر بجائے سجدہ کے رکوع میں چلا جائے	۱۹۸
نماز میں سجدہ تلاوت کے بعد دوبارہ آیت سجدہ پڑھ لے تو؟	۱۹۸
چند حفاظ باہم آیت سجدہ کی تلاوت وسماعت کرے تو کتنے سجدے کرے؟	۱۹۸
تراویح میں سجدہ تلاوت کا اعلان کرے یا نہیں	۱۹۹
مقتدی کے لقمہ دینے سے امام آیت سجدہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت ایک ہے یا دو	۱۹۹
سورۂ صٓ میں سجدہ تلاوت کی آیت کونسی ہے؟	۲۰۰
سجدہ کی ایک آیت دو رکعتوں میں پڑھی تو کتنے سجدے واجب ہونگے	۲۰۰
نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتیں پڑھ کر سجدہ کرنا	۲۰۰
رکوع اور سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرے تو کیسا ہے؟	۲۰۱
سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد کھڑے ہو کر ایک دو آیتیں پڑھ کر رکوع کرنا بہتر ہے	۲۰۲
سجدۂ تلاوت کے ایک آیت کی تکرار کی مختلف سورتیں اور ان کا حکم	۲۰۲
سورۂ صٓ میں اناب پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے	۲۰۳
دو رکعت پوری کر کے دوسری نماز میں وہی سجدہ تلاوت کی آیت پڑھی جو پہلے دو رکعت میں پڑھی سجدہ واجب ہوگا یا نہیں	۲۰۴
سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھے تو سجدہ تلاوت واجب ہوگا؟	۲۰۴
سجدۂ تلاوت کے بجائے فدیہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں	۲۰۴
آیت سجدہ سے قبل سجدہ	۲۰۵
آیت سجدہ پڑھے بغیر نماز میں سجدہ تلاوت کر دیا	۲۰۵
آیت سجدہ پڑھ کر بھی نماز میں سجدہ تلاوت نہیں کیا	۲۰۵
ایک ہی مجلس میں استاد کی مختلف طلباء سے ایک آیت سجدہ سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا	۲۰۶
باب قضاء الفوائت	
کیا آنحضرت ﷺ کی نماز کبھی قضاء ہوئی تھی	۲۰۷
قضا نماز باقی ہو اور جماعت کھڑی ہو تو کیا کرے	۲۰۷
جماعت میں شریک ہونے کے بعد قضا یاد آئے	۲۰۸

صفحہ	مضمون
۲۰۸	سوال میں مذکورہ صورت میں مریض پر نمازوں کی قضاء لازم ہے یا نہیں
۲۰۸	زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے
۲۱۰	بلا عذر نماز قضاء کرنا
۲۱۱	بیمار کی نماز کی قضاء اور فدیہ
	(باب السنن والنوافل)
۲۱۳	ظہر کی جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے سنت کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں کتنی رکعت ادا کرے
۲۱۳	ظہر کی سنتیں شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے
۲۱۴	صلوٰۃ تسبیح کا طریقہ اس کی فضیلت اور اس کے متعلق مسائل
۲۱۴	شبینہ یعنی ایک رات میں قرآن ختم کرنا
۲۱۶	تسبیح میں کمی ہو گئی تو سجدہ سہو سے تلافی ہو گی یا نہیں
۲۱۶	تحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے
۲۱۷	تحیۃ الوضوء پڑھنے سے قبل بیٹھنا کیسا ہے
۲۱۷	تہجد با جماعت کا حکم
۲۱۹	تہجد کی دو رکعت ادا کرنے میں اذان ہو جائے
۲۱۹	نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد میں
۲۱۹	عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ
۲۲۰	نماز تہجد کا صحیح وقت
۲۲۰	فرض نماز ذمہ باقی رکھ کر نوافل میں مشغول ہونا
۲۲۲	نماز اشراق کیلئے تعیین مکان شرط ہے
۲۲۴	سنت پڑھے بغیر فرض شروع کرے تو کیا حکم ہے
۲۲۴	وتر کے بعد کی نفل کھڑے ہو کر پڑھے یا بیٹھ کر
۲۲۴	نماز عصر سے پہلے نفل نماز کا ثواب
۲۲۵	عصر اور عشاء سے قبل کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئے
۲۲۶	ظہر اور جمعہ سے قبل کی چار رکعت سنت ایک سلام سے یا دو سلام سے
۲۲۷	نوافل کی چار رکعت میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود دعا پڑھنے کی گنجائش

مضمون	صفحہ
تہجد کیلئے جس کی آنکھ نہ کھلتی اس کا عشاء کے بعد چار رکعت بنیت تہجد پڑھنا	۲۲۷
تہجد پڑھنے کے دوران کسی کے دیکھ لینے سے خوش ہونا کیا حکم رکھتا ہے	۲۲۸
صلوٰۃ الوتر	
امام نے وتر میں قنوت نہیں پڑھی رکوع میں چلے گئے مقتدیوں میں بعض نے کیا اور بعض نے نہیں کیا تو کیا حکم ہے	۲۳۰
غیر رمضان میں وتر باجماعت ادا کرنا کیسا ہے	۲۳۰
وتر کی نماز میں امام صاحب سہواً قعدہ اولیٰ چھوڑ کر کھڑے ہوگئے پھر لقمہ دینے سے قعدہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مفتی بہ قول ہے	۲۳۱
وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۃ اعلیٰ دوسری میں سورۃ کافرون تیسری رکعت میں سورۃ اخلاص مستحب ہے مگر مداومت نہ کرے	۲۳۱
تہجد گزار کیلئے بھی رمضان شریف میں وتر کا جماعت سے ادا کرنا افضل ہے	۲۳۲
وتر پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کے دو رکعت واجب الاعادہ ہے تو کیا حکم ہے	۲۳۳
وتر کے تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا وہ دوبارہ دعائے قنوت پڑھے یا نہیں	۲۳۴
رمضان میں جو عشاء پڑھائے کیا ضروری ہے کہ وہی وتر پڑھائے	۲۳۴
تہجد گزار وتر باجماعت پڑھے	۲۳۴
عشاء کی نماز فوت ہونے یا بلا وضوء پڑھنے کی وجہ سے دوبارہ پڑھی گئی تو وتر کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں	۲۳۴
نماز وتر میں مسنون قرأت	۲۳۵
وتر باجماعت	۲۳۵
وتر کی دعا یاد نہ ہو	۲۳۶
دعائے قنوت کے ساتھ درود پڑھنا	۲۳۶
مقتدی دعائے قنوت پوری کرے یا نہیں	۲۳۶
دعا قنوت چھوٹ گئی	۲۳۶
وتر میں دعاء قنوت پڑھنا بھول گیا۔	۲۳۷

باب صفة الصلوٰة

سجدہ اور قعدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کس طرح رکھے:

(سوال ۱) قعدۂ اولیٰ اور سجدہ میں ہاتھ کی انگلیاں کھلی رکھے یا بند۔

(الجواب) مردوں کے لئے رکوع میں دونوں ہاتھ کی انگلیاں کھول کر اوران کو چھیدی کر کے گھٹنے پکڑنا مسنون ہے۔ سجدہ میں اپنے دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر زمین پر اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے سر قبلہ کی طرف رہیں ان دونوں حالتوں کے علاوہ انگلیوں کو حسب عادت رکھے نہ کھولے نہ بند کرے ضاماً اصابع یدیہ (درمختار) ای ملصقا جنبات بعضها ببعض (قهها) ولا يندب الضم الا هنا ولا التفريج الا في الركوع كما في الزيلعي وغيره (شامی ج ۱ ص ۴۶۵ فصل (واذا اراد الشروع في الصلاة)) فقط واللہ اعلم۔

کم سن بچہ بالغوں کی صف میں کب کھڑا رہے اور کب کھڑا نہ رہے:

(سوال ۲) کم سن نابالغ لڑکا نماز پڑھتا ہے نماز عشاء میں اور لڑکے حاضر نہیں ہوتے تو یہ لڑکا بالغوں کی صف میں کھڑا رہ سکتا ہے کہ پیچھے تنہا کھڑا رہے؟

(الجواب) ایک سے زائد بچے ہوں تو ان کی علیحدہ صف بنائی جائے، بالغوں کی صف میں کھڑا رہنا مکروہ ہے۔ اگر ایک ہی لڑکا ہو تو پیچھے تنہا کھڑا نہ رہے مردوں کے ساتھ شامل ہو جائے بحرالرائق میں ہے ان الصبي الواحد لا يقوم منفرداً عن صف الرجال بل يدخل في صفهم . یعنی ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف چھوڑ کر تنہا کھڑا نہ رہے بلکہ مردوں کی صف میں جا ملے (ج ۱ ص ۳۵۳ باب الامامۃ) اور درمختار میں ہے فلو واحد ادخل في الصف. یعنی اگر ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف میں شامل کیا جائے (شامی ج ۱ ص ۵۳۴ باب الامامة مطلب في كلام على الصف الاول) صورت مسئولہ میں جب لڑکا ایک ہی ہے اور سمجھدار ہے تو اس کو بالغوں کی صف میں لے لیا جائے ۔فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آنکھ میں موتیا ہو تو نماز کا کیا حکم ہے؟

(سوال ۳) آنکھ میں موتیا ہے۔ آپریشن کرانا ضروری ہے ورنہ آنکھ چلی جائے گی۔ دریافت طلب یہ ہے کہ آپریشن کے وقت بعض دن اشارہ سے بھی نماز پڑھنے کی ڈاکٹر کی اجازت نہیں ہوتی۔ تو آپریشن کرائے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں معذوری ہے آپریشن کرائے، سر کے اشارہ سے نماز پڑھی جاتی ہو تو قضا کی اجازت نہیں اور اگر سر کے اشارے سے نماز پڑھنے میں نقصان ہوتا ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں نماز کی قضا کی اجازت ہے (۱)

فقط واللہ اعلم بالصواب.

(۱) وان تعذير القعود ولو حكماً أوما مستلقيا على ظهره درمختار على هامش شامي صلاة المريض ج ۲ ص ۹۹۰

پیشاب ٹپکتا ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے؟

(سوال ۴) ایک آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے تو پیشاب کے قطرے ٹپکتے ہیں۔ اور بیٹھنے میں یہ چیز نہیں ہے تو یہ آدمی کھڑے کھڑے نماز پڑھے یا بیٹھ کر؟

(الجواب) ایسا آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے (فتاویٰ سراجیہ ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۵) کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے نماز پڑھے تو قطرے ٹپکتے ہیں اور چت لیٹ کر سونے میں یہ عذر نہیں ہے تو نماز کس طرح پڑھے؟

(الجواب) اس صورت میں سوتے سوتے اشارہ سے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں۔ کھڑے کھڑے نماز پڑھے (نفع المفتی والسائل ص ۹۸) فقط۔

صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟:

(سوال ۶) صف میں جگہ نہ ہو تو پیچھے کہاں کھڑا ہو؟ درمیان میں یا کونے پر؟

(الجواب) صف میں جگہ نہ ہو تو امام رکوع کرے وہاں تک انتظار کرے اگر کوئی دوسرا شخص آ جائے تو اس کے ہمراہ امام کی سیدھ میں صف کے پیچھے کھڑا ہو جائے اگر کوئی نہ آئے تو اکیلا ہی وہاں کھڑا ہو جائے۔ ومتی استوی جانباہ یقوم عن یمین الامام ان امکنہ و ان وجد فی الصف فرجۃ سدھا والا انتظر حتی یجیئ آخر فیقفان خلفہ وان لم یجیئ حتی یرکع الامام یختار اعلم الناس بھذہ المسائل فیجذ بہ ویقفان خلفہ ولو لم یجد عالماً یقف خلف الصف بحذاء الامام للضرورۃ (شامی ج ۱ ص ۵۳۱) ومن اتی الجماعۃ یکرہ لہ القیام خلف الصف وحدہ متی وجد فی الصف فرجۃ وان لم یوجد فی الصف فرجۃ ینتظر الی الرکوع فان جاء واحداً یقوم احدھما فی جنب الآخر بحذاء الامام والا یجذب واحداً من الصف الی نفسہ فیقف فی جنبہ لکن الاولیٰ فی زماننا القیام وحدہ بحذاء الامام لغلبۃ الجھل علی الناس فلو جوا حدا یفسد الصلوۃ (مجالس الابرار م۵۴ ص ۳۲۰) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مریض آدمی کا بیٹھ کر نماز پڑھنا:

(سوال ۷) بیمار آدمی مسجد میں آکر باجماعت نماز پڑھتا ہے مگر بیٹھ کر پڑھتا ہے۔ اس کا کیا حکم ہے۔ آیا جائز ہے یا ناجائز؟

(الجواب) جو مریض قیام سے عاجز ہے یعنی اگر قیام کرے تو گر جانے یا مرض کے بڑھ جانے یا جلد اچھا نہ ہونے کا اندیشہ ہو یا بے حد تکلیف ہوتی ہو اس کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن اگر کھڑے رہنے کی استطاعت ہے تو بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اگر تھوڑی دیر کھڑا رہ سکتا ہو تو اتنی دیر کھڑا رہے یہاں تک کہ اگر کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنے کی طاقت ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑا ہو کر کہے پھر بیٹھ جائے بعض مریض کھڑے ہوتے ہیں پھر بھی بیٹھ کر تکبیر تحریمہ کہتے

ہیں، یہ جائز نہیں ہے "درمختار" میں ہے۔وان قدر علی بعض القیام ولو متکئا علی عصا او حائط قام لزوما بقدرما یقدرو لوقد رایة او تکبیرة علی المذهب لان البعض معتبر بالکل (درمختار) (قوله علی المذهب) فی شرح الحلوانی نقلا عن الهندوانی لو قدر علی بعض القیام دون تمامه او کان یقدر علی القیام لبعض القراة دون تمامها یومر بان یکبر قائما ویقرا ما قدر علیه ثم یقعد ان عجز هو المذهب الصحیح لا یروی خلافه عن اصحابنا ولو ترک هذا خفت ان لا تجوز صلوته (شامی ج ۱ ص ۱۰۷ باب صلاة المریض) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر تحریمہ اور رکوع اور سجدہ میں جانے کی تکبیر کب کہی جائے:

(سوال ۸) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ تکبیر تحریمہ کب کہے ہاتھ باندھنے سے پہلے یا ہاتھ باندھ کر (۱) اگر امام صاحب کان تک ہاتھ اٹھانے کے بعد جب ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ (۲) اگر امام صاحب کا ہاتھ ناف تک پہنچے اس وقت تکبیر کا ایک جزء کہے اور ہاتھ باندھنے کے بعد دوسرا جزء تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں (۳) غرض کہ تکبیر تحریمہ کب شروع کرے اور کب ختم کرے (۴) رکوع وسجود کی تکبیرات کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ (۵) اگر امام نماز میں تکبیرات خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) تکبیر تحریمہ یا تکبیر اولیٰ اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں (۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر تکبیر (اللہ اکبر) شروع کرے اور تکبیر ختم ہوتے ہی ہاتھ باندھ لے (۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے (۳) پہلے تکبیر شروع کر کے فوراً ہاتھ اٹھا کر ایک ساتھ ختم کر دے (بحرالرائق ج ۱ ص ۳۰۵ فصل واذا اراد الدخول فی الصلاۃ الخ۔ درمختار مع الشامی صفت صلاۃ ج ۱ ص ۴۶۵)

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت افضل ہے تیسری صورت بھی جائز ہے مگر معمول بہا نہیں ہے (ہدایہ ج ۱ ص ۸۴ باب صفۃ الصلاۃ) (شامی وغیرہ بحرالرائق)

اور جوہرہ میں ہے۔ اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب دونوں ہاتھ کان کے محاذات میں پہنچ کر قرار پکڑیں تب تکبیر شروع کرے۔ (جوہرہ ج ۱ ص ۴۹ باب صفۃ الصلاۃ)

صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر کو موخر کرنے کی عادت غلط اور مکروہ ہے یہ ثنا پڑھنے کا محل ہے نہ تکبیر کہنے کا، تکبیر ہاتھ باندھنے تک ختم ہوجانی چاہئے۔ ہاتھ باندھنے تک مؤخر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ اونچا سننے والا در بہرا مقتدی امام کی رفع یدین کو دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی بنا پر اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اگر تکبیر کا پہلا لفظ "اللہ" کہنے میں مقتدی سبقت کرے یا لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے مگر لفظ "اکبر" امام کے ختم کرنے سے پہلے ختم کر دے تب بھی اقتداء صحیح نہ ہوگی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۴۸ حوالہ بالا) لہٰذا امام کو یہ عادت ترک کرنی چاہئے۔ فقط اللہ اعلم بالصواب۔

(الجواب ۲) رکوع وسجود کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لئے جھکنے کے ساتھ تکبیر شروع کرے اور (رکوع میں پہنچتے ہی) ختم کرے اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر شروع کرنے اور (سجدہ میں پہنچتے ہی) ختم

کرے رکوع وسجود میں پہنچ کر تکبیر کہنا خلاف سنت اور مکروہ ہے اور دو طرح کی کراہت لازم آتی ہے۔ ایک کراہت ترک محل کی کیونکہ یہ تکبیریں تکبیرات انتقال کہلاتی ہیں رکوع اور سجدہ کی طرف منتقل ہونے یعنی رکوع کے لئے جھکنے اور سجدہ میں جانے کے وقت ان کو کہنا چاہئے تھا یہ ان کا محل تھا جس کو ترک کر دیا۔ دوسری کراہت، اداء بے محل کی۔ یعنی جس وقت تکبیر کہہ رہا ہے وہ **سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الا علیٰ** کہنے کا وقت تھا تکبیر کا وقت نہیں تھا اس وقت تکبیر بے محل ہے۔ منیۃ المصلی ص ۸۸، ص ۹۴ وکبیری میں ہے (۱) مختصر کہ امام کا یہ عمل خلاف سنت ہے۔ انہیں سنت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر تحریمہ، رفع یدین اور تکبیرات انتقالات کا صحیح طریقہ:

(سوال ۹) کیا فرماتے ہیں۔ علمائے کرام اس بارے میں کہ تکبیر تحریمہ جو فرض ہے اس کو ہاتھ باندھنے سے پہلے کہے یا ہاتھ باندھنے کے بعد۔

(۱) اگر کوئی امام کان تک ہاتھ اٹھا لینے کے بعد یا ناف تک ہاتھ لانے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر امام ناف تک ہاتھ لانے کے بعد تکبیر شروع کرے اور ہاتھ باندھنے کے بعد تکبیر پوری کرے۔ تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۳) نماز کے لئے تکبیر تحریمہ کا آغاز کب کرے اور تکبیر پوری کب کرے؟

(۴) رکوع اور سجدہ کی تکبیرات کا صحیح وقت کون سا ہے؟ اور صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۵) اگر امام ہر نماز میں تکبیرات خلاف سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

(الالجواب) تکبیر تحریمہ یعنی تکبیر اولی اور رفع یدین کے بارے میں تین قول ہیں۔

(۱) پہلے رفع یدین کرے یعنی دونوں ہاتھ کان تک اٹھا کر تکبیر شروع کرے اور تکبیر ختم ہونے پر دونوں ہاتھ باندھ لے۔

(۲) تکبیر اور رفع یدین دونوں ساتھ ساتھ شروع کرے اور دونوں ساتھ ساتھ ختم کرے۔

(۳) پہلے تکبیر شروع کرکے ہاتھ اٹھا کر ساتھ ساتھ ختم کرے۔ **وفیہ ثلثۃ اقوال۔**

القول الا ول: انہ یرفع مقارنا للتکبیر وھو المروی عن ابی یوسف قولا وعن الطحاوی فعلاً واختارہ شیخ الا سلام وقاضی خاں وصاحب الخلاصۃ والخفقد والبدائع والحیط حتی قال البقالی ھذا قول اصحابنا جمیعاً ویشھد لہ المروی عنہ صلی اللہ علیہ وعلم انہ کان یکبر عند کل خفض ورفع وما رواہ ابو داؤد انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرفع یدبہ مع التکبیر وفسر قاضی خاں المقارنۃ بان تکون بداء تہ عند بدأتہ وختمہ عند ختمہ.

---

(۱) وینبغی ان یکون ابتدآء التکبیر عند اول الخرو والفراغ منہ عند الاستوآء راکعاً وقال بعضھم یکبر قائما ثم یرکع... وھذا یستلزم تاخیر التکبیر الی ان یصل الی الرکوع ولیس بشی والقول الاول وھو المقارنۃ اصح الاقوال صفۃ الصلاۃ ص ۳۴۵)

القول الثانی: وقته قبل التکبیر و نسبه فی للجمع الی ابی حنیفة رحمه اللّٰہ ومحمد رحمه اللّٰہ وفی غایة البیان الیٰ عامة علمأ بنا وفی المبسوط الیٰ اکثر مشائخنا وصححه فی الهدایة ویشهد له ما فی الصحیحین عن ابن عمر قال کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه حتیٰ یکونا حذاء منکبیه ثم کبر.

القول الثالث: وقته بعد التکبیر فیکبر اولاً ثم یرفع یدیه ویشهد له ما فی صحیح المسلم انه کان اذا صلی کبر ثم رفع یدیه (بحر الرائق فصل اذا اراد الدخول فی الصلاة الخ. ۳۰۵ ج ۱ درمختار مع الشامی صفت صلاۃ ص ۴۶۵ ج ۱)

مذکورہ صورثلثہ میں پہلی دوسری صورت افضل ہے۔تیسری صورت بھی جائز ہے۔لیکن معمول بہا نہیں ہے۔والاصح انه یرفع یدیه او لاثم یکبر لان فعله نفی الکبریاء عن غیر اللّٰہ والنفی مقدم علی الایجاب). (هدایه ص ۶۸ صفة الصلاة ج ۱ شامی. بحر الرائق)

''جوہرۃ''میں ہے اصح یہ ہے کہ اولاً نمازی دونوں ہاتھ اٹھائے جب ہاتھ کان کے برابر پہنچ جائے تب تکبیر شروع کرے۔ والاصح انه یرفع اولا فاذا ستقر تافی موضع المحاذاۃ کبر (جوهره ص ۴۹ ج ۱ باب صفة الصلاۃ)

صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوگی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر میں تاخیر کرنا۔یعنی ہاتھ باندھ کر تکبیر کہنے کی عادت کرلینا غلط اور مکروہ ہے۔یہ وقت ہے ثناء پڑھنے کا۔نہ کہ تکبیر کہنے کا۔تکبیر ہاتھ باندھنے پر ختم کردی جائے۔ہاتھ باندھنے تک تاخیر کرنے میں دوسری خرابی یہ ہے کہ کم سننے والا اور بہرا مقتدی،امام کو ہاتھ اٹھاتے دیکھ کر تکبیر تحریمہ کہے گا،تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی وجہ سے اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی۔اگر لفظ اللہ کہنے میں مقتدی پہل کرے بلکہ لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے لیکن لفظ اکبر کو امام کے ختم کرنے سے پہلے مقتدی ختم کردے تب بھی اقتداء درست نہ ہوگی۔

فلو قال اللّٰہ مع الامام و کبر قبله (ای قبل فراغه) لم یصح (درمختار مع الشامی ص ۴۴۸ ج ۱ صفة الصلاة فصل اذا اراد الخ) لہٰذا امام کو چاہئے کہ یہ عادت ترک کردے۔

رکوع اور سجدے کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع میں جاتے وقت تکبیر بھی ساتھ ساتھ شروع کردے اور ساتھ ساتھ ختم کرے۔اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت بھی تکبیر ساتھ ساتھ شروع کرے اور ساتھ ہی ختم کرے۔رکوع وسجدہ میں پہنچنے کے بعد تکبیر کہنا سنت کے خلاف ہے اور اس میں دو ۲ کراہتیں بھی لازم آتی ہیں۔ایک کراہت تکبیر کے وقت کو ضائع کرنے کی اور دوسری کراہت بے وقت تکبیر کہنے کی۔کیونکہ یہ وقت رکوع وسجدے کی تسبیح پڑھنے کا ہے تکبیر کہنے کا نہیں۔

فلما فرغ من القراءة یخیر راکعا مکبرا وینبغی ان یکون ابتداء تکبیره عند اول الخرور والفراغ منه عند الاستواء وقال بعضهم اذا اتم القراءة ح حالة الخرور لابأس به بعد ان یکون مابقی من القراءة حرفاً او کلمة والاول اصح (منیة المصلی ص ۸۸ صفة الصلاۃ)

وفی موضع آخر وان یاتی بالا ذکار المشروعۃ فی الا نتقالات بعد تمام الا نتقال وفیہ کراھتان تکرھا عن موضعہ وتحصیلھا فی غیر موضع (ص ۹۴ کبیری ص ۳۴۵ صفۃ الصلوٰۃ)

نمازوں میں رکوع وسجود کی تسبیحات زور سے پڑھے یا آہستہ؟

(سوال ۱۰) بعض آدمیوں کی عادت ہے کہ فرض۔ سنت۔ وغیرہ نمازوں میں ثناء۔ اور رکوع وسجود کی تسبیحات اور تکبیرات انتقالات اور تشہد، درود شریف، اور نماز کے بعد دعاء اور وظیفہ وغیرہ زور سے پڑھتے ہیں کہ قریب نماز پڑھنے والے کو حرج ہوتا ہے اور نماز میں غلطی ہولی ہے۔ خشوع اور خضوع فوت ہوتا ہے۔ تو اس قدر زور سے پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) فرض وغیرہ میں ثناء، اور رکوع وسجود کی تسبیحات وغیرہ یا تلاوت قرآن مجید، ذکر اور اوراد اور وظیفہ وغیرہ اس قدر زور سے پڑھنا کہ دوسروں کی توجہ بٹے، نماز پڑھنے والوں کو خلجان ہو وہ بھول جائیں یا ان کے خشوع وخضوع میں یا اعتکاف کرنے والوں کی یکسوئی میں فرق آئے، سونے والوں کی نیند میں خلل پڑے (اس طرح پڑھنا) درست نہیں۔ گناہ کا موجب ہے۔ لہٰذا ایسی عادت چھوڑ دینی چاہئے۔

وفی خاشیۃ الحموی عن الا مام الشعرانی انی اجمع العلماء سلفاً وخلفا علی استحباب ذکر الجماعۃ فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش جھرھم علی نائم او مصلی او قاری، الخ (شامی ص ۶۱۸ ج ۱ احکام المسجد مطلب فی رفع الصوت بالذکر.)

وقد ذکر الشیخ عبدالوھاب الشعرانی نی کتابہ المسمی. "بیان ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور." مانصہ واجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ جماعۃ فی المساجدو غیرھا من غیر نکیر الا ان یشوش جھر ھم بالذکر علی نائم اومصلی اوقاری کما ھومقرر فی کتب الفقہ (الا شباہ والنظائر مع شرح الحموی ص ۵۶۰) فقط واللہ اعلم بالصواب.

تکبیر تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا چھوڑے

(سوال ۱۱) تکبیر تحریمہ کی وقت دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر باندھے یا چھوڑ کر پھر باندھے صحیح طریقہ کیا ہے؟

(الجواب) تکبیر تحریمہ کے بعد اور وتر میں دعائے قنوت سے، اسی طرح نماز عید کی پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھا کر باندھ لئے جائیں۔ ہاتھ چھوڑ کر پھر باندھنا کسی سے ثابت نہیں اختلاف اس بات میں ہے کہ ثناء اور قراءت پڑھنے کی حالت میں ہاتھ باندھے یا چھوڑے رکھے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باندھنے کا حکم ہے۔ (کیونکہ وہ ہاتھ باندھنے کو قیام کی سنت قرار دیتے ہیں اور امام محمد کے نزدیک ثناء کے وقت چھوڑنے کا حکم ہے ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا قراءت کے آداب میں سے ہے۔ اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوٰۃ اخرج کفیہ من کمیہ ثم رفعھما حذاء اذنیہ ثم کبر بلا سد ناویا ثم وضع یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ عقب التحریمۃ بلا مھلۃ مستفتحا. یعنی:۔ جب مرد نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں آستین سے نکالے

پھر ان کو کانوں کے مقابل اٹھائے پھر تکبیر کہے بلا مد کے، نیت کرتے ہوئے پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ تحریمہ کے بعد بلا تاخیر کے ثناء پڑھتے ہوئے (نور الاح ایضا ص ۶۷ فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوٰۃ)

اور ''مراقی الفلاح'' میں ہے (تحت سرۃ عقب التحریمة بلامهلة) لانه سنة القيام فی ظاهر المذهب وعند محمد سنة القراءة فيرسل حال الثناء وعندهما يعتمد فی كل قيام فيه ذكر مسنون كحالة الثناء والقنوت وصلوة الجنازة ويرسل بين تكبيرات العيدين اذليس فيه ذكر مسنون ص ۵۲ ايضاً)

فالا عتماد سنة القيام عند هما حتى لا يرسل حالة الثناء وعند محمد رحمه الله سنة القراءة حتى انه يرسل حالة قرأة الثناء الخ (الجوهرة النيره ص ۵۰ ج ۱ باب صفة الصلاة) فقط والله اعلم بالصواب.

بعد نماز گوشۂ مصلیٰ کو لپیٹنا چہ حکم دارد؟:

(سوال ۱۲) نماز پڑھنے کے بعد مصلے کا ایک کونہ لپیٹ لیتے ہیں۔ ورنہ شیطان اس پر نماز پڑھتا ہے۔ یہ اعتقاد کیسا ہے؟

(الجواب) مذکور رواج کی کوئی اصل نہیں ہے اور یہ اعتقاد بالکل غلط ہے۔ فقط۔

قبلہ کی جانب پاؤں کرکے سونا:

(سوال ۱۳) ہمارے ہاں ایک مسلم برادر قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر سوتا ہے۔ ہم نے ان سے کہا کہ قبلہ جہت پیر کر کے سونا گناہ ہے اس نے کہا کہ اپنے پیغمبر بھی سوتے تھے اور سونا گناہ نہیں ہے۔ اور کہتا ہے کہ گاؤں کے مشرقی جانب میں قبرستان ہو تو میت کو کیسے لے جاتے ہیں؟ ایسی دلیل پیش کرتا ہے بالتفصیل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) بجانب قبلہ پیر پھیلا کر سونا مکروہ تحریمی قریب حرام ہے۔ جو شخص جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے وہ فاسق اور مردود الشہادۃ ہے یعنی شرعاً اس کی گواہی مردود اور نامقبول ہے (شامی ج ۱)[1] جاہل، ضدی شخص دینی بحث اور سوال و جواب کے قابل نہیں ہے فقط والله اعلم بالصواب.

انتظار صلوٰۃ کی فضیلت:

(سوال ۱۴) حدیث شریف میں ہے کہ آدمی جب تک نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے اس کا یہ وقت نماز میں گذرا ہوا شمار ہوتا ہے تو اس کے لئے باوضو رہنا ضروری ہے یا بے وضوء بھی اسی قدر ثواب ہے؟

---

(۱) مدر جليه فی نوم او غيرها ای عمداً لأنه اساءة ادب قال فی الشامية تحت قوله لأنه اساءة ادب افادان الكراهة تنزيهته لكن قد مناعن الرحمة فی باب الا ستنجآء انه سيأتی أنه يمد الرجل اليها ترد شهادته قال وهذا يقتضیٰ التحريم فليحرر، درمختار مع الشامی ج. ا ص ۶۱۳ مطلب فی مكروهات الصلاة)

(الجواب) مذکورہ فضیلت کے لئے باوضو رہنا ضروری ہے۔ وضوء نہ ہو تو نماز کا انتظار نہیں سمجھا جائے گا۔ وقد صرح النبی صلی اللہ علیہ وسلم او لوح ان من المرجحات انہ اذا توضأ فاحسن وضوءہ ثم توجہ الی المسجد لاینھضہ الا الصلوٰۃ کان مشیہ فی حکم الصلوٰۃ وخطواتہ مکفرات لذنوبہ۔

ترجمہ:۔ اور نبی کریم ﷺ نے صراحۃً یا اشارۃً فرمایا کہ فضیلت نماز کو بڑھانے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کوئی شخص وضوء کرے اور وضوء اچھی طرح کرے (یعنی وضوء کے آداب مثلاً قبلہ رو بیٹھنا۔ دنیا کی باتیں نہ کرنا۔ مسنون طرح پر مسواک کرنا وغیرہ کا خیال رکھے اور ان کو پورا کرے) پھر مسجد کی طرف روانہ ہو۔ اور اس کا محرک صرف نماز ہی ہو تو اس کا چلنا نماز کے حکم میں ہوگا۔ اور اس کے قدم گناہوں کے کفارہ کرنے والے ہوں گے (ہر قدم پر گناہ معاف ہوگا۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص۸۸ ج۲)

شروع کی ہوئی نماز تکبیر ہونے پر توڑے یا نہیں؟:

(سوال ۱۵) مسجد میں نماز ہو جانے کے خیال سے گھر میں نماز شروع کی۔ پھر مسجد کی اقامت سنی تو نماز پوری کرے یا توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز پوری کرے۔ ''خلاصۃ الفتاویٰ'' میں ہے۔ ولو افتتح الصلوٰۃ فی منزلہ ثم سمع الاقامۃ فی مسجد آخر اوفی مسجدہ یتم الصلوٰۃ۔

ترجمہ:۔ اگر مکان میں نماز شروع کی۔ پھر دوسری مسجد یا محلّہ کی مسجد کی اقامت سنی تو نماز پوری کرے (ص ۲۲۹ ج ۱ الفصل السادس والعشرون فی المسجد وما یتصل بہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز کے سلام میں وبرکاتہ کا اضافہ:

(سوال ۱۶) نماز کے سلام میں ورحمۃ اللہ کے بعد وبرکاتہٗ کا اضافہ کیا جائے تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) وبرکاتہٗ کا اضافہ متروک العمل ہے (قولہ' السلام علیکم ورحمۃ اللہ) لم یقل وبرکاتہ' کما فی الھدایۃ الا ختلاف فیہ قال

المظھر فی شرح المصابیح لفظ برکاتہ' لم یرد فی سلام الصلوٰۃ وفی السراج وانہ لا یقول وبرکاتہ' وصرح فی النووی بانہ بدعۃ ولیس فیہ شیئی ثابت ولکن یردہ' ما فی الحاوی القدسی من انہ' مروی وایضاً قال امیر الحاج رد اللنووی بانھا جاء ت فی سنن ابی داؤد من حدیث وائل بن حجر باسناد صحیح (حاشیۃ الدرر علی الغرر (ج ا ص ۶۲)

قائلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ ھو السنۃ ودرح الحدادی علیکم السلام (و) انہ (لا یقول) ھنا (وبرکاتہ') وجعلہ النووی بدعۃ وردہ الحلبی وفی الجاوی انہ' حسن (درمختار مع الشامی ج ا ص ۴۹۱ مطلب فی وقت ادراک فضیلۃ الافتتاح) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیٹھ کرنماز پڑھی جائے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے :

(سوال ۱۷) جب کوئی بیٹھ کرنماز پڑھے تو رکوع کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مستحب اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ پیٹھ کو اتنی جھکائی جائے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہو جائے۔ سرین اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ نفع المفتی والسائل میں ہے الا ستفسار صلی النفل قاعدٗ فکیف یر کع فیه. الاستبشار . الر کوع یتم بانحناء الظهر لکن المستحب ان یر کع بحیث یحاذی جبهته قدام ر کبتیه نقله الشامی عن حاشیة الفتال عن البر جندی(ص ۷۶)ولو کان یصلی قاعداً ینبغی ان یخفف جبتهه قدام ر کبته لیحصل الر کوع(شامی ج ۱ ص ۴۱۶ مطلب الر کن الا صلی والر کن الزاید)تحت بحث الر کوع والسجود .فقط واللّٰہ اعلم بالصواب .

قومہ اور جلسہ میں دعاؤں کا حکم :

(سوال ۱۸) قومہ اور جلسہ میں امام اور مقتدی دعاء پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مقتدی رکوع سے سر اٹھانے کے بعد سیدھا کھڑا ہو کر (قومہ میں) ربنا لک الحمد کے بعد حمداً کثیراً طیبا مبارکا فیہ کہہ سکتا ہے۔ جب کہ وقت مل جائے امام سے پیچھے رہنا لازم نہ آتا ہو، اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) اللّٰھم اغفرلی کہے اور وقت مل جاتا ہو تو وار حمنی واھدنی وعافنی وارزقنی بھی کہہ سکتا ہے ممنوع نہیں ہے۔(قولہ لیس بینهما ذکر مسنون)قال ابو یوسف سألت الا مام ایقول الرجل اذا رفع رأسه من الر کوع والسجود اللهم قال یقول ربنا لک الحمد وسکت ولقد احسن فی الجواب اذلم ینه عن الا ستغفار .نهر وغیره .اقول بل فیه اشآرة الی انه غیر مکروه اذ لو کان مکروهاً لنهی عنه کمایُنهیٰ عن القرأة فی الر کوع والسجود وعدم کونه مسنوناً لا ینا فی الجواز کالتسمیة بین الفاتحة والسورة بل ینبغی ان یندب الدعاء بالمغفرة بین السجد تین خروجاً من خلاف الا مام احمد رحمه اللّٰہالخ(ج ۱ ص ۴۷۲ باب صفة الصلاة)(قوله محمول علی النفل)وصرح به فی الحلیة فی الوارد فی القومة والجلسة وقال علی انه ان ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الا نفراد او الجماعة والمامون محصورون لا یتثقلون بذلک کما نص علیه الشافعیة ولا ضرر فی التزامه وان لم یصرح به مشائخنا فان القواعد الشرعیة لو تنبؤ عنه کیف والصلوٰة والتسبیح والتکبیر والقرائة کما ثبت فی السنة ا ھ(شامی ج ۱ ص ۴۷۲،ص ۴۷۳ ایضاً) غایۃ الاوطار ترجمۂ درمختار میں ہے ۔شامی نے حلیہ سے نقل کیا کہ ان دعاؤں کے التزام سے کچھ ضرر بھی نہیں۔ گو مشائخ نے اس کی تصریح نہیں کی۔ اس لئے کہ قواعد شرعیہ التزام مذکور کے مخالف نہیں۔ اور قراءت اور تسبیح اور تکبیر فرضوں اور نفلوں میں یکساں ہی ہیں تو یہ دعائیں اگر یکساں ہوں تو کیا حرج ہے۔ (غایۃ الاوطار ج ۱ ص ۲۳۵ ایضاً) البتہ حضور اکرم ﷺ کی ہدایت من ام قوماً فلیخفف فان فیهم المریض والکبیر و ذا الحاجة (او کما قال علیه الصلوٰة والسلام) کا لحاظ کرتے

ہوئے مقتدیوں کے لئے زحمت اور مشقت کا سبب نہ بنے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مقتدی کے بیٹھنے کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو وہ التحیات پڑھے یا نہیں

(سوال ۱۹) مقتدی نے تکبیر تحریمہ کہا اور امام نے سلام پھیر دیا تو اب اسے بیٹھ کر کھڑے ہونا چاہئے یا کھڑے کھڑے ہی قراءت شروع کردے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مقتدی کے بیٹھتے ہی سلام پھر دیا تو التحیات پڑھنا چاہئے۔ یا بغیر پڑھے ہی کھڑا ہو جائے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اس کے بعد امام نے سلام پھیر دیا تو یہ شخص جماعت میں شامل ہو گیا۔ اپنی نماز شروع کرے قعدہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر امام نے السلام کا لفظ کہا ابھی علیکم کا لفظ کہنے نہیں پایا تھا کہ مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور قعدہ میں بیٹھا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کو تشہد پڑھ کر کھڑا ہونا چاہئے۔ اگر تشہد پڑھے بغیر ہی کھڑا ہو گیا تب بھی نماز درست ہے۔ شامی میں ہے۔ قال فی التجنیس الا مام اذا فرغ من صلاته قلما قال السلام جاء رجل واقتدیٰ به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلاً فی صلاته لان هذا سلام (باب صفة الصلاة شامی ج ۱ ص ۴۳۶ وفتاویٰ رحیمیه ج ۱ ص ۲۰۵) شامی میں دوسری جگہ ہے۔ وشمل باطلاقه مالوا قتدیٰ به فی اثناء التشهد الا ول او الا خیر فحین قعد قام امامه او سلم ومقتضاه انه یتم التشهد ثم یقول ولم اراه صریحاً ثم رأیته فی الذخیرة ناقلاً عن ابی اللیث المختار عندی انه یتم التشهدو ان لم یفعل اجزاه ولله الحمد (شامی ج ۱ ص ۴۶۳ صفة الصلاة (بعد) مطلب فی اطالة الرکوع لجائی) فقط والله اعلم بالصواب۔

سورۂ فاتحہ کے شروع میں، اور سورۂ فاتحہ وسورت کے درمیان تعوذ وتسمیہ پڑھے یا نہ پڑھے

(سوال ۲۰) پہلی رکعت میں ثناء پڑھنے کے بعد سورۂ فاتحہ کے شروع میں اور اسی طرح ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلی رکعت میں (منفرد اور امام کے لئے) ثناء کے بعد اعوذ باللہ اور بسم اللہ دونوں پڑھنا مسنون ہے۔ اور بقیہ رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں صرف بسم اللہ پڑھے۔ ویسن التعوذ للقراءة وتسن التسمیة اول کل رکعة قبل الفاتحة لانه صلی الله علیه وسلم کان یفتتح صلاته بسم الله الرحمن الرحیم (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۱) سمی سراً فی اول کل رکعة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۵۷ (قبیل) مطلب لفظة الفتویٰ آکد وابلغ من لفظ المختار) درمختار میں دوسری جگہ ہے۔ (والرکعة الثانیة کالا ولی) فیما مر (غیر انه لا یأتی بثناء ولا تعوذ فیها) اذ لم یشر عا الا مرةً (درمختار مع الشامیة ج ۱ ص

۳۷۴صفة الصلاۃ)

سورۂ فاتحہ وسورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے۔ شامی میں ہے۔ان سمیٰ بین الفاتحة والسورة المقروئة سراً وجهراً كان حسناً عندا بی حنيفة رحمه الله، یعنی سورۂ فاتحہ اور سورت زور سے پڑھی یا آہستہ اس کے درمیان امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بسم اللہ پڑھ لینا بہتر ہے (شامی ج ۱ ص ۴۵۸ مطلب قرأة البسملة بين الفاتحة والسورة حسن)فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

زبان سے غلط نیت نکل گئی تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۱)نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ زبان سے بجائے عصر کے فرض کے ظہر کا فرض نکل گیا تھا تو اب نماز ہوجائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)دل میں عصر کی نیت تھی مگر زبان سے ظہر کا لفظ نکل گیا تو مضائقہ نہیں نماز ہو جائے گی ۔درمختار میں ہے۔ والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للارادة فلا عبرة للذكر باللسان ان خالف القلب لانه كلام لانية(درمختار)قوله' ان خالف القلب) فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهواً اجزأه كما فى الزاهدى قهستانى (درمختار مع الشامى ج ۱ ص ۳۸۵. ۳۸۶ باب شروط الصلاة بحث النية)فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ غلط نیت کی ہے تو کیا نماز میں نیت درست کر سکتا ہے؟:

(سوال ۲۲)نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ بجائے عصر کے ظہر کے فرض کی یا اسی طرح سنت کی نیت کی ہے تو اب نماز توڑ کر پھر تکبیر تحریمہ کہے یا نماز میں ہی نیت بدل دے۔اگر نماز میں ہی نیت بدل سکتا ہو تو کب تک بدلنے کا اختیار ہے رکوع کے بعد بھی بدل سکتا ہے؟ بینوا توجروا (حیدرآباد)

(الجواب)بلانیت ہی نماز شروع کردی پھر یاد آیا کہ نیت نہیں کی ہے یا غلط نیت کی مثلاً عصر کی جگہ ظہر کی نیت کرلی تو اب نیت کا وقت جاتا رہا۔نماز شروع کرنے کے بعد نیت کا اعتبار نہیں از سر نو نیت کرنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہے،ولا عبرة بنية متاخرة عنها على المذهب(قوله ولا عبرة بنية متاخرة لان الجزء الخالى عن النية لا يقع عبادة فلا يبنى الباقى عليه الخ(درمختار مع الشامى ج ۱ ص ۳۸۷ ايضاً)فقط واللہ اعلم بالصواب.

ہوائی جہاز میں نماز پڑھنا:

(سوال ۲۳)ایک شخص بذریعہ ہوائی جہاز حج کے لئے گیا انہوں نے عصر کی اور مغرب کی نماز ہوائی جہاز میں پڑھی۔ کیا یہ بات صحیح ہے کہ جس چیز پر نماز پڑھتے ہوں اس کا زمین کی سطح سے لگا ہوا ہونا ضروری ہے؟ اس لئے عصر اور مغرب کی نماز قضا کرنا ہوگی جواب مرحمت فرمائیں۔بینوا توجروا۔

(الجواب)ہوائی جہاز میں نماز کا وقت آجائے تو نماز قضا نہ کرے پڑھ لیوے اور بعد میں اعادہ کرلیوے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں صرف پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا انگلیاں نہ رکھیں تو سجدہ معتبر ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں سجدے کی حالت میں اپنے پیر کی انگلیاں زمین کو نہ لگاتا ہو۔ صرف انگوٹھا ہی رکھتا ہو تو اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے۔ سجدہ ہوگا؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) سجدہ میں فقط پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا رہنے سے نماز ہو جائے گی مگر صرف انگوٹھا رکھنے پر اکتفار کرنا اور دوسری انگلیوں کو اٹھائے رکھنا خلاف سنت ہے اس لئے مکروہ ہے۔ سنت یہ ہے کہ دونوں قدموں کی انگلیاں زمین پر لگی رہیں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔ ووضع اصبع واحدۃ منھما شرط (درمختار) وافاد انہ لو لم یضع شیئاً من القدمین لم یصح السجود الخ (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ بحث الرکوع والسجود) والمراد بوضع القدمین علیٰ ما ذکر فی الخلاصۃ وضع اصابعھما والمراد بوضع الا صابع توجیھھما نحو القبلۃ لیکون الا عتماد علیھا حتیٰ لو وضع ظھر القدمین ولم یوجھہ اصابعھما او احدھما نحو القبلۃ لا یصح سجودہ وھذا مما یجب حفظہ واکثر الناس عنہ غافلون (مجالس الابرار ص ۳۱۵ مجلس نمبر ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب ۳ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ۔

حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہی پھر بلا توقف رکوع میں چلا گیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۵) مقتدی نے بحالت قیام تکبیر کہی اس کے بعد بلاتوقف رکوع میں چلا گیا اور امام کو رکوع میں پالیا تو اس قدر قیام سے (قیام کا) فرض متحقق ہو جائے گا؟ یا تکبیر کے بعد توقف کرنا ضروری ہے؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) بحالت قیام تکبیر کہنے کی مقدار قیام کافی ہے۔ مجالس ابرار میں ہے :۔

حتیٰ لو کبر قائما ولم یقف یمیر مودیا فرضی التکبیر والقیام جمیعاً ولا یلزمہ توقف بعدہٗ قائما لان قدر ما وجد من القیام یکفیہ۔

ترجمہ یہاں تک کہ اگر تکبیر کھڑے کھڑے کہی اور پھر توقف نہ کیا تو قیام اور تکبیر دونوں کا فرض (اتنی مقدار کھڑے رہنے سے) ادا کر چکا، بعد اس کے قیام میں توقف کرنا اس کو لازم نہیں اس لئے کہ جس قدر قیام پایا گیا وہی کافی ہے۔ (مجالس ابرار ص ۳۰۷، ص ۳۰۸ مجلس نمبر ۵۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ناقص العقل شخص کونسی صف میں کھڑا ہو :

(سوال ۲۶) ایک لڑکا ہے جو بالغ ہے لیکن وہ پاگل جیسا ہے اور نماز میں سکون کے ساتھ کھڑا نہیں رہتا۔ پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دیکھتا رہتا ہے۔ اور پاکی ناپاکی کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ لیکن اس کے باوجود وہ پہلی صف میں کھڑا ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے تو اس لڑکے کو پہلی یا دوسری صف میں کھڑا رکھا جا سکتا ہے؟ اور اگر وہ کھڑا ہو جائے تو اس کو پیچھے کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) جو بالغ لڑکا پاگل کی طرح ہو، نماز کی عظمت نہ سمجھتا ہو، پاکی ناپاکی کا خیال نہ کرتا ہو اور نماز میں بیجا حرکتیں ... ہو جس کی وجہ سے نمازیوں کو تشویش ہوتی ہو تو اس کو بالغوں کی صف میں کھڑا ہونے سے روکا جائے اگر کھڑا ہو گیا تو

اس کو پیچھے کیا جا سکتا ہے۔ فقہاء نے ایسے شخص کو بچے کے حکم میں داخل کیا ہے۔ (قوله او معتوه) هو الناقص العقل وقيل المدهوش من غير جنون كذافي المغرب وقد جعلوه في حكم الصبي. (شامی ج ۱ ص ۵۴۱ باب الا مامة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

صف اول کس کو کہتے ہیں

(سوال ۲۷) صف اول کس کو کہتے ہیں اگر جگہ کی تنگی کی وجہ سے ایک صف آگے بڑھادی جائے اور وہ منبر کی وجہ سے منقطع ہو جائے۔ اور مقتدی امام کے قریب اغل بغل کھڑے ہوں تو یہ صف۔ صف اول ہوگی یا اس کے پیچھے والی صف، صف اول ہوگی۔ اور پہلی صف باطل ہوگی۔ اور جگہ کی تنگی کے وقت اس طرح صف بنانا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صف اول وہ ہے جو امام کے قریب ہو۔ مؤذن اقامت کے لئے امام کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ مصلیوں کی جو صف ہے وہ صف اول ہے اگر یہ صف آگے بڑھ کر امام کے قریب ہو جائے اس وقت بھی وہ صف اول شمار ہوگی۔ پیچھے جماعت خانہ اور صحن میں اور اوپر بھی جگہ نہ ہو تو نمازیوں کو امام کے قریب ہو جانا بلا کراہت درست ہے۔ جگہ ہوتے ہوئے امام کے ساتھ صف بنالینا مکروہ تحریمی ہے۔ الزائد يقف خلفه فلو توسط اثنين كره تنزيهاً وتحريماً لو اكثرالخ (درمختار) قوله وتحريماً لو اكثر) فاذا تقدم الا مام امام الصف واجب كما افاده' في الهداية والفتح۔ یعنی ایک سے زائد مقتدی ہوں تو وہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔ لہذا اگر دو مقتدی ہوں اور امام ان کے درمیان کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔ (درمختار والشامی ج ۱ ص ۵۳۱ هل الا ساءة دون الكراهة أو افحش منها) نیز مقتدیوں کے امام کے ساتھ کھڑے ہونے میں جماعت نساء کے ساتھ بھی مشابہت لازم آتی ہے یہ بھی ایک وجہ کراہت ہے۔

صف اول کے سلسلہ میں جو لکھا گیا ہے شامی کی عبارت سے اس کی تائید ہوتی ہے ملاحظہ ہو۔ ويعلم منه بالاولىٰ ان مثل مقصورة دمشق التي هي في وسط المسجد خارج الحائط القبلي يكون الصف الاول فيها ما يلي الا مام في داخلها وما اتصل به من طرفيها خارجاً من اول الجدار الى أخره فلا ينقطع الصف ببناء ها كما لا ينقطع بالمنبر الذي هو داخلها فيما يظهر الخ (شامی ج ۱ ص ۵۳۲ مطلب في الكلام على الصف الاول تحت مطلب في الكلام على الصف الاول، باب الامامة) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک یا ایک سے زائد مقتدی ہوں اور ان میں عورت بھی ہو تو ان کی صف بنانے کی کیا صورت ہوگی؟:

(سوال ۲۸) کبھی صرف ایک مقتدی ہو یا صرف نابالغ بچہ ہو۔ یا صرف ایک عورت ہو۔ یا ایک سے زیادہ مقتدی ہوں جن میں کچھ بچے کچھ عورتیں بھی ہوں تو صف کس طرح بنائی جائے؟ مفصل و مدلل تحریر فرمائیں۔

(الجواب) ایک مقتدی ہوتو اسے امام کی داہنی طرف محاذ میں قدرے پیچھے کھڑا رہنا چاہئے۔ ویقف الواحد محاذ یا لیمین امامہ (درمختار ج ۱ ص ۵۲۹، ص ۵۳۰) اگر بائیں طرف کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے فلو وقف عن یسارہ کرہ اتفاقاً (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) الظاہر ان الکراھۃ تنزیھیۃ لتعلیلھا فی الھدایۃ وغیرھا بمخالفۃ السنۃ ولقولہ فی الکافی جازو اساء الخ (شامی ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اسی طرح اگر ایک مقتدی ہو اور پیچھے کھڑا رہا تو مکروہ تنزیہی ہے بوجہ خلاف سنت ہونے کے (وکذا) یکرہ (خلفہ علی الاصح) لمخالفۃ السنۃ (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰) اور اگر صرف ایک نابالغ لڑکا ہو تو امام کی سیدھی طرف محاذ میں یعنی امام کے برابر قدرے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ ویقف الواحد ولو صبیاً..... محاذیاً (لیمین) امامہ علی المذھب (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اور اگر مقتدی صرف ایک عورت ہو تو وہ امام کے پیچھے کھڑی ہو۔ اما الو حدۃ فتتأ خر (درمختار ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اور اگر ایک عورت اور ایک مرد ہو تو مرد کو امام اپنے برابر کھڑا کرے اور عورت کو پیچھے کھڑا رکھے (قولہ اما الواحدۃ فتتأخر) فلو کان معہ رجل ایضاً یقیمہ عن یمینہ والمرأۃ خلفھما (شامی ج ۱ ص ۵۳ ایضاً) حتیٰ لو کان خلفہ رجل واحد وامرأۃ یقوم الرجل بحذائہ کما لو لم یکن معہ امرأۃ (عینی شرح کنز الاقائق باب الامامۃ ج ۱ ص ۳۹) اور اگر امام کے ساتھ دو مرد اور ایک عورت ہو تو دونوں مرد پیچھے کھڑے رہیں اور عورت ان دونوں کے پیچھے۔ ولو رجلان یقیمھما خلفہ والمرأۃ خلفھما (شامی ج ۱ ص ۵۳۰ ایضاً) اگر ایک سے زائد دو مقتدی بجائے پیچھے کھڑے رہنے کے امام کی دونوں طرف محاذ میں کھڑے ہو گئے تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر دو مقتدیوں سے زائد ہوں تو مکروہ تحریمی ہے والزائد یقف خلفہ فلو توسط اثنین کرہ تنزیھا وتحریما لو اکثر (درمختار، ج ۱ ص ۵۳۹ ایضاً) اگر ایک مقتدی امام کے برابر کھڑا ہوا اور امام کے پیچھے جماعت ہو تو مکروہ ہے بالاتفاق یہ کراہت مقتدی کے حق میں ہے نہ کہ امام کے حق میں۔ ولو قام واحد بجنب الامام وخلفہ صف کرہ اجماعاً الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۳۱) فقط واللہ اعلم۔

قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھے جائیں یا نہ باندھے جائیں

(سوال ۲۹) قنوت نازلہ میں ہاتھ باندھنا چاہئے یا چھوڑے رکھے، دونوں میں راجح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ہاتھ باندھنا قوی اور راجح ہے اس لئے کہ ہر اس قیام میں جس میں ذکر مسنون ہے شیخین کے نزدیک ہاتھ باندھنا سنت ہے، اس لئے ثناء پڑھتے وقت قنوت وتر میں، صلوٰۃ جنازہ میں اسی طرح قنوت نازلہ میں بھی ہاتھ باندھنا چاہئے، اگر کوئی چھوڑے رکھے تو اس سے جھگڑنا نہیں چاہئے، الجوہرۃ النیرہ میں ہے۔ قال فی الھدایۃ الاصل ان کل قیام فیہ ذکر مسنون یعتمد فیہ وما لا فلا ھو المصحیح فیعتمد فی حالۃ القنوت وصلاۃ الجنازۃ ویرسل فی القومۃ من الرکوع وبین تکبیرات العید (الجوھرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۵۰ صفۃ الصلاۃ)

مراقی الفلاح میں ہے۔ وعندھما یعتمد فی کل قیام فیہ ذکر مسنون کحالۃ الثناء

والقنوت وصلاۃ الجنازۃ ویرسل بین تکبیرات العیدین اذلیس فیہ ذکر مسنون (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۳ فصل فی کیفیۃ ترکیب افعال الصلوۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مرد اور عورت کے رکوع میں فرق:

(سوال ۳۰) بعد سلام مسنون! عرض ہے کہ مرد اور عورت کے رکوع میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ اگر فرق ہے تو بالتفصیل کتابوں کے حوالہ کے ساتھ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرد اور عورت کے رکوع میں چند باتوں میں فرق ہے (۱) یہ کہ مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں، اور عورت تھوڑی مقدار جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے (۲) یہ کہ مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور عورت انگلیاں ملا کر ہاتھ گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں جھکے ہوئے رکھے، مردوں کی طرح خوب سیدھی نہ کرے (۳) یہ کہ مرد اپنے بازوؤں کو پہلو سے بالکل الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازوؤں کو پہلو سے خوب ملائے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے شامی میں ہے قال فی المعراج وفی المجتبیٰ ھذا کلہ فی حق الرجل اما المرأۃ فتحنی فی الرکوع یسیراً ولا تفرج ولکن تضم وتضع یدیھا علی رکبتیھا وضعاً وتحنی رکبتیھا ولا تجافی عضدیھا لان ذلک استرلھا (امی ج ۱ ص ۴۶۱ فصل فی تالیف الصلوٰۃ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے ویعتمد بیدیہ علی رکبتیہ کذا فی الھدایۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع ویفرج بین اصابعہ ولا یندب الی التفریج الا فی ھذہ الحالۃ ولا الی الضم الا فی حالۃ السجود وفیما وراء ذلک یترک علی العادۃ کذا فی الھدایۃ ویبسط ظھرہ حتی لو وضع علیٰ ظھرہ قدح من ماء لا ستقر ولا ینکس رأسہ ولا یرفع یعنی یسوی رأسہ بعجزہ کذا فی الخلاصۃ ویکرہ ان یحنی رکبتیہ شبہ القوس والمرأۃ تحنی فی الرکوع یسیراً ولا تعتمد ولاتفرج اصابعھا ولکن تضم یدیھا وتضع علی رکبتیھا وضعاً وتحنی رکبتیھا ولا تجافی عضدیھا کذا فی الزاھدی (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۴۶ کتاب الصلوۃ .الفصل الثالث فی سنن الصلوٰۃو آدابھا وکیفیتھا) فقط واللہ اعلم بالصواب.

تشہد میں اشارہ کے بعد انگلی زانو پر رکھ دے یا کھڑی رکھے:

(سوال ۳۱) تشہد میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے کے بعد شہادت کی انگلی زانو پر رکھ دینی چاہئے یا زانو سے کھڑی رکھنا چاہئے؟ یہاں اس بارے میں اختلاف ہو گیا ہے، لہذا حوالجات کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں تو عین کرم ہوگا، بینوا توجروا۔ (انگلینڈ)

(الجواب) قوی یہ ہے کہ تشہد میں کلمہ کے موقع پر داہنے ہاتھ کے اخیر کی دونوں چھوٹی انگلیوں کو بند کرے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر لا الہ پر کلمہ کی انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر رکھ دے یعنی چھوڑ دے اور یہ حالت (یعنی حلقہ) آخر

تک باقی رکھے، یہی صورت اولیٰ ہے۔ شامی کی عبارت ملاحظہ ہو وفی المحیط انھا (ای الا شارۃ) سنۃ یرفعھا عند النفی ویضعھا عند الا ثبات وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ ومحمد رحمہ اللہ وکثرت بہ الآثار والا خبار فالعمل بہ اولیٰ فھو وصریح فی ان المفتی بہ ھو الا شارۃ بالمسبحۃ...... ولذا قال فی منیۃ المصلی فان اشار یعقد الخنصر والبنصر و یحلق الوسطی بالا بھام ویقیم السبابۃ..... وصحح فی شرح الھدایۃ انہ یشیر و کذا فی الملتقط وغیرہ وصفتھا ان یحلق من یدہ الیمنی عند الشھادۃ الا بھام والوسطیٰ ویقبض الخنصر والبنصر ویشیر بالمسبحۃ...... الخ (شامی ج ۱ ص ۴۷۵ تحت مطلب مھم فی عقد الا صابع عند التشھد)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعلیم الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

''جب اشہدان لاالہ پر پہنچوتو سیدھے ہاتھ کی انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھلو اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی انگلی کو بند کرلو اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرو لاالہ پر اٹھاؤ اور الا اللہ پر جھکادو اور اسی طرح اخیر تک حلقہ باندھے رکھو۔ (تعلیم الاسلام ص ۶۰ حصہ سوم، نماز پڑھنے کی پوری ترکیب)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں 'اور جب کلمہ پر پہنچے تو بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ بنا کر لاالہ کہنے کے وقت انگلی اٹھاوے اور الا اللہ کہنے کے وقت جھکادے مگر عقد وحلقہ کی ہیئت کو آخر نماز تک باقی رکھے (بہشتی زیور ص ۱۹ حصہ دوم، فرض نماز پڑھنے کے طریقہ کا بیان)

عمدۃ الفقہ میں ہے:۔اور جب اشھد ان لا الہ الا اللہ پر پہنچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لے اور چھنگلیا اور اس کے آس پاس کی انگلی کو بند کرے اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے لاالہ پر انگلی اٹھائے اور الا اللہ پر جھکاوے اور پھر اخیر قعدہ تک اس طرح حلقہ باندھے رکھے۔ (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۱۱ نماز کی پوری ترکیب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے کا حدیث سے ثبوت:

(سوال ۳۲) احناف نماز کی تکبیر تحریمہ میں کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں، اس کے لئے کون سی حدیث ہے؟ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ احناف کے پاس حدیث نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مشکوٰۃ شریف میں ہے عن مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کبر رفع یدیہ حتیٰ یحاذی بھما اذنیہ الخ وفی روایۃ حتی یحاذی بھما فروع اذنیہ متفق علیہ (مشکوٰۃ شریف ص ۷۵ باب صفۃ الصلوٰۃ) حضرت مالک بن حویرثؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے تو اٹھاتے اپنے دونوں ہاتھ یہاں تک کہ اپنے دونوں کانوں کے برابر کرتے (باب صفۃ الصلاۃ مشکوٰۃ شریف ص ۷۵)

نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے عن وائل بن حجر انہ ابصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قام الی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی کانتا بحیال منکبیہ وحاذی ابھا میہ اذنیہ ثم کبر (رواہ ابو داؤد ،وفی روایۃ

لہ یرفع ابھا میہ الی شحمۃ اذنیہ) حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے نبی ﷺ کو نماز کے لئے کھڑا ہونے کے وقت دیکھا کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں کندھوں کے مقابل اٹھائے ، اور اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کے لو کے برابر فرمادیا (ابوداؤد) اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے دونوں انگوٹھوں کو اپنے دونوں کانوں کے لو (نرمہ گوش) کے برابر کیا (مشکوٰۃ شریف ص ۷۶ باب صفۃ الصلوٰۃ)

زجاجۃ المصابیح میں ہے عن عبدالجبار بن وائل عن ابیہ انہ رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکاد ابھاماہ تحاذی شحمۃ اذنیہ ، رواہ النسائی ولابی داؤد وروی الحاکم فی المستدرک والدار قطنی والبیھقی فی سننہ عن انس نحوہ وقال الحاکم اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین ولا اعلم لہ علۃ وفی روایۃ لابی داؤد والنسائی والطبرانی والدار قطنی ومسلم عن وائل بن حجر قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حیال اذنیہ (زجاجۃ المصابیح ،ص ۲۲۷ ج ۱ ، باب صفۃ الصلوٰۃ)فقط واللہ اعلم بالصواب .

نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کا ثبوت:

(سوال ۳۳) احناف ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں،اس کے لئے کون سی حدیث ہے؟ غیر مقلدین اعتراض کرتے ہیں کہ احناف حدیث کے خلاف کرتے ہیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) مولانا نواب قطب الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ (مؤلف مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف) نظام الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں ۔تیسیر الوصول کے ۲۱۶ صفحہ میں حدیث ہے عن ابی حجیفۃ رضی اللہ عنہ ان علیاً قال السنۃ وضع الکف فی الصلوٰۃ وان یضعھا تحت السرۃ اخرجہ رزین حضرت ابوحجیفۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا سنت ہے،اور احمد اور ابوداؤد اور دارقطنی اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا السنۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ یعنی ناف کے نیچے ہاتھ کو ہاتھ کے اوپر رکھنا سنت ہے، ہدایہ، بحرالرائق، کفایہ، عنایہ، نہایہ، اور کافی میں بھی اسی مضمون کی حدیث ہے،صرف لفظ میں اختلاف ہے اور معنی میں اتفاق،اور بحرالرائق میں ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ثلث من سنن المرسلین وذکر من جملتھا وضع الیمنیٰ علی الشمال تحت السرۃ یعنی نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں پیغمبروں کی سنت ہے اوران تینوں میں سے ایک یہ ہے کہ ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا (نظام الاسلام ص ۲۶) یہ رسالہ حضرتؒ کے رسالے توفیر الحق اور تنبیہ الضالین کے ساتھ چھپا ہوا ہے،حدیث کے ترجمہ میں معمولی تغیر کیا گیا ہے)

زجاجۃ المصابیح میں ہے:۔ عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ رواہ ابن ابی شیبۃ وفی عمدۃ الرعایۃ سندہ جید ورواتہ کلھم ثقات کذا قال الحافظ قاسم بن قطلوبغا والشیخ عابد السندی وقال العلامۃ ابو الطیب المدنی ھذا حدیث قوی من حیث السند.(زجاجۃ المصابیح ص ۲۳۲ باب صفۃ الصلاۃ جلد اول)

نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ علقمۃ بن وائل بن حجرؒ اپنے والد وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد وائلؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نماز میں سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے ہیں، اس کی روایت ابن ابی شیبہ نے کی ہے اور عمدۃ الرعایۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند جید ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں حافظ قاسم ابن قطلو بغا اور شیخ عابد سندی نے بھی اسی طرح کہا ہے اور علامہ ابو الطیب المدنی نے کہا ہے کہ یہ حدیث سند کے اعتبار سے قوی ہے (نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح ج ۲، ج اص ۲۲۲)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے عن علی قال من السنة وضع الكف على الكف فى الصلوة تحت السرة رواه ابو داؤد واحمد وابن ابى شيبة والدار قطنى والبيهقى (زجاة المصابيح ج ١ ص ٢٣٣ ايضاً)

یعنی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: نماز میں ناف کے نیچے ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنت ہے اس کی روایت ابوداؤد وامام احمد اور ابن ابی شیبۃ دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔ (نور المصابیح ص ۲۲۲ ج ا، ج ۲)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے عن ابراهيم النخعى انه كان يضع يده اليمنى على يده اليسرى تحت السرة رواه محمد فى الآثار (زجاجة المصابيح ص ٢٣٣ ج ١ باب صفة الصلاة)

یعنی: ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ نماز میں ناف کے نیچے اپنے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھا کرتے تھے، اس کی روایت امام محمدؒ نے الا ثار میں کی ہے۔ (نور المصابیح ص ۲۲۲ حصہ دوم، جلد اول)) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

غیر مقلدین کا دعویٰ کہ حنفیوں کی نماز نہیں ہوتی کیونکہ وہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتے:

(سوال ۳۴) غیر مقلدین کا یہ دعویٰ ہے کہ مقتدی پر سورۂ فاتحہ پڑھنا لازم اور ضروری ہے اس کے بغیر اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی، کیا ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) غیر مقلدین کا یہ دعویٰ کہ جہری نماز میں بلا قراءۃ فاتحہ مقتدی کی نماز نہیں ہوتی باطل اور اکارت ہے، یہ دعویٰ قطعاً غلط ہے، چنانچہ مشہور محدث اور فقیہ حضرت شیخ موفق الدین ابن قدامہ حنبلیؒ ۶۲۰ھ جو محبوب سبحانی حضرت شیخ سیدنا عبد القادر جیلانی ۵۶۱ھ کے شاگرد رشید ہیں اپنی مشہور کتاب المغنی ص ۶۴ ج ا میں ارقام فرماتے ہیں۔

ماسمعنا احداً من اهل الا سلام يقول اذا جهر الا مام بالقراء ة فلا تجزئ صلوة من خلفه اذا لم يقرأ وقال هذا النبى صلى الله عليه وسلم واصحابه والتابعون، وهذا مالك فى اهل الحجاز، وهذا الثورى فى اهل العراق، وهذا الا وزاعى فى اهل الشام وهذا الليث فى اهل مصر ماقالوا لرجل صلى خلف الا مام ولم يقرأ صلاته باطلة. (المغنى ص ٥٦٤ ج ١ مكروهات الصلاة)

یعنی: امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے یہ نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے پڑھتا ہو اور مقتدی نے اس کے پیچھے قراءت نہ کی ہو تو مقتدی کی نماز باطل ہوگی، چنانچہ رسول مقبول ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم وتابعین رحمہم اللہ اور اہل حجاز میں امام ملکؒ اور اہل عراق میں سفیان ثوریؒ اہل شام

میں امام اوزاعیؒ اہل مصر میں امام لیث بن سعدؒ جیسے جلیل القدر محدثین میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ جس نے امام کے پیچھے قراءت نہ کی اس کی نماز باطل ہوگی۔ (فقط واللہ اعلم بالصواب۔)

قراءت خلف الامام کے متعلق تشفی بخش جواب:

(سوال ۳۵) غیر مقلدین قرأت خلف الامام کو فرض قرار دیتے ہیں، اور بخاری و مسلم کی روایت لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب پیش کر کے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ احناف حدیث کے سراسر خلاف کرتے ہیں، عوام میں کچھ لوگوں کو تذبذب ہو گیا ہے اور وہ بھی کہنے لگے ہیں کہ جب بخاری و مسلم کی یہ روایت ہے تو اس کے خلاف عمل نہ کرنا چاہئے، آپ سے درخواست ہے کہ احادیث کی روشنی میں تفصیلی جواب تحریر فرمائیں، خاص طور پر حنفیہ کے دلائل قلم بند فرمائیں اور احناف ان احادیث کے متعلق کیا کہتے ہیں تحریر فرمائیں، آپ کی بڑی عنایات ہوں گی، آپ کا جواب انشاء اللہ ہمارے لئے بڑی رہنمائی کا سبب ہوگا اور انشاء اللہ عوام کی غلط فہمی دور ہوگی، بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ مسئلہ اختلافی اور معرکۃ الآراء ہے، صرف ایک حدیث کا ٹکڑا پیش کر دینے سے دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا، اس کے متعلق تمام روایات پر نظر کر کے فیصلہ کرنا ہوگا۔ مذکورہ حدیث میں لاصلوٰۃ سے مراد منفرد کی نماز ہے (جو امام پر بھی صادق آتا ہے) مقتدی اس میں شامل نہیں، اس دعویٰ پر کہ لاصلوٰۃ، صلوٰۃ مقتدی کو شامل نہیں مشہور محدث و مجتہد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بیان جو ترمذی شریف میں مذکور ہے روز روشن کی طرح واضح ثبوت ہے صحیح ترمذی شریف کی عبارت یہ ہے۔

واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ' واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القران فلم یصل الا ان یکون وراء الامام قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ' ...... حدثنا اسحق بن موسیٰ الا نصاری نامعن نا مالک عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبد اللہ یقول من صلی رکعۃ لم یرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام ھذا حدیث حسن صحیح (ترمذی شریف ج ۱ ص ۴۲ باب ماجاء فی ترک القراءۃ)

یعنی: امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ فرمان نبوی ﷺ " لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب " سے مراد منفرد ہے (مقتدی اس میں شامل نہیں) اور امام احمدؒ نے اپنے اس قول پر حضرت جابر بن عبد اللہ کی حدیث سے استدلال فرمایا ہے، حضرت جابرؓ نے فرمایا جس شخص نے ایک رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ ایک صحابی رسول ہیں (ﷺ) جنہوں نے نبی ﷺ کے قول مبارک "لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب" کا مطلب بیان کیا ہے کہ مذکورہ حدیث اس شخص کے متعلق ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (ترمذی شریف ص ۴۲ ج ۱)

حضرت جابرؓ کی یہ روایت موقوف ہے، امام طحاویؒ نے یہ حدیث مرفوع بھی روایت کی ہے، طحاوی شریف

میں ہے۔ حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا یحیی بن سلام قال ثنا مالک عن وھب بن کیسان عن جابر بن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من صلی رکعة فلم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱، باب القراءۃ خلف الامام)

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں سفیان بن عیینہ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں" لمن یصلی وحدہ" یعنی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (مقتدی کے حق میں نہیں ہے) ابوداؤد شریف میں ہے۔

حدثنا قتیبة بن سعید وابن السرح قال نا سفیان عن الزھری عن محمود بن الربیع عن عبادۃ بن الصامت یبلغ بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب فصاعداً قال سفیان لمن یصلی وحدہ (ابو داؤد شریف ص ۱۲۶ ج ۱، باب من ترک القراءۃ فی صلوتہ)

حنفیہ کا مذہب قرآن، احادیث اور آثار صحابہ وتابعین سے ثابت ہے، قرآن مجید میں ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون.

ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے (قرآن مجید پ ۹ سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۰۴)

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مغفل فرماتے ہیں کہ یہ آیت فرض نماز کے بارے میں نازل ہوئی، تفسیر ابن کثیر میں ہے: وقال علی بن طلحة عن ابن عباس فی الآیة قولہ (واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا) یعنی فی الصلوٰۃ المفروضة وکذاروی عن عبد اللہ بن مغفل (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۲۳ سورہ اعراف)

نیز تفسیر ابن کثیر میں ہے:۔ وکذا قال سفیان الثوری عن ابی ھاشم اسمٰعیل بن کثیر عن مجاھد فی قولہ (واذا قرئ القران فاستمعوا لہ وانصتوا) قال فی الصلوٰۃ وکذا رواہ غیر واحد عن مجاھد. الیٰ قولہ. وکذا قال سعید بن جبیر والضحاک وابراھیم النخعی وقتادۃ والشعبی والسدی وعبدالرحمان بن زید بن اسلم ان المراد بذلک فی الصلوۃ . یعنی اسی طرح سفیان ثوری نے اسمٰعیل بن کثیر سے اور انہوں نے مجاہد سے اللہ کے قول مبارک واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا کے متعلق روایت کیا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے اور بہت سے حضرات نے مجاہد سے اسی طرح روایت کی ہے، الی قولہ۔ اور اسی طرح سعید بن جبیر، ضحاک، ابراہیم نخعی، قتادہ، شعبی، سدی، اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس سے مراد نماز ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۳ ج ۳)

معالم التنزیل (تفسیر امام بغوی) میں ہے روی زید بن اسلم عن ابیہ عن ابی ھریرۃ قال نزلت ھذہ الآیة فی رفع الاصوات وھم خلف رسول اللہ ﷺ فی الصلوٰۃ. الی قولہ. وعن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ سمع ناسا یقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما ان لکم ان تفقھوا (واذا قرئ

القرآن فاستمعوا له وانصتوا) كما امركم الله، وهذا قول الحسن والزهرى والنخعى ان الاٰية فى القراءة فى الصلوٰة. حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز میں (قراءت کرنے کی وجہ سے) لوگوں کی آواز بلند ہوتی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ الیٰ قولہ۔ ابن مسعودؓ نے لوگوں کو امام کے ساتھ قرأت کرتے ہوئے سنا جب نماز سے فارغ ہوگئے تو آپ نے فرمایا، کیا ابھی یہ وقت نہیں آیا کہ تم واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کو سمجھو۔ حسن، زہری، اور نخعی فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز میں قرأت کے متعلق ہے۔ (تفسیر معالم التنزیل مع ابن کثیر ص ۲۲۳ ج ۳)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں اجمع الناس على ان هذه الاية فى الصلوٰة سب لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے (المغنی ص ۶۰۱ ج ۱ قراءۃ الماموم خلف الامام، مکروہات الصلوٰۃ)

امام زید بن اسلم اور ابوالعالیہ فرماتے ہیں كانوا يقرؤن خلف الامام فنزلت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون. یعنی بعض لوگ امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی، واذا قرئ القرآن الخ (المغنی والشرح الکبیر ص ۶۰۱ مصری مکروہات الصلاۃ)

تفسیر ابن کثیر میں ایک اور روایت ہے۔ عن بشير بن جابر رضى الله عنه قال صلى ابن مسعود رضى الله عنه فسمع ناساً يقرؤن مع الامام فلما انصرف قال اما آن لكم ان تفقهوا اما آن لكم ان تعقلوا (واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا) كما امركم الله. حضرت بشیر بن جابرؓ فرماتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے نماز پڑھائی تو انہوں نے محسوس کیا کہ بعض لوگ امام کے ساتھ قرائت کرتے ہیں، نماز کے بعد آپ نے ان لوگوں سے فرمایا اللہ کا حکم ہے کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنو اور خاموش رہو، اس کے باوجود تم اس بات کو نہیں سمجھتے، کیا اب بھی تمہارے سمجھنے کا وقت نہیں آیا (تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۳ ج ۳)

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے (وان كان ماموناً لا يقرأ) لقوله تعالىٰ واذا قرئ القران فاستمعوا له وانصتوا...... قال ابن عباس وابو هريرة رضى الله عنهما وجماعة من المفسرين: نزلت فى الصلوٰة خاصة حين كانوا يقرؤن خلفه عليه الصلوٰة والسلام یعنی: اگر مقتدی ہو تو قراءت نہ کرے اللہ کے فرمان واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی وجہ سے، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے قراءت کرتے تھے (الاختیار لتعلیل المختار ج ۱ ص ۵۲)

زجاجۃ المصابیح ص ۲۴۱ ج ۱ پر بھی متعدد روایتیں اس مضمون کی نقل کی گئی ہیں اس تفصیل سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ مذکورہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے لہٰذا جب امام قرأت کر رہا ہو (جہری نماز ہو یا سری) تو اس وقت مقتدیوں پر لازم ہے کہ خاموش رہیں اور غور سے سنیں کیونکہ قرآن میں دو حکم ہیں ایک استمعوا (امام کی قراءت سنو) یہ تو جہری نماز کے ساتھ خاص ہے، دوسرا حکم ہے انصتوا (امام کی قرأت کے وقت خاموش رہو) یہ جہری اور سری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: وحاصل الا ستدل بالآیة ان المطلوب امران: الاستماع والسکوت فیعمل بکل منهما والاول یخص الجهریة ، والثانی لا فیجری علی اطلاقه فیجب السکوت عند القراءة مطلقا ، وهذا بناء علی ان ورود الا یة فی القراءة فی الصلوة (فتح القدیر مع عنایه ج ۱ ص ۳۴۲ فصل فی القراءة)

احادیث مبارکہ

(۱) عن ابی موسی الا شعری بروایة جریر عن سلیمان التیمی ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم خطبنا فبین لنا سنتنا وعلمنا صلوتنا فقال اذا صلیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤ مکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین فقولوا آمین الخ .(مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱ ، باب التشهد فی الصلوة)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیا ہمیں سنت سکھائی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھی کرلیا کرو پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد نے سوال کیا کہ اس حدیث میں اذا قریٔ فانصتوا کا اضافہ صحیح ہے؟ یہ اضافہ سلیمان تیمی نے کیا ہے، دوسروں کی روایت میں یہ جملہ نہیں، تو امام مسلمؒ نے جواب دیا" ترید احفظ من سلیمان ؟"" کیا تم سلیمان سے بڑھ کر حدیث کا حافظ چاہتے ہو؟ یعنی وہ کامل الحفظ تام الضبط ہے، اس کا تفرد مضر نہیں (مسلم شریف ص ۱۷۴ ج ۱)

حقیقت یہ ہے کہ سلیمان تیمی کی متابعت وموافقت کرنے والے دوسرے حفاظ وثقات موجود ہیں، چنانچہ مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "صحیح ابوعوانہ میں اس حدیث کو عبداللہ بن رشید سے ابوعبیدہ (مجاعہ بن زبیر عتکی) سے قتادہ سے یونس بن جبیر سے حطان بن عبداللہ رقاشی سے، ابوموسیٰ اشعری سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو اور جب غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے تو آمین کہو، اس میں سلیمان تیمی کی متابعت ابوعبیدہ نے کی ہے وہ بھی قتادہ سے سلیمان تیمی کی طرح اذا قرأ الا مام فانصتوا روایت کررہا ہے اور ابوعبیدہ ثقہ ہے انساب سمعانی میں عبداللہ بن رشید اور ابوعبیدہ دونوں کو مستقیم الحدیث کہا ہے، دارقطنی نے بھی اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کیا ہے، ان کی سند میں عمر بن عامر اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے سلیمان تیمی کی طرح واذا قرأ فانصتوا روایت کیا ہے، عمر بن عامر امام مسلم کے راویوں میں سے ہے اسی طرح اس کا شاگرد وسالم بن نوح رجال مسلم میں سے ہے امام مسلم اور ابن خزیمہ اور ابن حبان اپنی صحیح میں اس سے روایت کرتے ہیں پس بعض محدثین کا یہ کہنا کہ قتادہ کے شاگردوں میں سے صرف سلیمان تیمی نے اس حدیث میں اذا قرأ الا مام فانصتوا زیادہ کیا ہے غلط ہے، قتادہ کے تین شاگردوں نے جو ثقہ ہیں سلیمان تیمی کی موافقت کی ہے۔ (فاتحہ

الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۲۴، ص ۲۵)

(۲) نسائی شریف ۔ میں ہے۔

تاویل قوله عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون ، عن ابی صالح عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد (باب تاويل واذا قرئ القرآن نسائی شريف ص ۹۳ ج ۱ (باب القراءة فی الصلوٰة مشکوٰة شريف ص ۸۱)

یعنی: ارشاد خداوندی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون کی تاویل حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اتباع (اقتداء) کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو خاموش رہو اور جب سمع الله لمن حمده کہے تو اللهم ربنا لك الحمد کہو۔

(۳) ابن ماجہ میں ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فاذا كبر فكبروا واذا قرأ فانصتوا واذا قال غير المغضوب عليهم و لا الضالين فقولوا آمين واذا ركع فاركعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد (ابن ماجه شريف ص ۶۱ باب اذا قرألا مام فانصتوا)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ امام اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراءت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غير المغضوب عليهم ولا الضالين کہے تو تم آمین کہو، اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تک تم اللهم ربنا لك الحمد کہو۔

نسائی اور ابن ماجہ کی مذکورہ حدیث ابو ہریرہ صحیح ہے، امام مسلم رحمہ اللہ کے ایک شاگرد ابو بکر نے امام مسلم سے حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ میرے نزدیک صحیح ہے، مسلم شریف میں ہے، فقال له ابو بكر فحديث ابی هريرة فقال هو صحيح يعنی واذا قرئ فانصتوا فقال هو عندی صحيح (مسلم شريف ج ۱ ص ۱۷۴ باب التشهد فی الصلوٰة)

اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مقتدی کو امام کے پیچھے کچھ پڑھنا نہیں چاہئے اسے خاموش رہنا چاہئے، نیز مذکورہ حدیث سے قرآن مجید کی آیت واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی تشریح بھی ہو جاتی ہے کہ اس آیت کا تعلق نماز سے ہے۔

(۴) ترمذی شریف میں ہے۔

حدثنا اسحق بن موسى الانصاری نامعن نا مالك عن ابی نعيم وهب بن كيسان انه سمع جابر بن عبد الله يقول من صلى ركعة لم يقرأ فيها بام القرآن فلم يصل الا ان يكون وراء

الامام هذا حديث حسن صحيح. (ترمذی شریف ج ۱ ص ۴۲ باب ماجاء فی ترک القراءة خلف الا مام)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں جس نے کوئی رکعت بغیر سورۂ فاتحہ کے پڑھی اس نے نماز نہیں پڑھی الا یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۵) امام طحاوی رحمہ اللہ نے یہ حدیث معانی الآ ثار میں مرفوعاً روایت کی ہے۔

حدثنا بحر بن نصر قال حدثنا يحيى بن سلام قال ثنا مالك عن وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى ركعة فلم يقرأ فيها بام القران فلم يصل الا وراء الامام.

حضرت جابرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کوئی رکعت پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو (طحاوی شریف ص ۱۰۷ ج ۱ باب القرآ ۃ خلف الامام)

ان دونوں حدیثوں سے خاص طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا مقتدی کے ذمہ واجب نہیں ہے۔

(۶) مؤطا امام مالک میں ہے۔

مالك عن نافع عن عبد الله بن عمر رضى الله عنه كان اذا سئل هل يقرء احد خلف الامام قال اذا صلى احد كم خلف الا مام فحسبه' قراء ة الا مام واذا صلى وحده فليقرأ قال وكان عبد الله بن عمر رضى الله عنه لا يقرأ خلف الا مام (مؤطا امام مالك ص ۲۹)

نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب سوال کیا جاتا کیا کوئی امام کے پیچھے قراءت کر سکتا ہے؟ تو آپ فرماتے جب تم میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کو کافی ہے (جس طرح امام کا سترہ تمام مقتدیوں کے لئے کافی ہو جاتا ہے) اور جب تنہا پڑھے تو قرأت کرے، خود عبداللہ ابن عمرؓ بھی امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے،

زجاجۃ المصابیح میں ہے: وقال العينى وكان ابن عمر رضى الله عنه لا يقرأ خلف الا مام وكان اعظم الناس اقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم، انتهى علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے اور آپ رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں سب سے بڑھ کر تھے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۱ ج ۱ باب القراۃ فی الصلوٰۃ)

(۷) ابن ماجہ میں ہے۔ حدثنا على بن محمد ...... عن جابر رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقراء ة الا مام له قرائة (ابن ماجه ص ۶۱ باب اذا قرء الامام فانصتوا)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا کوئی امام ہو تو امام کی قرأت اس کی

قرأت ہے (یعنی امام کی قرأت اس کے لئے کافی ہے)

(۸) مسند امام اعظم میں ہے: ابو حنیفة عن موسی عن عبد اللّٰہ بن شداد عن جابر بن عبد اللّٰہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من کان له امام فقراء ة الا مام له قرائة (مسند امام اعظم ص ۱۳۳ مترجم)

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کا کوئی امام ہو (یعنی نماز با جماعت پڑھ رہا ہو) تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

(۹) مؤطا امام محمد میں ہے: قال محمد اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشة عن عبد اللّٰہ بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبداللّٰہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الا مام فان قراء ة الا مام له قراء ة (موطا امام محمد ص ۷۷ باب القرأة فی الصلوٰة خلف الا مام)

امام محمدؒ فرماتے ہیں امام ابو حنیفہؒ نے ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشہ سے انہوں نے عبد اللہ بن شداد بن الہاد سے انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لئے قرأت ہے۔

(۱۰) زجاجۃ المصابیح میں ہے: عن جابر بن عبد اللّٰہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انه قال من صلی خلف الا مام فان قراء ة الا مام له قرأة. رواه محمد، والدار قطنی والبیهقی عن امامنا ابی حنیفة وهو احسن طرقه حکم علیه ابن الهما بانه صحیح علی شرط الشیخین وقال العینی هو حدیث صحیح اما ابو حنیفة فابو حنیفة وموسیٰ بن عائشة الکوفی من الثقات الا ثبات من رجال الصحیحین وعبد اللّٰہ بن شداد من کبار الشامین وثقا تهم وهو حدیث صحیح، انتهیٰ. (باب القرأة فی الصلوٰة زجاجة المصابیح ص ۲۴۸، ص ۲۴۹)

حضرت جابرؓ نبی ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے امام محمدؒ، دار قطنی اور بیہقی نے ہمارے امام ابو حنیفہؒ سے اسے روایت کیا ہے اور اس حدیث کی سند سب سے احسن ہے اور اس کے متعلق علامہ امام ابن الہمام نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے موافق ہے اور علامہ عینیؒ نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے، ابو حنیفہ تو ابو حنیفہ ہی ہیں۔ ان کا کیا کہنا، اور موسیٰ بن عائشہ نہ صرف ثقہ اور معتبر ہیں بلکہ بخاری اور مسلم کے راویوں میں سے ہیں اور عبد اللہ بن شداد شام کے بڑے محدث اور ثقہ ہیں اور اس سند کی مذکورہ تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

(۱۱) مؤطا امام محمد میں ایک اور روایت ہے۔

قال محمد اخبر نا اسرائیل حدثنی موسیٰ بن ابی عائشة عن عبد اللّٰہ بن شداد بن الهاد قال ام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی العصر قال فقرأ رجل خلفه فغمزه الذی یلیه فلما ان صلی قال لم غمز تنی قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد امک فکرهت ان تقرأ خلقه

فسمعه النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من کان له امام فان قرأته له قرأة (مؤطا امام محمد ص ۷۸، ص ۷۹ باب القرأة فی الصلوة خلف الامام)

یعنی: عبداللہ بن شداد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی ایک شخص نے آپ کے پیچھے قرأت کی ان کے پاس والے شخص نے انہیں ہاتھ لگا کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا نماز کے بعد اس شخص نے کہا تم نے مجھے خاموش رہنے کے لئے کیوں اشارہ کیا انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ تمہارے آگے ہیں اس لئے میں نے اس کو ناپسند سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے تم قرأت کرو یہ گفتگو سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس شخص کا کوئی امام ہو تو بے شک اس (امام) کا قرأت کرنا اس (مقتدی) کا قرأت کرنا ہے۔

(۱۲) کتاب الآثار میں ہے۔ محمد قال اخبرنا ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن موسی بن ابی عائشة عن عبد اللہ بن شداد بن الهاد عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال صلی رسول اللہ ﷺ ورجل یقرأ خلفه، فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینهاه عن القرائة فی الصلوة فقال اتنهانی عن القراءة خلف نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قراءة الامام له قراءة قال محمد وبه نأخذ وهو قول ابی حنیفة (کتاب الآثار ص ۲۳ باب القرأة خلف الامام)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور ایک شخص آپ کے پیچھے قرأت کرتا تھا تو نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت کرنے سے روکنے لگے اس نے کہا تم مجھ کو نبی ﷺ کی پیچھے قرأت کرنے سے روکتے ہو، دونوں کے درمیان اس سلسلہ میں نزاع ہونے لگا یہاں تک کہ اس بات کا تذکرہ نبی ﷺ سے کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قراءت اس کے لئے قرأت ہے، امام محمدؒ فرماتے ہیں اسی پر ہمارا عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

(۱۳) زجاجۃ المصابیح میں ہے: عن علی رضی اللہ عنہ قال سئل رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقرأ خلف الامام او انصت قال لا بل انصت فانه یکفیک رواه البیهقی. (زجاجة المصابیح ص ۲۵۰ ج ۱ باب القرأة فی الصلوة)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا میں امام کے پیچھے قراءت کروں یا خاموش رہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا قراءت مت کرو بلکہ خاموش رہو کیونکہ وہ (امام کی قرائت) تمہارے لئے کافی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امام کی قراءت کافی ہے سری نماز ہو جہری۔

(۱۴) زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتکفیک قرأة الامام خافت او جهر رواه الدار قطنی (زجاجة المصابیح ج ۱ ص ۲۵۰ باب القرائة فی الصلاة)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تمہارے لئے امام کی

قرائت کافی ہے سری نماز ہو جہری۔

(۱۵) مسلم شریف میں ہے: حدثنا قتیبة بن سعید قال نا یعقوب یعنی ابن عبدالرحمن عن سهیل عن ابیه عن ابی هریرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال اذا قال القاری غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین فقال من خلفه' اٰمین فوافق قوله قول اهل السمآء غفر له ما تقدم من ذنبه (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۷۶ باب التسمیع والتحمید والتامین)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قرآن پڑھنے والا غیر المغضوب علیهم ولا الضالین کہے، پس جو لوگ اس کے پیچھے ہیں (یعنی مقتدی) وہ آمین کہیں، پس جس کی آمین آسمان والوں (یعنی فرشتوں) کی آمین کے موافق ہوگی اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

یہ حدیث نماز باجماعت سے متعلق ہے اور اس حدیث میں قرآن پڑھنے والے کا اطلاق صرف امام پر کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرأت کرنا صرف امام کی ذمہ داری ہے اگر مقتدی پر بھی قرأت لازم ہوتی تو امام کی تخصیص نہ کی جاتی، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ صرف امام پڑھے گا، اسی لئے ارشاد فرمایا کہ جب قرآن پڑھنے والا یعنی امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو مقتدی آمین کہیں۔

(۱۶) بخاری شریف میں بھی یہ روایت ہے۔

حدثنا علی بن عبد اللہ قال حدثنا سفیان قال الزهری حدثناه عن سعید بن المسیب عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال اذا امن القاری فامنوا فان الملائکة تؤمن فمن وافق تامینه تامین الملئکة غفر له ما تقدم من ذنبه (بخاری شریف ج ۲ ص ۹۴۷ کتاب الدعوات ، باب التامین)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب قاری (یعنی امام) آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو، پس بے شک ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جاتی ہے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

اس حدیث میں بھی قاری سے مراد امام ہی ہے، معلوم ہوا کہ امام ہی قراءت کرے گا اور مقتدی خاموش رہیں گے، اگر مقتدی پر بھی قرأت ہوتی تو ارشاد یوں ہوتا جب تم ولا الضالین کہو تو اس کے بعد آمین کہو۔

اس کے علاوہ متعدد جلیل القدر صحابہ و تابعین کے اقوال حنفیہ کی تائید میں ہیں چند یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔

آثار صحابہ و تابعین

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن معمر قال ...... واخبرنی موسیٰ بن عقبة ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وابو بکر و عمر و عثمان کانوا ینهون عن القراء ة خلف الا مام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۹ ج ۲)

(باب القراءة خلف الامام)

موسیٰ بن عقبہ نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے تھے۔ (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۰ ج ۱)

مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

عبدالرزاق عن ابن عينية عن ابی اسحاق الشيبانی عن رجل قال : عهد عمر بن الخطاب ان لا تقرأ وامع الامام (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۳۸ رجاجة المصابيح ص ۲۵۱ ج ۱ باب القراة فی الصلوٰة)

ایک شخص نے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے ہم سے عہد لیا کہ ہم امام کے ساتھ قراءت نہ کریں۔

حضرت علیؓ کے آثار:

طحاوی شریف میں ہے حدثنا فهد ..... قال سمعت ابی ليلیٰ قال قال علی رضی اللہ عنہ من قرأ خلف الامام فليس علی الفطرة (طحاوی شريف ص ۱۰۷ ج ۱)

حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے وہ فطرت پر نہیں ہے۔ (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۱ ج ۱)

مصنف عبدالرزاق میں ہے عبدالرزاق عن الحسن ..... عن عبد اللہ بن ابی ليلیٰ قال: سمعت علياً يقول: من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة.

حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس نے فطرت کے خلاف کیا۔ (باب القرأة خلف الامام مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۷ ج ۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے آثار:

مصنف عبدالرزاق میں ہے: عبدالرزاق عن منصور عن ابی وائل قال: جاء رجل الیٰ عبداللہ فقال : يا ابا عبدالرحمن! اقرأ خلف الامام ؟ قال انصت للقرآن فان فی الصلاة شغلاً وسيكفيک ذلک الامام (باب القرأة خلف الامام مصنف عبدالرزاق ص ۱۳۸ ج ۲)(موطا امام محمد ص ۹۸)

ابووائل سے روایت ہے کہ ایک شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں امام کے پیچھے قرأت کرلیا کروں؟ فرمایا قرآن کے لئے خاموش رہو کیونکہ نماز میں دوسرا شغل ہے (یعنی قرآن کے اوامر ونواہی اور وعدہ وعید پر غور کرنا) اور تم کو قرأت کے بارے میں امام کافی ہے۔

مؤطا امام محمد میں ہے۔قال محمد اخبرنا محمد بن ابان بن صالح القرشی عن حماد عن ابراهيم النخعی عن علقمة بن قيس ان عبد اللہ بن مسعود كان لا يقرأ خلف الامام فيما يجهر فيه وفيما يخافت فيه فی الاولیين ولا فی الاخريين واذا صلی وحده قرأ فی الاولیين بفاتحة الكتاب وسورة ولم يقرأ فی الاخريين شيئا (باب القرأة خلف الامام) مؤطا امام محمد ص ۹۸)

علقمہ بن قیس سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ آخری دو رکعتوں میں، اور جب تنہا نماز پڑھتے تو پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا اثر:

عن ابی حمزة قال قلت لابن عباس اقرأ والامام بین یدی فقال : لا .طحاوی شریف ص ۱۰۸ ج ۱ باب القرأة خلف الا مام)

ابوحمزہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ابن عباسؓ سے عرض کیا امام میرے آگے (قرأت کرتا ہو اس وقت میں قراءت کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں (قراءت مت کرو)۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر:

عبدالرزاق عن ھشام بن حسان عن انس بن سیرین قال سئالت ابن عمر اقرأ مع الا مام فقال انک لضخم البطن قراۃ الا مام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲)

ابن سیرین کہتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، میں امام کے پیچھے قرأت کیا کروں؟ فرمایا تو تو بڑے پیٹ کا معلوم ہوتا ہے (تجھے) امام کی قرأت (کافی ہے)

(۲) عبد الرزاق قال اخبرنا دائو د بن قیس عن زید بن اسلم عن ابن عمر کان ینھیٰ عن القرأۃ خلف الا مام (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۲ باب القرأة خلف الامام)

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

(۳) مؤطا امام محمد میں ہے: قال محمد اخبر نا عبید اللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب عن نافع عن ابن عمر قال من صلی خلف الا مام کفته قرأ ته (مؤطا امام محمد ص ۷۶ ایضاً)

نافع، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے اس کے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

(۴) قال محمد اخبرنا عبدالرحمن بن عبد اللہ المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر رضی اللہ عنه انه سائل عن القرأة خلف الا مام قال تکفیک قرأ ۃ الا مام (موطأ امام محمد ص ۷۷ ایضاً)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے قرأت خلف الامام کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا تمہارے لئے امام کی قرأت کافی ہے۔

حضرت زید بن ثابتؓ کا اثر:

عن عطاء بن یسارانه سأل زیداً عن القراء ة مع الامام فقال لا قراء ة مع الامام فی شئ رواه مسلم فی باب سجود التلاوة (زجاجة المصابیح ج ا ص ۲۵۱ باب القرأة فی الصلوٰة)(مسلم شریف ص ۲۱۵ ج ۱)

عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ انہوں نے زید بن ثابتؓ سے امام کے ساتھ قرأت کرنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا امام کے ساتھ کسی حالت میں بھی قرأت نہیں، یہ روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں باب سجود التلاوۃ میں نقل فرمائی ہے۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے:۔ اخبرنا عبدالرزاق قال عن الثوری عن ابن ذکوان عن زید بن ثابت وابن عمر کان لا یقرأن خلف الامام.(مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۰ ج ۱)

امام ثوری ابن ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن ثابتؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

طحاوی شریف میں ہے:۔عن عطاء بن یسار عن زید بن ثابت سمعه یقول لا تقرأ خلف الا مام فی شئی من الصلوات (طحاوی شریف ص ۱۰۸ ج ۱ باب القرأة خلف الامام)

عطاء بن یسار نے زید بن ثابتؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قرأت مت کیا کرو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا اثر:

عن جابر قال لا یقرء خلف الا مام لاان جهر و لا ان خافت ، رواه ابن ابی شیبه فی مصنفه.(زجاجة المصابیح باب القراة فی الصلوٰة ص ۲۵۱ ج ۱)

حضرت جابرؓ نے فرمایا امام کے پیچھے قرأت نہ کی جائے نہ جہری نماز میں، نہ سری نماز میں۔

عن عبید اللّٰہبن مقسم انه سأل عبد اللّٰہبن عمرو زید بن ثابت وجابر بن عبدالله فقالوا لا تقرؤا خلف الا مام فی شئی من الصلوات (طحاوی شریف ج ۱ ص ۱۰۷)

عبید اللہ بن مقسم نے عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے (قرأت خلف الامام کے متعلق دریافت کیا) ان تمام حضرات نے فرمایا تم امام کے پیچھے کسی بھی نماز میں قراءت مت کرو۔

عبدالرزاق عن داؤد بن قیس عن عبید اللّٰہبن مقسم قال : سئلت جابر بن عبد اللّٰہاتقرآء خلف الا مام فی الظهر والعصر شیئاً ؟فقال لا (باب القرأة خلف الا مام مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۱ ج ۲)

عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں کہ میں نے جابر بن عبداللہ سے دریافت کیا، آپ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔

علقمہ بن قیس کا اثر:

قال محمد اخبرنا بکیر بن عامر حدثنا ابراھیم النخعی عن علقمۃ بن قیس قال لان اعض علی جمرۃ احب الی من ان اقرء خلف الا مام(مؤطا امام محمد ص ۸۷)(باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الا مام)

ابراہیم نخعی علقمہ بن قیس سے روایت کرتے ہیں علقمہ نے فرمایا میں دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ انگارے تھامے رہوں یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں امام کے پیچھے قراءت کروں۔

کتاب الآثار میں ہے۔ محمد قال اخبر نا ابو حنیفۃ قال حدثنا حماد عن ابراھیم قال ما قرء علقمۃ بن قیس قط فیما یجھرولا فیما لا یجھر فیہ ولا فی الرکعتین الا خریین ام القران ولا غیر ھا خلف الا مام(کتاب الآثار ص ۲۲ باب القراءۃ خلف الا مام)

امام ابوحنیفہ نے حماد سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ علقمہ بن قیس نے کبھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کی نہ جہری نماز میں نہ سری نماز میں، نہ سورۂ فاتحہ پڑھتے تھے نہ اور کوئی سورت۔

محمد بن سیرینؒ کا اثر:۔

حدثنا الثقفی عن محمد قال لا اعلم القراءۃ خلف الا مام من السنۃ (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۳۷۷ من کرہ القرأۃ خلف الا مام)

محمد بن سیرین سے روایت ہے انہوں نے فرمایا میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو مسنون نہیں سمجھتا۔

سوید بن غفلہ کا اثر:

حدثنا الفضل عن زھیر عن الولید بن قیس قال سألت سوید بن غفلۃ اقرأ خلف الا مام فی الظھر والعصر فقال لا (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۷۷ ج ۱ من کرہ القراءۃ خلف الامام)

فضل زہیر سے وہ ولید بن قیس سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا میں نے سوید بن غفلہ سے (جو بڑے درجہ کے تابعی ہیں اور بعض نے ان کو صحابی بھی کہا ہے) دریافت کیا میں ظہر وعصر میں امام کے پیچھے قرأت کرلیا کروں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔

ابراہیم نخعی کا اثر:

قال محمد اخبر نا اسرائیل بن یونس حدثنا منصورعن ابراھیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتھم (مؤطا امام محمدؒ ص ۸۷ باب القرأۃ خلف الا مام)

منصور ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے امام کے پیچھے سب سے پہلے قرأت کی وہ دین میں متہم تھا۔

مولانا ظفر احمد تھانوی تحریر فرماتے ہیں: ف۔ ابراہیم نخعی فقہاء کوفہ میں سے ہیں بظاہر مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوفہ میں سب سے پہلے جس شخص نے قرأت خلف الامام شروع کی وہ متہم تھا ممکن ہے کوئی خارجی یا قدری ہو، اس سے پہلے اہل کوفہ کا عمل عبداللہ بن مسعود کے موافق تھا کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرتے تھے، ابراہیم نخعی کا یہ مطلب نہیں کہ مکہ اور حجاز میں بھی قرأت خلف الامام کرنے والمبتدع یا متہم تھا (فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۴۱، ص ۴۲)

ان کے علاوہ اور بھی روایات ہیں جن کو ہم نے مصلحتاً چھوڑ دیا۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ قال الشیخ ابن الھمام وغیرہ ان المامور به اثنان الا ستماع و الانصات فالاول فی الجھریۃ والثانی فی السریۃ فالمعنی اذ قرئ القرآن فاستمعوا له ان جھربه وانصتوا واسکتوا ان اسربه انتھی وبه اخذ اما منا ابو حنیفه واصحابه وقال به جابر بن عبد اللّٰہ وزید بن ثابت وعلی بن ابی طالب، وعمر بن الخطاب وعبد اللّٰہ بن مسعود علی ما ھو الا رجح فی الروایة عنھما، وسفیان الثوری وسفیان بن عیینة وابن ابی لیلیٰ والحسن بن صالح بن حیی وابراھیم النخعی واصحاب ابن مسعود وغیرھم من مشاھیر الصحابة والتابعین کذا ذکرہ ابن عبدالبر فی الا ستذکار والتمھید وقال العینی وقد روی منع القرأۃ عن ثمانین نفرا من کبار الصحابةمنھم المرتضی و العبادلة الثلاثة واسا میھم عند اھل الحدیث وقیل تجاوز عدد من افتی فی ذلک الزمان عن الثمانین فکان اتفاقھم بمنزلة الاجماع وذکر الشیخ الامام عبد اللّٰہ بن یعقوب الحارثی السبذمونی فی کتاب کشف الا سرار عن عبد اللّٰہ بن زید بن اسلم عن ابیه قال عشرۃ من اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ینھون عن القراءۃ خلف الا مام اشد النھی ابو بکر الصدیق وعمر بن الخطاب وعثمان بن عفان وعلی بن ابی طالب وعبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وعبد اللّٰہ بن مسعود و زید بن ثابت وعبد اللّٰہ بن عمرو عبد اللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ عنھم الخ (باب القرأۃ فی الصلاۃ زجاجة المصابیح ص ۲۴۲ ج ۱)۔

ترجمہ:۔ شیخ ابن ہمام اور دیگر فقہاء فرماتے ہیں کہ نماز میں مقتدی کو قرأت کے متعلق دو حکم ہیں ایک استماع یعنی کان لگا کر سننا اور دوسرا حکم انصات یعنی چپ رہنا پہلا حکم (یعنی استماع) جہری نمازوں سے متعلق ہے اور دوسرا حکم (یعنی انصات) سری نمازوں سے متعلق ہے، پس آیت کے معنی یہ ہیں، اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو خوب غور سے سنو، اگر جہر سے پڑھ رہا ہو، اور خاموش (چپ) رہو اگر آہستہ پڑھے۔ ہمارے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں نے اسی کو اختیار فرمایا ہے (کہ مقتدی یا غور سے سنے یا خاموش رہے خود قرأت خلف الامام نہ کرے) اور حضرت جابر بن عبداللہؓ زید بن ثابت) اور حضرت علی بن ابو طالبؓ کا بھی یہی قول ہے اور حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے جو راجح روایت آئی ہے وہ بھی یہی ہے نیز سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح بن حیی، ابراہیم نخعی اور عبداللہ بن مسعودؓ کے جملہ شاگرد اور ان سب کے سوا مشہور صحابہ وتابعین ہیں وہ سب قرأت خلف الامام کی ممانعت کے قائل ہیں ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے استذکار اور تمہید میں اسی طرح بیان فرمایا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرأت خلف الامام کی ممانعت اسی ۸۰ جلیل القدر صحابہ سے مروی ہے جن میں حضرت علی مرتضیٰ،

عبادلہ ثلاثہ یعنی عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم ہیں اور ان اسی ۸۰ صحابہ کے اسماء محدثین کے پاس محفوظ ہیں، اور منقول ہے کہ قراءت خلف الامام کی ممانعت کے متعلق ہی اس زمانہ میں فتویٰ دینے والوں کی تعداد اسی ۸۰ سے متجاوز تھی اور ان سب حضرات کا قرأت خلف الامام کی ممانعت پر اتفاق کر لینا اجماع کی طرح ہے اور شیخ امام عبداللہ بن یعقوب حارثی السبذمونی نے کتاب کشف الاسرار میں عبداللہ بن زید اسلمؒ سے نقل کیا ہے وہ اپنے والد (زید بن اسلمؒ) سے روایت کرتے ہیں، آپ نے (یعنی زید بن اسلمؒ) فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں دس صحابہ قرأت خلف الامام سے بہت سختی کے ساتھ منع کرتے تھے وہ دس صحابہ یہ ہیں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر بن الخطاب حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے (وان کان ماموماً لا یقرأ) لقولہ تعالیٰ واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتو، قال ابن عباس وابو هريرة رضی اللہ عنهما وجماعة من المفسرين نزلت فی الصلوٰة خاصة حين كانوا يقرؤن خلفه عليه الصلوة والسلام وعن ابی هريرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به فاذا قرء فانصتوا، وقال صلی اللہ عليه سلم من كان ماموماً فقرأة الامام له قرأة، وروی الشعبی عن النبی صلی اللہ عليه وسلم لا قرأة خلف الامام (الاختيار لتعليل المختار ص ۵۰ ج ۱)

اور اگر مقتدی ہو تو قراءت نہ کرے، اللہ تعالیٰ کے فرمان واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا کی وجہ سے، حضرت ابن عباسؓ حضرت ابوہریرہؓ اور مفسرین کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی جب کہ لوگ حضور اقدس ﷺ کے پیچھے قرأت کرتے تھے، اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو، اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص مقتدی ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے اور شعبی نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہیں ہے۔

رسائل الارکان میں ہے: وليس على المقتدی قراءة ويكفيه قرأة امامه عندنا وعند الامامين احمد رحمه اللہ ومالك رحمه اللہ. الى قوله. وحجتنا ماروی جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم من كان له امام فقراءة الامام له قراءة هذا حديث صحيح رواه الامام ابو حنيفة وقد ذكر الامام محمد فی المؤطا ان اخبره ذكر السند، وابن عدی بسنده عن ابی حنيفة وحكم بصحته ابن الجوزی وقد اطال الكلام ههنا فی فتح القدير وذكر اسانيد هذا الحديث وبين صحة سندين متصلين الى رسول اللہ صلی اللہ عليه وسلم وسند ابی حنيفة اصح وقد ثبت عن اكابر الصحابة مثل مذهبنا...... الخ.

مقتدی پر قرأت نہیں ہے ہمارے نزدیک اور امام احمدؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک امام کی قرأت اس کے لئے

کافی ہے۔الی قولہ۔ ہماری دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس کا امام ہو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے، یہ حدیث صحیح ہے امام ابوحنیفہؒ نے اسے روایت کیا ہے اور امام محمدؒ نے مؤطا میں بیان کیا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ روایت انہیں بیان کی اور ابن عدی نے اپنی سند سے امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت نقل کی ہے اور ابن جوزیؒ نے اس کی صحت کا حکم لگایا ہے فتح القدیر میں اس موقع پر بہت تفصیلی کلام کیا ہے اور اس حدیث کی سندیں بیان کیں اور اور رسول اللہ ﷺ تک دونوں متصل سند کی صحت بیان کی اور امام ابوحنیفہؒ کی سند اصح ہے اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہمارے مذہب کے مانند ثابت ہے...... الخ۔

حافظ ابن تیمیہؒ کو غیر مقلدین اپنا امام مانتے ہیں، ارقام فرماتے ہیں۔

فالنزاع من الطرفين لكن الذين ينهون عن القراءة خلف الامام جمهور السلف والخلف ومعهم الكتاب والسنة الصحيحة والذين اوجبوها على المأموم فحديثهم ضعفه ائمة. (تنوع العبادات ص ۸٦)

مسئلہ زیر بحث میں نزاع طرفین سے ہے لیکن جو لوگ امام کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہیں وہ جمہور السلف والخلف ہیں اور اور ان کے ساتھ کتاب اللہ وسنت صحیحہ ہے اور جو لوگ امام کے پیچھے مقتدیوں کیلئے قرأت کو واجب قرار دیتے ہیں ان کی حدیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

تفسیر حقانی میں ہے جب امام قرآن آواز سے پڑھے تو مقتدیوں کے لئے سکوت کر کے سننے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، چنانچہ ترمذی نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ نماز جہری پڑھا رہے تھے، فارغ ہو کر پوچھا کہ کیا کسی نے میرے ساتھ پڑھا تھا کہا ہاں یا رسول اللہ، آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی کہتا تھا کہ مجھ سے کوئی قرآن میں جھگڑ رہا ہے اس وقت سے لوگ آنحضرت ﷺ کے ساتھ صلوٰۃ جہریہ میں پڑھنے سے رک گئے۔ اس حدیث کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور یہی مضمون ابن مسعودؓ وعمران بن حصینؓ وجابر بن عبداللہؓ سے منقول ہے، اور اسی طرح مسلم نے ایک حدیث روایت کی ہے **انما جعل الامام** الخ جس کے اخیر میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی منقول ہے **اذا قرء فانصتوا** کہ جب امام پڑھے تو مقتدیوں کو چپ چاپ رہنا چاہئے، اور اسی طرح ترمذی نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز نہ ہوگی مگر جب کہ امام کے پیچھے ہو اس حدیث کو بھی ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور اسی حدیث کو امام طحاوی نے مرفوعاً رواہت کیا ہے اور احمد اور مالک نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور دیگر محدثین نے بھی اور اسی مضمون کی اور بہت سی احادیث امام محمد وابوبکر بن شیبہ وغیرہ نے روایت کی ہیں۔لہذا اس آیت اور ان احادیث پر لحاظ کر کے امام ابوحنیفہؒ امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے بلکہ سننے اور سکوت کرنے کا حکم دیتے ہیں، اور صحابہ میں عبداللہ بن مسعودؓ وجابر بن عبداللہ اور ابن عمرؓ وغیرہم بھی امام کے پیچھے الحمد نہیں پڑھتے تھے، امام شافعی اور بعض محدثین آیت اور احادیث مذکورہ کو مخصوص کر کے امام کے پیچھے صرف الحمد پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں نہ اس طرح سے کہ امام بھی پڑھے اور وہ بھی پڑھے بلکہ جب امام سکتہ کرے تو پڑھے، ترمذی کہتے ہیں کہ **اختار اصحاب الحديث ان لا يقرء الرجل اذا جهر الامام بالقرأة وقالوا يتبع سكتات الامام** اور دلیل ان کی حدیث ابوہریرہ ہے کہ **من صلى صلوٰة لم يقرء**

فیھا بام القرآن فھی خداج غیر تمام کہ جو نماز میں الحمد نہ پڑھے گا اس کی نماز ناقص ہوگی، مگر محدثین خصوصاً امام احمدؒ نے جو امام حدیث ہیں اس حدیث کو حالت انفراد پر محمول کیا ہے یعنی الحمد کا پڑھنا جو ضروری ہے تو اس حالت میں ہے کہ جب اکیلا ہو امام کے پیچھے نہیں چنانچہ ترمذی کہتے ہیں واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبد اللہ حیث قال من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔ بس جب امام المحدثین کے نزدیک اس حدیث کے کہ جس سے الحمد پڑھنا ضروری ثابت کیا جاتا ہے یہ معنی ہوئے تو پھر اس سے آیت کو خاص کرنا جو بقول بیہقی بالا جماع نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے محض تکلف ہے اور اس آیت مکیہ کو سکوت بوقت خطبہ پر محمول کرنا جو مدینہ میں آکر مشروع ہوا اور بھی تکلف ہے، نظر بریں آیت جماعت میں مقتدی کو سکوت کرنا اور دل سے قرآن سننا چاہئے (تفسیر حقانی ص ۱۸۲ ص ۱۸۳ ج ۴ پارہ نمبر ۹ سورۂ اعراف، رکوع نمبر ۱۳)

شیخ الاسلام حضرت العلامہ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں، حنفیہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ قیاس صحیح کئی وجوہ سے ان کی تائید کرتا ہے، اول تو یہ کہ مقتدی پر قرأت خلف الامام کا وجوب صراحۃً کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا حالانکہ یہ معاملہ نہایت کثیر الوقوع اور اہم ہے ایسے معاملہ میں قرأت کے وجوب کا صریح حکم نہ ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ مقتدی کے ذمہ قرأت واجب نہیں ہے، دوسرے یہ کہ مقتدی کے ذمہ قرأت ہوتی تو اس کا کوئی موقع ومحل متعین ہوتا مثلاً امام کو حکم ہوتا کہ وہ قرائت فاتحہ کے بعد یا اس کی آیتوں پر وقف کے بعد اتنا سکتہ کیا کرے کہ اس میں مقتدی قرأت کرلیا کریں لیکن ایسا حکم کہیں نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کے ذمہ قرأت نہیں ہے، ورنہ جب مستحبات جیسے ربنا لک الحمد اور آمین کہنے کا موقع ومحل متعین کردیا گیا ہے تو الحمد پڑھنے کا کیوں نہ متعین کیا جاتا جو فرض ہے..... الخ (معارف مدینہ ص ۱۰۶ حصہ پنجم)

(۱) حدیث عبادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ابتداء جواب میں امام سفیان بن عیینہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے حوالہ سے عرض کیا گیا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کو شامل نہیں ہے، لہٰذا اس حدیث میں عمومیت نہیں ہے اور اگر اس روایت کو عموم پر رکھا جائے تو روایات میں تعارض ہوگا" الا ان یکون وراء الامام اور من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ " کا کیا محمل ہوگا؟ ان احادیث کا ترک لازم ہوگا، اس کے برعکس احناف کا جو مسلک ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو روایات میں تعارض نہ ہوگا اور ہر ایک کا محمل متعین ہوجائے گا کہ حدیث عبادہ منفرد اور امام کے حق میں ہے اور دیگر احادیث مقتدی کے حق میں۔

(۲) مدرک رکوع (یعنی وہ شخص جو امام کو رکوع میں پائے) کے متعلق جمہور صحابہ اور تمام ائمہ فرماتے ہیں کہ اس کو وہ رکعت مل گئی اور یہ بات حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جئتم الی الصلوٰۃ ونحن سجود فاسجدوا و لا تعدوہ شیئا ومن ادرک رکعۃ (ای رکوعا مع الامام) فقد ادرک الصلوٰۃ رواہ ابوداؤد، یعنی حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم نماز کے لئے آؤ اور ہم سجدہ میں ہوں تو تم سجدہ کرو اور اس سجدہ کو شمار مت کرو اور جو شخص (امام کے ساتھ) رکوع پالے تو اس نے وہ رکعت پالی، ابوداؤد (مشکوٰۃ

شریف ص ۱۰۲ ۱ باب ما علی الماموم) حالانکہ مدرک رکوع سورۂ فاتحہ نہیں پڑھ سکا، جولوگ قرأت فاتحہ کو فرض کہتے ہیں ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ اسے رکعت مل گئی اگر چہ سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، نہ کہنا کہ رکوع ملنے سے رکعت کامل جانا صرف ان لوگوں کا قول ہے جو قرأت خلف الامام کی قائل نہیں ہیں مگر مذکورہ حدیث مرفوع کے پیش نظر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ بات حدیث مرفوع سے ثابت ہے اس لئے یہ قول قابل قبول نہیں ہوسکتا خواہ یہ کسی کا قول ہو۔

(۳) غیر مقلدین لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب سے استدلال کر کے مقتدی پر بھی سورۂ فاتحہ پڑھنے کو فرض قرار دیتے ہیں مگر اس حدیث میں فصاعداً کی زیادتی بھی مروی ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں (مسلم شریف ص ۱۶۹ ج ۱ باب وجوب قراءۃ الفاتحہ) (مشکوٰۃ شریف ص ۷۸ باب القراءت فی الصلوٰۃ) بعض محدثین فرماتے ہیں کہ فصاعداً کی زیادتی میں معمر متفرد ہے، مگر یہ بات صحیح نہیں متابعت وموافقت کرنے والے دیگر ثقات موجود ہیں ''حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں،، اس پر بعض محدثین کا یہ کہنا کہ لفظ فصاعداً کو صرف معمر نے تنہا زیادہ کیا ہے درست نہیں ہے کیونکہ ابوداؤد کی سند میں سفیان بن عیینہ نے بھی معمر کی موافقت کی ہے وہ بھی زہری سے معمر کی طرح روایت کرتے اور فصاعداً بڑھاتے ہیں پھر صالح (بن کیسان) اور امام اوزاعی اور عبدالرحمن بن اسحاق وغیرہ جیسے ثقات نے بھی زہری سے اسی طرح روایت کیا ہے جیسا عمر نے بیان کیا ہے۔ (فاتحۃ الکلام فی القراءۃ خلف الامام ص ۵۱) اور اس کی (لفظ فصاعدا کی) تائید دیگر احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرأ بفاتحۃ الکتاب وما تیسر یعنی رسول اللہ ﷺ نے ہم کو سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو آسان ہو پڑھنے کا حکم دیا، اور ایک روایت میں اس طرح ہے الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد نماز نہیں ہوتی ہے مگر سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے ساتھ (ابوداؤد شریف ص ۱۲۵ ج ۱) (باب من ترک القراءۃ فی الصلوٰۃ) اور اس کی تائید مندرجہ ذیل روایات سے بھی ہوتی ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے عن ابی سعید قال امرنا ان نقرء بفاتحۃ الکتاب وما تیسر، ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہم کو سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ جو آسان ہو پڑھنے کا حکم دیا گیا دوسری روایت میں اس طرح ہے عن ابی ھریرہ قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان انادی انہ لا صلوٰۃ الا بقراءۃ فاتحۃ الکتاب فما زاد، حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا کہ میں اعلان کروں کہ نماز نہیں ہوتی ہے مگر سورۂ فاتحہ اور کچھ زیادہ پڑھنے کے ساتھ (ابوداؤد شریف ص ۱۲۵ ج ۱، باب من ترک القرأۃ فی صلاتہ) ابن ماجہ شریف میں روایت ہے عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ فی کل رکعۃ الحمد وسورۃ فی فریضۃ او غیرھا ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس شخص کی نماز نہیں جو فرض یا غیر فرض میں الحمد اور سورت نہ پڑھے (ابن ماجہ شریف ص ۶۱، باب القراءۃ خلف الامام)

ان روایات کے پیش نظر مقتدی پر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ سورت یا ایک دو آیتیں پڑھنا بھی فرض قرار دینا چاہئے، حالانکہ وہ اس کے قائل نہیں، کیا وجہ ہے کہ حدیث کے ایک جز کو لیا گیا اور دوسرے جزء کو بلا کسی دلیل کے ترک

کر دیا گیا؟ اس سے تو احناف کا مدعا ثابت ہوتا ہے کہ یہ حدیث مقتدی کے بارے میں ہے ہی نہیں بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے کہ ان پر سورۂ فاتحہ اور اس کے ساتھ ایک سورت یا دو تین آیتیں پڑھنا واجب ہے۔

الحاصل: مقتدیوں کے ذمہ قراءت فاتحہ کے لزوم اور وجوب کا دعویٰ صحیح نہیں ہے امام کی قرأت مقتدیوں کی قرأت ہے خواہ جہری نماز ہو یا سری، جیسا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کا سترہ ہے حدیث الامام ضامن (ابن ماجہ ص ۷۰) بھی اس کی موید ہے کہ ضمانت وجوب حق پر دال ہے اور ظاہر ہے کہ ادائے حق ضمانت سے اصل مدیون بری ہو جاتا ہے، لہذا حنفیوں کی نماز نہ ہونے کا زعم قطعاً غلط ہے۔

حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ آپ مقتدی کے لئے ہر نماز میں چاہے وہ جہری ہو یا سری قرأت خلف الامام کو واجب اور ضروری قرار دیتے ہیں مگر آپ کی آخری تصنیفات میں کتاب الام جو بہت مشہور کتاب ہے اس میں آپ نے جو تحریر فرمایا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(قال الشافعی) فواجب علی من صلی منفرداً واماماً ان یقرء بام القرآن فی کل رکعة لا یجزیه غیرها واحب ان یقرء معها شیئاً آیة او اکثر وساذکر الماموم انشاء اللہ (کتاب الام ص ۹۳ ج ۱)

سو منفرد اور امام پر واجب ہے کہ وہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھیں اس کے سوا کوئی اور سورت کفایت نہیں کر سکتی اور میں اس کو بھی زیادہ پسند کرتا ہوں کہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھیں ایک آیت ہو یا اس سے زیادہ اور میں مقتدی کا حکم آگے بیان کروں گا انشاء اللہ۔

اس عبارت میں امام شافعیؒ امام اور منفرد کی تشریح کرتے ہوئے ان کا فریضہ بتلاتے ہیں کہ ان کو نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اور مقتدی کا وظیفہ کیا ہے اس کے متعلق فرمایا کہ میں خود انشاء اللہ العزیز اس کا حکم بیان کروں گا، چنانچہ جلد سابع میں تحریر فرمایا ہے۔

ونحن نقول کل صلوٰۃ صلیت خلف الامام والامام یقرء قراءۃ لا یسمع فیها قرأ فیها...... (کتاب الام ص ۱۵۳ ج ۷)

اور ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ نماز جو امام کے پیچھے پڑھی جائے اور امام ایسی قرأت کرتا ہو جو سنی نہ جاتی ہو (یعنی سری نماز ہو) تو مقتدی ایسی نماز میں قرأت کرے۔

امام شافعی ﷫ کی یہ عبارت اس بات کو واشگاف کرتی ہے کہ مقتدی کو جہری نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا درست نہیں ہے اور نہ واجب ہے بلکہ مقتدی صرف ان نمازوں میں امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھ سکتا ہے جس میں امام کی قراءت کی آواز نہ سنی جا سکتی ہو اور وہ سری نماز ہو، اسی لئے انہوں نے **قراءۃ لا یسمع** ارشاد فرما کر جہری اور سری نمازوں میں مقتدی کا وظیفہ متعین کر دیا ہے۔

مندرجۂ بالا جواب کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ کے مضمون پر نظر پڑی، حضرت مرحوم نے بہت عمدہ اور تشفی بخش مضمون تحریر فرمایا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون بھی قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا جائے، اس مضمون سے مذکورہ مسئلہ سمجھنے میں مزید مدد ملے گی، ابتداء میں ارادہ تو یہ تھا کہ مختصراً

کچھ لکھ دیا جائے مگر جواب کچھ طویل ہو گیا اور اس مضمون سے مزید طوالت کا اندیشہ ہے مگر مفید ہونے کے خیال سے نقل کیا جاتا ہے، اگر پہلے سے اس پر نظر پڑتی تو مختصر جواب کے بعد اسی مضمون پر اکتفا کیا جاتا۔ ملاحظہ ہو۔

امام ابوحنیفہؒ یہ فرماتے ہیں کہ جہری اور سری دونوں قسم کی نمازوں کا حکم یکساں ہے مقتدی کے لئے کسی نماز میں بھی قرأت جائز نہیں، امام مالک اور امام احمد نے جو جہری اور سری نمازوں کے حکم میں تفریق کی وہ ان کا اجتہاد ہے باقی آیت قرآنیہ یعنی واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا جہریہ اور سریہ دونوں کو شامل ہے، جیسا کہ واضح ہو چکا ہے اور علیٰ ہذا احادیث میں بھی قرآن کی طرح ہے، سب جگہ استماع اور انصات کا عام حکم آیا ہے ارشاد نبوی میں کسی جگہ جہری اور سری کا فرق ظاہر نہیں ہوتا، فرق واقعہ کا ہے کسی جگہ مقتدی کے پڑھنے کا واقعہ فجر کی نماز میں پیش آیا اور کسی جگہ ظہر میں پیش آیا اور سب جگہ آپ نے مقتدی کی قرأت پر باز پرس کی اور ناگواری کا اظہار فرمایا، کسی جگہ ناگواری کا اظہار منازعت کے لفظ سے فرمایا اور کسی جگہ مخالجت کے لفظ سے فرمایا ہر جگہ مطلقاً مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ناگواری اور باز پرس کا سبب بنا جہر اور سر کا اس میں کوئی دخل نہیں، اور اسی طرح کا ایک واقعہ عصر کی نماز میں پیش آیا کہ آنحضرت ﷺ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کے پیچھے قراءت کی ایک شخص نے جو اس کے پاس تھا اس کو اشارہ کیا کہ خاموش ہو، پس جب وہ نماز پڑھ چکا تو اس نے کہا کہ تم نے مجھے کیوں ٹوکا تھا اور مجھ کو اشارہ سے کیوں منع کیا تھا، تو اس ٹوکنے والے نے پیچھے پڑھنے والے سے کہا کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قد امک فکرهت ان تقرأ خلفه فسمعه النبی صلی اللہ علیه وسلم قال من کان له امام فان قراء ته له قراء ة مؤطا امام محمد ص ۹۸، یعنی اس منع کرنے والے نے کہا جب کہ رسول خدا ﷺ تیرے سامنے اور آگے امامت فرما رہے تھے پس میں نے مکروہ جانا کہ تو آنحضرت کے پیچھے کچھ پڑھے، پس آنحضرت ﷺ نے ان کی یہ گفتگو سن لی، سن کر یہ فرمایا جس کے لئے امام ہو پس تحقیق امام کی قرأت اس کی قرأت ہے، دیکھو مؤطا امام محمدؒ ص ۹۸ و کتاب الاثار لامام محمدؒ۔

مطلب یہ ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کے لئے کافی ہے مقتدی کو علیحدہ قراءت کی ضروری نہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتب. یعنی قرآن کریم اللہ کی کتاب ہدایت کے لئے کافی ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسری کتاب کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں، پس اس حدیث میں امام کے پیچھے پڑھنے کی کراہت اور ناگواری اور ناپسندیدگی کو آپ نے بعنوان کفایت ذکر فرمایا اور جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھنے والے کو منع کیا تھا آنحضرت ﷺ نے اس کی تصدیق اور تائید فرمائی اور یہ واقعہ عصر کا ہے یعنی سری نماز کا ہے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا مطلقاً مقتدی کا امام کے پیچھے پڑھنا ناگوار اور ناپسند تھا، الغرض یہ واقعہ کبھی فجر کی نماز میں پیش آیا اور کبھی ظہر میں اور عصر میں اور ہر جگہ اور ہر موقع پر آپ نے کراہیت اور ناگواری کا اظہار فرمایا اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نہ جہری نماز میں قرأت خلف الامام ہے اور نہ سری میں۔

یہ جابر بن عبداللہ کی حدیث کا مضمون تھا جو بلا شبہ صحیح ہے اور اسی کے ہم معنی ابو الدرداءؓ کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ما اری الامام اذا قرأ الا کان کافیاً، رواه الطبرانی واسناده حسن، میں نہیں جانتا کہ جب امام قرأت کرے مگر یہ کہ وہ مقتدی کے لئے بھی کافی اور وافی ہے۔

خلفاء راشدین:

امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں امام المغازی موسیٰ بن عقبہ سے مرسلا روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق، اور عمر فاروق اور عثمان غنی امام کے پیچھے قرائت کرنے سے منع کیا کرتے تھے (عمدۃ القاری) حافظ عینی فرماتے ہیں کہ یہ مرسل صحیح ہے اور عبدالرزاق کا سماع موسیٰ بن عقبہ سے ممکن ہے۔

فاروق اعظمؓ:

امام محمد بن حسن مؤطاص ۹۸ میں فرماتے ہیں۔

ان عمر بن الخطاب قال لیت فی فم الذی یقرٔ خلف الا مام حجراً.

فاروق اعظمؓ کا یہ ارشاد ہے کہ کاش اس شخص کے منہ میں پتھر ہو جو امام کے پیچھے قرأت کرے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ:

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا۔ **من قرأ خلف الامام فقد اخطاء الفطرة** جس نے امام کے پیچھے قرائت کی وہ فطرت سے چوک گیا یعنی قرأت خلف الامام خلاف فطرت فعل ہے۔

اب ہم اس بیان کو ختم کرتے ہیں، ہم نے صرف تحقیق پر اکتفاء کیا اور روایات کی جرح وتعدیل سے کنارہ کشی کی اس لئے کہ اس کا محل کتب حدیث وفقہ ہیں، امید ہے کہ تشفی قلب کے لئے یہ تحریر کافی ہوگی۔

لطائف ومعارف:

امام نسائی نے اپنی سنن میں اس عنوان سے ایک ترجمہ قائم کیا **تاویل قوله عزوجل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون، اخبرنا الجارود عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انما جعل الامام لیؤ تم به فاذا کبر فکبر واواذا قرء فانصتوا واذا قال سمع اللّٰہ لمن حمده فقولوا ربنا لک الحمد** امام نسائی کا عنوان باب میں آیت قرآنی کو نقل کرکے اس کے تحت اس حدیث کو ذکر کرنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر ہے اور ظاہر ہے کہ اس حدیث سے مقتدی ہی کا حکم بیان کرنا ہے اور حدیث کا آغاز ہی **انما جعل الامام لیوتم به** سے ہوا ہے معلوم ہوا کہ آیت قرآنی **اذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا** سے مقتدی کا حکم بیان کرنا ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی پر مطلقاً استماع اور انصات واجب اور لازم ہے، مقتدی کو امام کے پیچھے اپنی قرأت جائز نہیں اور یہ حکم عام ہے سورت کے ساتھ مقید نہیں۔

نکتہ:

آیت اعراف (یعنی **واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون**) اور حدیث انصات میں ایک لطیف فرق ہے، وہ یہ کہ حدیث انصا[illegible] مقصود فقط امامت اور اقتداء کے احکام کو بتلانا ہے اور

آیت اعراف میں اصل مقصود قرأت قرآن کے حکم کو بتلانا ہے اس لئے آیت اعراف میں دو حکم ذکر فرمائے ایک استماع کا، اور ایک انصات کا اس لئے کہ قراءت قرآن کبھی جہراً ہوتی ہے اور کبھی سراً اس لئے جہری قرأت کے متعلق استماع کا حکم دیا گیا اور سری قرأت کے متعلق انصات کا حکم دیا گیا کہ اگر امام جہراً قرأت کر رہا ہو اور تم اس کی قراءت کو سن رہے ہو تو اس وقت تو تمہارے لئے حکم یہ ہے فاستمعوا لہ یعنی امام کی قرأت کو پوری توجہ اور التفات سے سنو، اور اگر امام سراً قرأت کر رہا ہو اور تمہیں اس کی قرأت سنائی نہ دے رہی ہو تو اس وقت تمہارے لئے انصتو کا حکم ہے یعنی خاموش رہو۔ غرض یہ کہ آیت میں قرأت قرآن کا حکم بیان کرنا مقصود ہے اس لئے اس کے متعلق دو حکم بیان فرمائے، جہاں امام کی قراءت کا علم ہو وہاں حکم استماع کا ہے اور جہاں امام کی قرأت کا علم نہ ہو وہاں حکم انصات کا ہے، اور حدیث مذکور میں اصل مقصود امام اور مقتدی کا حکم بیان کرنا ہے اس لئے مقتدی کے متعلق صرف ایک حکم انصات یعنی سکوت کا ذکر فرمایا کہ مقتدی پر مقتدی ہونے کی حیثیت سے ہر حال میں انصات یعنی سکوت واجب ہے اور اس میں امام کے جہر یا عدم جہر کو اور مقتدی کے استماع یا عدم استماع کو کوئی دخل نہیں اس لئے حدیث میں صرف ایک حکم یعنی انصات وسکوت پر اکتفاء فرمایا استماع کا حکم ذکر نہیں فرمایا اس لئے کہ حدیث میں مقصود قرائت کا حکم بیان کرنا نہیں بلکہ فقط مقتدی کا فریضہ بتلانا مقصود ہے کہ مقتدی کا فرض یہ ہے کہ امام کے پیچھے بالکل خاموش کھڑا رہے اسی بنا پر جس قدر حدیثیں اقتداء کے احکام کے بارے میں آتی ہیں سب جگہ صرف فانصتوا ہی کا لفظ آیا ہے جو جہری اور سری دونوں نمازوں کو شامل ہے۔

اور ابتداء مشروعیت امامت سے لے کر وفات نبوی تک کسی وقت بھی مقتدی پر قرائت فرض نہیں ہوئی بلکہ سنت یہ رہی کہ امام قراءت کرتا اور مقتدی سنتے اور خاموش رہتے لیلۃ الاسراء میں نبی اکرم ﷺ جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت انبیاء مرسلین اور ملائکہ مقربین آپ ﷺ کے انتظار میں مسجد اقصیٰ میں جمع تھے، جبرائیل کے حکم سے آپ ﷺ امامت کے لئے آگے بڑھے آپ ﷺ نے امامت فرمائی اور قرأت قرآن کی اور انبیاء کرام اور ملائکہ عظام نے آپ کی اقتداء کی، سب نے آپ کی قراءت کو سنا کسی ایک نبی یا فرشتہ نے آپ کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی، شب معراج میں پانچ نمازیں فرض ہوئیں اس کے بعد سے امامت اور اقتداء کے سلسلہ کا آغاز ہوا، ہمیشہ طریقہ یہی رہا کہ امام پڑھتا اور مقتدی سنتے یہاں تک کہ جب بعض لوگوں نے اتفاقاً محض اپنی رائے سے آپ کے پیچھے قرأت کر ڈالی تو اس پر سورۂ اعراف کی یہ آیت واذا قری القران فاستمعوا لہ وانصتوا نازل ہوئی جس سے مقصود ہی قرأت خلف الامام کی ممانعت تھی کہ مقتدی پر استماع اور انصات واجب ہے مقتدی کے لئے امام کے پیچھے قرأت کرنا ہرگز جائز نہیں، اکابر صحابہ میں سے کسی نے بھی آپ کے پیچھے فاتحہ یا سورت کی قرأت کی تو آپ نے نماز سے فارغ ہو کر ان سے باز پرس کی اور یہ فرمایا لعلکم تقرؤن خلف امامکم معلوم ہوا کہ یہ قرأت نہ آپ کی اجازت اور حکم سے تھی اور نہ آپ کو اس کی خبر تھی اور قرأت خلف الامام پر تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا جس میں مطلقاً قرأت قرآن کے وقت استماع اور انصات کا حکم دیا گیا اور اس حکم کو مقید بسورت نہیں فرمایا۔

اور علی ہذا مرض الوفات میں اس طرح پیش آیا کہ آپ کے حکم سے ابوبکرؓ مسجد نبوی میں امامت کر رہے تھے اور صبح کی نماز پڑھا رہے تھے تو آنحضرت ﷺ نے اپنے مرض میں کچھ تخفیف محسوس کی تو مسجد میں تشریف لے آئے صدیق اکبرؓ پیچھے ہٹ گئے اور آنحضرت ﷺ امام ہو گئے مسند احمد ص ۲۳۲ ج ۱، اور سنن دارقطنی ص ۱۵۳ میں

ابن عباس سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اسی جگہ سے قرأت شروع کی جہاں ابوبکر صدیقؓ پہنچ چکے تھے اور ابو بکر صدیق اس وقت سورت پڑھ رہے تھے۔

پس آنحضرت ﷺ نے اپنی اس آخری نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اور جتنی مقدار قراءت اور سوۂ فاتحہ آپ سے اس نماز میں رہ گئی تھی آپ نے اس کا اعادہ نہیں فرمایا جس کی وجہ سے سوائے اس کے کچھ نہیں ہوسکتی کہ ابوبکر صدیق اس نماز میں ابتداء سے امام تھے اور وہ سورۂ فاتحہ پڑھ چکے تھے ان کی قرأت سب کے لئے کافی ہوگئی۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے من کان له امام فقراء ة الا مام له قراء ة یعنی امام کی قرأت حکماً مقتدی کی قراءت ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں قرأت کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور ایک حکمی، نماز میں امام کی قرأت حقیقی ہے اور مقتدی کی قرأت حکمی ہے۔

اور آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد لا صلوٰة لمن لم یقرأ بفاتحة الکتاب بالفرض اگر عام ہے اور امام اور مقتدی دونوں کو شامل ہے تو اس حدیث میں قرأت فاتحہ بھی عام ہے خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً پس جو مقتدی بحکم خداوندی امام کے پیچھے استماع اور انصات میں مشغول ہے وہی مقتدی حسب ارشاد نبوی حکماً قراءت بھی کر رہا ہے من کان له امام فقراء ة الا مام له قراء ة ، اور یہ مقتدی بحالت استماع وانصات امام کے پیچھے فاتحۃ الکتاب کی بھی قرأت کر رہا ہے اور اس کی یہ حکمی قرأت زیر پردۂ استماع وانصات مستور ہے اور اس طرح مقتدی بیک وقت حکم خداوندی استماع و انصات، اور لا صلوٰة لمن لم یقرٔ بفاتحة الکتاب پر عمل کر رہا ہے، اور جو شخص امام کے پیچھے قرائت کر رہا ہے وہ حکم خداوندی استماع وانصات کے بھی خلاف کر رہا ہے اور جس منازعت اور مخالجت سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اس کا مرتکب ہو رہا ہے، قرأت خلف الامام کرنے والا بیک وقت حکم خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کر رہا ہے، خوب سمجھ لو کہ وہ بجائے استماع وانصات کے امام کی منازعت ومخالجت میں مشغول ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے منع فرمایا ہے اگر آپ نے کسی وقت مقتدی کو قراءت کا حکم دیا ہوتا تو آپ کبھی بھی باز پرس نہ فرماتے۔

نکتہ دیگر:

نماز میں قرأت قرآن سے مقصود یا تو احکام خداوندی کا سننا ہے یا مناجات خداوندی مقصود ہے اگر اول مقصود ہے تو امام حق تعالیٰ کی طرف سے خلیفہ ہے کہ وہ احکام خداوندی کو پہنچادے۔ اور اگر مقصود مناجات اور استدعاء نیاز ہے تو امام قوم کی طرف سے وکیل ہے کہ سب مقتدیوں کی طرف سے بارگاہ خداندی میں استدعاء نیاز پیش کر رہا ہے، اور ظاہر ہے کہ خلافت اور وکالت کا فریضہ ایک ہی شخص ادا کرسکتا ہے اس لئے قرأت کا فریضہ ایک امام ہی ادا کرے گا اور مقتدی اس کی قرأت پر آمین کہیں گے، باقی رہے آداب عبودیت سو وہ سب پر لازم ہوں گے، مثلاً رکوع اور سجود اور تسبیح وتحمید یہ سب بارگاہ خداوندی اور عبادت کے آداب ہیں یہ سب کو بجالانے ہوں گے اس میں وکالت اور نیابت جاری نہیں ہوسکتی اس لئے کہ ان آداب سے مقصود تعظیم خداوندی ہے اور تعظیم خداوندی سب پر لازم ہے، سورۂ فاتحہ جو کہ ایک عریضۂ نیاز ہے جو صراط مستقیم کی ہدایت کے استدعا پر مشتمل ہے، اور عرض مطلب میں توکیل جاری

ہوسکتی ہے، کیونکہ عریضہ نیاز سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ مقصود اور مراد مخاطب کے سامنے پیش کر دیا جائے اور ایک جماعت کی طرف سے عرض مدعا کے لئے ایک شخص کافی ہے اور وہ امام ہے۔

۴:۔ نصوص میں غور وفکر سے یہ نظر آتا ہے کہ نماز جماعت درحقیقت ایک ہی نماز ہے جس کے ساتھ امام موصوف بالذات ہے اور مقتدی موصوف بالعرض ہیں جیسا کہ حدیث **الامام ضامن** اس پر شاہد ہے کہ امام کی نماز مقتدیوں کی نمازوں کو متضمن اور شامل ہے اسی وجہ سے اگر امام کی نماز فاسد ہو جائے تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے اور مقتدی کی نماز کے فاسد ہو جانے سے امام کی نماز فاسد نہیں ہوتی، امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے، رکوع وسجود میں مقتدیوں کے لئے امام سے تقدیم وتاخیر ممنوع ہے، یہ تمام احکام اس امر کے شاہد ہیں کہ اصل مصلی امام ہے، اور مقتدی امام سے مستفیض اور مستفید ہیں اصل عبادت یعنی نماز ایک ہے جس کے ساتھ امام موصوف بالذات ہے اور مقتدی موصوف بالعرض ہیں۔

اور قرآن اور احادیث میں جماعت کی نماز کو ایک ہی نماز قرار دیا گیا ہے **کما قال تعالیٰ اذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ** اور حدیث میں ہے **اذا اتیتم الصلوٰۃ فلا تأتو ھا وانتم تسعون** سب جگہ لفظ صلوٰۃ مفرد لایا گیا ہے، معلوم ہوا کہ صلاۃ جماعت واحد ہے اور مقتدی اس شئی واحد پر حاضر ہونے والے ہیں۔

پس اگر ہر مقتدی نماز میں اپنی اپنی قرأت کرے تو صلوٰۃ جماعت، صلوٰۃ واحدہ نہ رہے گی بلکہ **صلوات متعددہ فی مکان واحد** کا مجموعہ ہوگی، یعنی چند آدمیوں نے ایک جگہ جمع ہو کر اپنی اپنی علیحدہ علیحدہ نماز ادا کی ہے، نماز جماعت اور تنہا نماز میں درحقیقت کوئی فرق نہ رہا، نماز جماعت کا حاصل ومحصول صرف اتنا رہا کہ چند لوگوں نے ایک جگہ جمع ہو کر اپنی اپنی نماز ادا کر لی جس کو ذوق سلیم قبول نہیں کرتا۔

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عباس سے **ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلک سبیلاً** کی تفسیر اور شان نزول میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ مکہ مکرمہ میں چھپے ہوئے تھے یعنی پوشیدہ طور پر تبلیغ کرتے تھے، جب آپ اپنے اصحاب کو نماز پڑھاتے تو بلند آواز سے قرأت قرآن کرتے تو مشرکین قرآن کو سن کر، قرآن کو اور قرآن کے نازل کرنے والے سب کو برا کہتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی نبی کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنی قراءت میں اتنا جہر نہ کیجئے کہ مشرکین سن کر اس کو برا کہیں اور نہ اتنا آہستہ پڑھئے کہ اپنے ساتھیوں کو بھی نہ سنا سکیں، اس کے درمیان کا راستہ اختیار کیجئے یعنی اتنی آواز سے قرأت کریں کہ مقتدی سن سکیں، معلوم ہوا کہ امام کا کام مقتدیوں کو سنانے کا ہے اور مقتدیوں کا کام امام کی قرأت سننے کا ہے نہ کہ خود پڑھنے کا۔

حدیث عبادہؓ کا جواب:

امام شافعیؒ کی سب سے قوی اور صحیح دلیل حدیث عبادہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں **لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب**، رواہ البخاری ومسلم جو شخص نماز میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں۔

(**الجواب**) امام شافعی کے اس استدلال کا امام ابوحنیفہ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں صراحۃً مقتدی کا کوئی ذکر نہیں، محض کلمہ من کے عموم سے استدلال ہے اور سورۂ اعراف کی یہ آیت **واذا قریٔ القرآن فاستمعوا له**

والصتوا خاص مقتدی کے حق میں نازل ہوئی جن مقتدیوں نے آپ کے پیچھے لاعلمی اور غلط فہمی سے فاتحہ یا سورت پڑھ لی تھی انہیں کی زجر اور تنبیہ کے لئے یہ آیت نازل ہوئی، اور امام شافعیؒ کے نزدیک کتاب اللہ کے عموم کی تخصیص خبر واحد سے جائز ہے تو خبر واحد کے عموم کی تخصیص کتاب اللہ کے خصوص کے ذریعہ بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگی اور احادیث صحیحہ میں جو خاص مقتدی کے حق میں وارد ہوئیں ان میں سے ایک حدیث مشہور یہ ہے من کان لہ امام فقراء ۃ الا مام لہ قراء ۃ یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے مقتدی کو علیحدہ قرأت کی ضرورت نہیں اور یہ حدیث مؤطا امام محمد میں دو سندوں سے مروی ہے ایک سند میں خود امام ابو حنیفہ اس کے راوی ہیں اور حافظ عینی اور شیخ ابن ہمام نے نہایت مفصل طریقہ سے اس حدیث کا شرط بخاری و مسلم پر صحیح ہونا ثابت کر دیا ہے جس کو عمدۃ القاری اور فتح القدیر میں دیکھ لیا جائے، پس معلوم ہوا کہ حدیث عبادہ مقتدی کے حق میں نہیں بلکہ امام اور منفرد کے حق میں ہے، امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں امام شافعیؒ کے استاذ سفیان بن عیینہؒ سے نقل کیا ہے کہ اس حدیث کے معنی یہ ہیں لمن یصلی وحدہ یعنی یہ حدیث اس شخص کے حق میں ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہو، مقتدی کے حق میں نہیں، اور علیٰ ہذا امام ترمذیؒ حضرت جابرؓ سے ناقل ہیں کہ جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہ ہوگی مگر یہ کہ وہ امام کے پیچھے ہو، امام ترمذی اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ (جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں) یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مقتدی کے حق میں نہیں بلکہ اس شخص کے حق میں ہے جو خود نماز پڑھ رہا ہو (یا دوسروں کو پڑھا رہا ہو) اور امام احمد نے اپنے اس قول پر حدیث جابرؓ سے استدلال کیا ہے اور یہ فرمایا کہ دیکھو جابرؓ ایک مرد ہیں اصحاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں سے انہوں نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں ہم نے اہل اسلام میں سے کسی کو یہ کہتے نہیں سنا کہ جب امام قرأت کرے تو مقتدیوں کی نماز بغیر قراءت کے صحیح نہ ہوگی چنانچہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ اور تابعین اور اہل حجاز میں امام مالک اور اہل عراق میں سفیان ثوری اور اہل شام میں اوزاعی اور اہل مصر میں لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان ائمہ دین میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ جب امام قراءت کر رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرأت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے، دیکھو مغنی ابن قدامہ ص ۶۰۶ ج ۱۔ حضرات اہل علم اس مقام کی تحقیق کے لئے فتاویٰ ابن تیمیہ از ص ۱۴۱ تا ص ۱۵۰ ج ۲ دیکھیں۔

معلوم ہوا کہ جہری نماز میں مقتدی پر قرأت خلف الامام کے وجوب کا صحابہ اور تابعین اور سلف الصالحین میں سے کوئی قائل نہیں اس لئے امام ترمذی فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے قرأت خلف الامام کے بارے میں تشدد کیا کہ مقتدی پر قراءت کو واجب قرار دیا، حالانکہ سلف میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہیں کہ مقتدی پر قرأت فرض ہے اور حافظ ابن تیمیہ نے نہایت شدومد سے جہری نماز میں قراءت خلف الامام کا ناجائز اور حرام ہونا دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے بیان کیا خاص کر (ہمارے) زمانہ کے مدعیان بالحدیث پر لازم ہے کہ فتاویٰ ابن تیمیہ کو ضرور دیکھیں کہ جو حنفیہ اور مالکیہ اور حنابلہ کی نمازوں کے باطل ہونے کا جہراً و سراً فتویٰ دیتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

امام ابوحنیفہ کا مذہب نہایت درجہ قوی ہے جو آیات قرآنیہ اور ان احادیث صحیحہ اور صریحہ سے ثابت ہے کہ جو خاص مقتدیوں کے بارے میں وارد ہوئی ہیں حضرات اہل علم اور مدرسین شروح ہدایہ اور شروح بخاری کی مراجعت کریں اور اس ناچیز کی شرح مشکوٰۃ اور شرح بخاری کو دیکھیں انشاء اللہ ثم انشاء اللہ قلب کو سکون اور اطمینان ہو جائے گا اور ارباب ذوق پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ امام اعظم کا مسلک عین عقل اور فطرت کے مطابق ہے (معارف القرآن از ص ۱۹۱ تا ص ۱۹۷ ج ۵ مکتبہ عثمانیہ پاکستان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رفع یدین اور آمین بالجہر:

(سوال ۳۰۶) فقیہ النفس حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب مدظلھم العالی ومتع اللہ المسلمین بطول بقائھم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کے فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم ص ۱۲۹ تا ص ۲۴۷ (جدید ترتیب میں ایمان وعقائد کے باب میں دیکھ لیا جائے صفحہ ۱۴۳ تا ۱۴۴ از مرتب) پر تقلید سے متعلق بہت ہی فاضلانہ اور محققانہ جواب ہے تقلید کی حقیقت اور اس کی ضرورت واشگاف ہوئی اور تقلید سے متعلق جو شبہات پیش کئے جاتے ہیں ان کے جواب بھی بہت عمدہ اور تسلی بخش ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، البتہ سوال میں رفع یدین اور آمین بالجہر کا بھی تذکرہ ہے اور ہدایہ کا حوالہ بھی دیا ہے مگر آپ کے جواب میں اس کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ہے اگر ان دونوں مسئلوں پر بھی روشنی ڈالتے تو ہمارے لئے بڑی رہنمائی ہوتی، سوال میں ہدایہ کا حوالہ دیا ہے کیا درحقیقت ہدایہ میں اسی طرح ہے؟ امید ہے کہ آپ اس کے متعلق بھی حقیقت کو واشگاف فرمائیں گے، بینوا توجروا۔ (از حیدرآباد)

(الجواب) آپ کا سوال موصول ہوا، اللہ کا کرم اور احسان ہے کہ اسی کی توفیق اور مدد سے تقلید سے متعلق جواب مرتب ہوا للہ الحمد والشکر آپ نے جس بات کی طرف توجہ دلائی ہے اس پر صمیم قلب سے شکریہ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

پہلے ہم انشاء اللہ ہدایہ کی اصل عبارت پیش کر کے اس کی توجیہ اور دونوں مسئلوں سے متعلق مختصر تحقیق پیش کریں گے اس سے انشاء اللہ مسلک حنفی کے دلائل بھی سامنے آئیں گے، اس کے بعد دونوں مسئلوں سے متعلق کچھ احادیث پیش کریں گے۔

مستفتی نے سوال میں تحریر کیا ہے نماز میں رفع یدین کرنا نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کی سنت سے ثابت ہے اور یہ مسئلہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ جلد اول ص ۳۷۹ میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آخر تک رفع یدین کیا ہے اور آمین بالجہر کا مسئلہ بھی ہدایہ جلد اول ص ۳۶۲ میں موجود ہے، مستفتی نے یہ دو حوالے پیش کر کے یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں رفع یدین اور آمین بالجہر کو سنت لکھا ہے حالانکہ سوال میں جن صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے اس صفحہ پر یا اس کے آگے پیچھے کہیں اس کا بیان ہی نہیں ہے لہٰذا اس بات کو صاحب ہدایہ کی طرف

منسوب کرنا قطعاً غلط ہے، افتراء اور جھوٹ ہے اور لوگوں کو دھوکہ دینا ہے۔

رفع یدین سے متعلق ہدایہ کی عبارت ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں ولا یرفع یدیہ الا فی تکبیرۃ الاولی خلافا للشافعی رحمہ اللہ فی رکوع وفی الرفع منہ لقولہ علیہ السلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن تکبیرۃ الافتتاح وتکبیرۃ القنوت وتکبیرات العیدین وذکر الاربع فی الحج والذی یروی من الرفع محمول علی الابتداء کذا نقل عن ابن الزبیر. (ھدایہ اولین ص ۹۲، ص ۹۳ باب صفۃ الصلوٰۃ)

ترجمہ ومطلب:

اپنے دونوں ہاتھوں کو تکبیر افتتاح (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ کسی اور موقع پر نہ اٹھائے۔ امام شافعیؒ کے خلاف، امام شافعیؒ کے نزدیک رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین کرے، ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا لا ترفع الایدی .... سات مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہ کیا جائے نمبر ۱ تکبیر افتتاح کے وقت نمبر ۲ دعاء قنوت پڑھنے کے لئے تکبیر کہنے کے وقت نمبر ۳ عیدین کی زائد تکبیرات کہنے کے وقت اور بقیہ چار مقام حج میں ہیں اور رفع یدین سے متعلق جو مروی ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے (یعنی ابتداء اسلام میں یہ طریقہ رائج تھا پھر یہ متروک ہوگیا) حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے یہی منقول ہے۔ حاشیہ میں ہے فان عبد اللہ بن الزبیر رأی رجلا یصلی فی المسجد الحرام کان یرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الرأس منہ فلما فرغ من صلاتہ قال لا تفعل فان ھذا شئی فعلہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم ترک، یعنی عبد اللہ بن زبیرؓ نے مسجد حرام میں ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوگیا تو آپ نے اس سے فرمایا لا تفعل تم رفع یدین مت کرو نبی کریم ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا پھر ترک فرمادیا (حاشیہ نمبر ۲ ہدایہ اولین ص ۹۳) ہکذا آمین بالجہر سے متعلق ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں واذا قال الامام ولا الضالین قال امین ویقولھا المؤتم۔ الی قولہ. ویخفونھا لما روینا من حدیث ابن مسعود ولا نہ دعاء فیکون مبناہ علی الاخفاء (ھدایہ اولین ص ۸۷ باب صفۃ الصلوٰۃ) یعنی: جب امام ولا الضالین کہے تو وہ آمین کہے اور مقتدی بھی آمین کہیں اور تمام حضرات آمین آہستہ کہیں جیسا کہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے (حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث صاحب ہدایہ نے اسی صفحہ پر اوپر نقل فرمائی ہے لقول ابن مسعود اربع یخفیھن الامام وذکر من جملتھا التعوذ والتسمیۃ وآمین۔ یعنی ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام مخفی آواز سے کہے اور ان چار میں تعوذ تسمیہ اور آمین کا ذکر فرمایا ولانہ دعاء، اور دلیل عقلی یہ ہے کہ آمین دعا ہے اور دعا کا مبنی اخفاء ہے (کہ دعا آہستہ آواز سے مانگنی چاہئے) (ہدایہ اولین ص ۸۷ باب صفۃ الصلوٰۃ)

ناظرین رفع یدین اور آمین بالجہر کے متعلق صاحب ہدایہ کی عبارت اور ان کا فیصلہ ملاحظہ فرمائیں، سوال میں جو بات ان کی طرف منسوب کی گئی ہے ہدایہ میں اس چیز کا نام ونشان بھی نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ یہ صاحب ہدایہ پر بہتان ہے، سبحانک ھذا بھتان عظیم.

اب ہم مختصراً ہر دو مسائل کی مزید تحقیق پیش کرتے ہیں۔

رفع یدین:

سکون وخشوع نماز کی روح ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے **اسکنوا فی الصلوٰۃ** نماز میں سکون اختیار کرو (**مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ والنھی عن الاشارۃ الخ**) لہٰذا جس قدر نماز کے اندر سکون کا لحاظ ہوگا اسی قدر نماز مقبول ہوگی۔ ابتداء اسلام میں بعض ایسے امور جو سکون کے خلاف تھے وہ نماز میں مشروع تھے مثلاً نماز میں ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، نماز میں بات چیت کر لینا، نماز میں گردن پھرا کر ادھر ادھر دیکھ لینا مگر بعد میں یہ امور بتدریج منسوخ ہوگئے، یہی حال رفع یدین کا ہے، رسول مقبول ﷺ سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتے ہوئے رکوع سے اٹھتے وقت سجدہ کرتے وقت سجدے سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع یدین کرنا ثابت ہے، چنانچہ نسائی شریف میں حدیث ہے۔ **عن مالک بن الحویرث ان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل فی الصلوٰۃ یعنی رفع یدہ واذا رکع فعل مثل ذلک واذا رفع راسہ من الرکوع فعل مثل ذلک واذا رفع رأسہ من السجود فعل مثل ذلک کلہ یعنی رفع یدیہ (نسائی شریف ج ۱ ص ۱۱۴)**

طحاوی شریف میں ہے:۔ **حدثنا ابن ابی داؤد...... عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ وحین یرکع وحین یسجد (طحاوی شریف ص ۱۰۹ ج ۱ باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع ھل مع ذلک رفع ام لا)**

نیز ایک حدیث میں ہے **قال ابو حمید انا اعلمکم بصلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ...... فاذا قام من الرکعتین کبرو رفع یدیہ حتی یحاذی بھما منکبیہ الخ (طحاوی شریف ص ۱۰۹ ایضاً)**

مگر رفتہ رفتہ قبل وبعد سجدہ اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے وقت رفع یدین متروک ہوگیا جس کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں اسی طرح رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت بھی رفع یدین متروک ہوگیا (یعنی اس پر عمل نہ رہا) صرف تکبیر تحریمہ کے وقت باقی رہا۔

رفع یدین سے متعلق احناف کا جو مسلک ہے وہ احادیث کے خلاف نہیں ہے مذہب حنفی کے موافق بہت سی احادیث ہیں، ملاحظہ فرمائیں ترمذی شریف میں ہے۔

حدثنا ھناد...... عن علقمۃ قال قال عبد اللہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ، وفی الباب عن البراء بن عازب قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین وھو قول سفیان واھل الکوفۃ (ترمذی شریف ص ۳۵ ج ۱ باب رفع الیدین عند الرکوع)

ترجمہ:۔ علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ

پڑھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی اور صرف اول بار یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء بن عازبؓ سے بھی مروی ہے اور اسی کے قائل ہیں بہت سے اہل علم اصحاب نبی ﷺ اور تابعین میں سے اور یہی قول سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا ہے۔

حضرت براء ابن عازبؓ کی حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

حدثنا محمد بن الصباح ...... عن البراء (بن عازب) ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه الی قریب من اذنیه ثم لا یعود. (ابو داؤد شریف ص ۱۱۶ ج ا مجتبائی باب من لم یذکر الرفع عند الرفع)

ترجمہ:۔ حضرت براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے (رفع یدین کرتے) اور پھر نہ کرتے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آنحضور ﷺ کے راز دار جلوت وخلوت کے ساتھی اور نماز میں بھی حضور ﷺ کے قریب رہتے تھے حضور ﷺ کے افعال کی جس قدر آپ کو اطلاع ہوسکتی تھی وہ ظاہر ہے خصوصاً نماز کے افعال اور نماز کا طریقہ کہ آپ پیچھے ہی کھڑے رہتے تھے اس لئے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی حدیث اس بارے میں بہت قوی حجت ہونی چاہئے۔

امام طحاویؒ نے حضرت علیؓ کا عمل نقل فرمایا ہے۔

فان ابا بکرة قد حدثنا قال حدثنا ابو احمد ...... عن ابیه ان علیا رضی الله عنه کان یرفع فی اول تکبیرة من الصلوة ثم لا یرفع بعده (باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود والرفع من الرکوع هل مع ذلک رفع ام لا طحاوی شریف ص ۱۱۰).

ترجمہ حضرت علیؓ نماز کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

موطا امام محمد میں ہے قال محمد اخبر ابو بکر بن عبد الله النهشلی عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیه وکان من اصحاب علی ان علیا بن ابی طالب کرم الله وجهه کان یرفع یدیه فی التکبیرة الاولیٰ التی یفتتح بها الصلوٰة ثم لا یرفعهما فی شی من الصلوٰة (مؤطا امام محمد ص ۷۳، ص ۷۴ باب افتتاح الصلوٰة)

حضرت علیؓ سے رفع یدین کی حدیث منقول ہے انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہوگا، پھر حضرت علیؓ نے حضور ﷺ کے بعد رفع یدین ترک کر دیا، یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہو (ورنہ حضرت علیؓ رفع یدین ترک نہ فرماتے اور اپنی روایت کے خلاف عمل نہ کرتے۔)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں فان علیاً لم یکن لیری النبی صلی الله علیه وسلم یرفع ثم یترک هو الرفع بعده الا وقد ثبت عنده نسخ الرفع فحدیث علی رضی الله عنه اذا صح ففیه اکثر الحجه لقول من لایری الرفع (طحاوی شریف حواله بالا ص ۱۱۰)

حضرت عمرؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے، چنانچہ طحاوی شریف میں ہے۔

وقد روی مثل ذلک ایضا عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کما حدثنا ابن ابی داود قال ثنا الحمانی قال حدثنا یحیی بن ادم ..... عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لایعود ، یعنی: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی ترک رفع مروی ہے اسود فرماتے ہیں۔ میں نے عمر بن خطابؓ کو پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا پھر اس کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے، امام طحاویؒ فرماتے ہیں وھو حدیث صحیح یہ حدیث صحیح ہے (حوالہ بالا طحاوی شریف ص ۱۱۱)

قال ثناء ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال صلیت خلف بن عمر رضی اللہ عنہ فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الا ولیٰ من الصلوٰۃ. یعنی مجاہد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے، اس کے بعد امام طحاوی فرماتے ہیں۔

فھذا ابن عمر قد رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم قد ترک ھو الرفع بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا یکون الا وقد ثبت عندہ نسخ ما قد رأی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فعلہ وقامت الحجۃ علیہ بذلک (طحاوی شریف ص ۱۱۰)

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ عن عبدالعزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع یدیہ حذاء اذنیہ فی اول تکبیرۃ افتتاح الصلوٰۃ ولم یرفعھما فیما سوی ذلک رواہ محمد ، یعنی: عبدالعزیز بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں کانوں کے مقابل ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اور اس کے علاوہ کسی اور موقع پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۲۲۸) (مؤطا امام محمد ص ۹۳ باب افتتاح الصلوٰۃ)

رفع یدین سے متعلق امام اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا مناظرہ

زجاجۃ المصابیح میں ہے۔

وفی مسند امامنا ابی حنیفۃ عن سفیان بن عیینۃ قال اجتمع ابو حنیفۃ والاوزاعی فی دارالحناطین بمکۃ فقال الاوزاعی لابی حنیفۃ ما بالکم لا ترفعون ایدیکم فی الصلوٰۃ عند الرکوع وعند الرفع منہ فقال ابوحنیفۃ لاجل انہ لم یصح عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ شیٔ قال کیف لا یصح وقد حدثنی الزھری عن سالم عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ وعند الرکوع وعند الرفع منہ، فقال لہ ابو حنیفۃ وحدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوٰۃ ولا یعود لشئی من ذلک فقال الاوزاعی احدثک عن الزھری عن سالم عن ابیہ وتقول حدثنی حماد عن ابراھیم فقال لہ ابو حنیفۃ کان حماد افقہ من الزھری وکان ابراھیم افقہ من سالم وعلقمۃ لیس بدون ابن عمر رضی اللہ عنہ فی الفقہ وان کانت لابن عمر رضی اللہ عنہ صحبۃ ولہ فضل صحبۃ فالاسود لہ فضل کثیر وعبد اللہ ھو عبد اللہ فسکت الاوزاعی. (باب صفۃ الصلاۃ زجاجۃ المصابیح ص ۲۲۹ ج ۱) (نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ

المصا بیح ص ۲۱۱ ص ۲۱۲ حصۂ دوم جلد ا ر ل)

نور المصابیح ترجمہ زجاجۃ المصابیح میں ہے۔ سفیان بن عیینہ سے روایت ہے سفیان کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ کی دارالحناطین (گیہوں کی منڈی) میں امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ اکٹھے ہوئے، اس وقت امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا کہ آپ لوگ نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت کسی وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے، امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ ہم اس وجہ سے رفع یدین نہیں کرتے کہ اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح روایت ثابت نہیں ہوئی ہے امام اوزاعی نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے حالانکہ زہری نے مجھ سے حدیث بیان کی ہے اور زہری سالم سے روایت کرتے ہیں اور ابن عمرؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب نماز شروع کرتے تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) دونوں ہاتھوں کو اٹھایا کرتے تھے اور رکوع کو جاتے وقت رفع یدین کرتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے تھے (امام اوزاعی کے جواب میں) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث بیان کی ہے ہم سے حماد نے اور حماد بیان کرتے ہیں ابراہیم سے اور ابراہیم روایت کرتے ہیں علقمہ اور اسود سے اور یہ دونوں ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز میں تو (تکبیر تحریمہ کے لئے) ہاتھ اٹھاتے تھے (پھر باقی نماز میں) رفع یدین کا اعادہ نہیں کرتے تھے امام اوزاعیؒ نے کہا میں آپ کو حدیث سنا رہا ہوں زہری سے اور زہری روایت کرتے ہیں سالم سے اور سالم روایت کرتے ہیں اپنے والد ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور آپ (اس کے بالمقابل) کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی حماد نے اور وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم سے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ حماد زہری سے زیادہ فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمرؓ سے کم نہ تھے اگرچہ ابن عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ کا شرف صحبت حاصل ہے اور ان کے لئے صحابی ہونے کی فضیلت ہے اب رہے تو اسود تو ان کے لئے بھی بہت سے فضائل ہیں اور عبداللہ بن مسعود تو عبداللہ بن مسعود ہی ہیں ان کا کیا کہنا یہ سن کر امام اوزاعی نے سکوت اختیار فرمایا (اس کی روایت سفیان بن عیینہ نے ہمارے امام ابوحنیفہ کی مسند میں کی ہے)

رفع یدین نہ کرنے کے متعلق غیر مقلدین کے پیشوا مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بیان

''جیسا کہ ہمارا مذہب ہے رفع یدین ایک مستحب امر ہے جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔'' (اہل حدیث کا مذہب ص ۷۹ از مولانا ثناء اللہ امرتسری)

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرۂ خوں نہ نکلا

مذکورہ بیان سے واضح ہوا کہ بقول مولانا ثناء اللہ صاحب رفع یدین ایک مستحب امر ہے نہ کرنے پر نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا، لہذا غیر مقلدین کو اس کو معرکۃ الآراء مسئلہ بنالینا اور احناف کے خلاف طعن و تشنیع کرنا کہ یہ لوگ احادیث کے خلاف کرتے ہیں (حالانکہ احناف کا عمل احادیث کے موافق ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا) یہ طعن بالکل بے اصل اور معاندانہ ہے اور خواہ مخواہ عوام الناس کو ورغلانا ہے۔

آمین بالجہر :

ابتداء اسلام میں آنحضور ﷺ تعلیم صرف قولاً ہی نہیں عملاً بھی دیا کرتے تھے اس کی کئی نظیریں ہیں مثلاً نماز جنازہ میں جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں ظاہر ہے کہ ان کا خفیہ پڑھنا ہی مشروع ہے تاہم یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ کبھی تعلیم کی غرض سے جہراً بھی پڑھ دیتے تھے، چنانچہ مسلم شریف میں ہے **حدثنی هارون بن سعيد ...... يقول سمعت عوف بن مالک يقول صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم على جنازة فحفظت من دعائه وهو يقول اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه ..... الخ** یعنی عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی اور آپ نے نماز جو دعا پڑھی وہ میں نے یاد کر لی دعا یہ ہے **اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الأبيض من الدنس وابدله دارا خيرا من داره واهلا خيرا من اهله وزوجا خيرا من زوجه وادخله الجنة واعذه من عذاب القبر ومن عذاب النار .(مسلم شريف ج ۱ ص ۳۱۱ كتاب الجنائز)**

اسی طرح ظہر وعصر میں قرأت سراً پڑھی جاتی ہے مگر گاہے آنحضرت ﷺ ایک آدھ آیت جہراً بھی پڑھ دیا کرتے تھے تاکہ مقتدیوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ نے کون سی سورت پڑھی (مشکوٰۃ شریف ص ۷۹ باب القرأۃ فی الصلاۃ)

الغرض اس کی بہت سی نظریں مل سکتی ہیں۔ اسی طرح آغاز اسلام میں حضور اکرم ﷺ بغرض تعلیم امین جہرا کہتے تھے۔

معارف السنن میں ہے:۔ **قال الشيخ رحمه الله: وقد يجاب عن الجهر بانه كان للتعليم ...... الىٰ قوله ..... قال الشيخ : ويؤيده ما اخرجه الحافظ ابو بشر الدولابي في كتاب "الاسماء والكنىٰ" (۱.۱۹۷) من حديث وائل وفيه: وقرء غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين، يمدبها صوته ما أراه الا ليعلمنا فهذا القول منه صريح في انه اراد ان يعلمهم سنة التامين.**

یعنی شیخ انور شاہ کشمیری قدس سرہ فرماتے ہیں: جہراً آمین کہنے کے متعلق ایک جواب یہ ہے کہ یہ بغرض تعلیم تھا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو حافظ ابو بشر دولابی نے کتاب **"الاسماء والكنىٰ"** میں ج ۱ ص ۱۹۷ باب ماجآء فی التامین پر حضرت وائل سے روایت کی ہے، اس روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر آمین کہی اور آواز کو بلند کیا میرا گمان یہ ہے کہ حضور اکرمؐ نے ہم کو تعلیم دینے کی غرض سے بلند آواز سے آمین کہی **(معارف السنن شرح ترمذی باب ماجآء فی التامین ص ۴۰۶ ج ۲، از محدث کبیر مولانا یوسف بنوری)**

معلوم ہوا کہ آمین کو جہراً کہنا امت کی تعلیم کے لئے تھا، اور جب امت کو تعلیم ہوگئی تو حضور ﷺ نے سراً کہنا شروع کر دیا، چنانچہ شعبہ کی روایت ہے جسے ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

روی شعبة هذا الحديث عن سلمة بن كهيل عن حجرابی العنبس عن علقمة بن وائل عن ابيه ان النبی صلی اللّٰه عليه وسلم قرأ غير المغضوب عليهم ولا الضالين فقال آمين وخفض بها صوته.

ترجمہ: شعبہ نے اس حدیث کو سلمہ بن کہیل سے روایت کیا ہے...... علقمہ اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غير المغضوب عليهم ولا الضالين پڑھ کر پست آواز سے آمین کہی (ترمذی شريف ج ۱ ص ۳۴، باب ماجاء فی التامين)

زجاجۃ المصابیح میں ہے عن علقمة بن وائل عن ابيه انه صلی مع النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال آمين و خفض بها صوته رواه الحاكم وقال صحيح الا سناد ولم يخرجاه۔

یعنی علقمہ بن وائلؓ اپنے والد وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے جب رسول اللہ ﷺ غير المغضوب عليهم ولا الضالين پر پہنچے تو آپ نے آہستہ آمین کہی اس کی روایت حاکم نے کی ہے اور حاکم نے اس روایت کے متعلق فرمایا ہے صحیح الاسناد، اس کی سند صحیح ہے (بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق ہے مگر) بخاری ومسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔ (زجاجة المصابيح ص ۲۵۸ ج ۱ باب القرأة فی الصلوة)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے وعنه عن ابيه انه صلی مع النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فلما بلغ غير المغضوب عليهم والا الضالين قال امين واخفی بها صوته روه احمد وابوداؤدالطيالسی وابو يعلی والطبرانی والدارقطنی یعنی علقمہ اپنے والد حضرت وائلؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی، جب رسول اللہ ﷺ غير المغضوب عليهم و لا الضالين پر پہنچے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آہستہ آمین کہی، یہ حدیث امام احمد ابوداؤد طیالسی، ابویعلی، طبرانی اور دارقطنی نے روایت کی ہے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۸ ج ۱ ایضاً)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے: وعن ابی وائل قال لم يكن عمر و علی رضی اللّٰه عنهما يجهران ببسم اللّٰه الرحمن الرحيم ولا بآمين رواه الطبرانی فی تهذيب الآثار: یعنی حضرت ابووائلؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما (نماز میں سورۂ فاتحہ سے پہلے) بسم اللّٰه الرحمن الرحيم جہر سے نہیں پڑھتے تھے اور (سورۂ فاتحہ کے بعد) آمین بھی جہر سے نہیں کہتے تھے اس کی روایت طبرانی نے تہذیب الآثار میں کی ہے (زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۹ جلد اول ایضاً)

اس اثر کو امام طحاویؒ نے بھی معانی الآثار میں بیان کیا ہے حدثنا سليمان بن شعيب قال حدثنا علی بن معبد قال حدثنا ابو بكر بن عياش عن ابی سعيد عن ابی وائل قال كان عمر و علی لا يجهران ببسم اللّٰه الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ ولا بالتامين۔

حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللّٰه الرحمن الرحيم اعوذ باللہ اور آمین زور سے نہیں پڑھتے تھے

(معانی الآثار المعروف بہ طحاوی ص ۹۹ باب قراءۃ بسم اللہ الرحمن فی الصلوۃ)

مصنف عبدالرزاق میں ہے عبدالرزاق عن الثوری عن منصور عن ابراھیم قال خمس یخفیھن سبحانک اللّٰھم وبحمدک والتعوذ بسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین واللھم ربنا ولک الحمد. ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں (امام کو) آہستہ آواز سے کہنی چاہئیں سبحانک اللھم وبحمدک اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اللھم ربنا ولک الحمد (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۸۷)

نیز مصنف عبدالرزاق میں ہے۔ عبدالرزاق عن معمر والثوری عن منصور عن ابراہیم انہ کان یسر آمین، ابراہیم نخعی آمین آہستہ آواز سے کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ص ۹۶ ج ۲)

محدث کبیر علامہ یوسف بنوری "معارف السنن" میں تحریر فرماتے ہیں:۔ عن ابراھیم قال قال عمر رضی اللہ عنہ اربع یخفیھن الامام، التعوذ وبسم اللہ الرحمن الرحیم وآمین واللھم ربنا ولک الحمد (ابن جریر) فتخلص ان اخفاء التامین ھو مذھب عمرو علی وعبد اللہ وابراھیم النخعی وجمھور الصحابۃ والتابعین وسائر اھل الکوفۃ.

یعنی ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ آواز سے کہے اعوذ باللہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم آمین اور اللھم ربنا ولک الحمد، (ابن جریر) خلاصۂ کلام یہ ہے کہ آمین آہستہ آواز سے کہنا یہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہؓ ابراہیم نخعی، جمہور صحابہ وتابعینؒ اور تمام اہل کوفہ کا مذہب ہے۔ (معارف السنن شرح ترمذی ص ۴۱۳، ج ۲ باب ماجآء فی التامین)

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی تحقیق

خلفاء راشدین واکابر صحابہ کا عمل (آمین کے) اخفاء ہی کا تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ حضرت ابن مسعودؓ سے اخفاء ہی منقول ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا طریقہ بھی یہی تھا ورنہ یہ جلیل القدر صحابہ آپ کے خلاف کیسے کر سکتے تھے، (معارف مدنیہ ص ۳۲ حصہ پنجم)

نیز معارف مدنیہ میں ہے (شعبہ اور سفیان والی روایت کی جمع کی) ایک صورت تو وہ ہے جو پہلے گذری دوسری یہ کہ جہر بیان جواز کے لئے تھا تیسرے تعلیم امت کے لئے تھا، چوتھے ابتدا میں تھا اس کے بعد نہیں رہا اس کا قرینہ یہ ہے کہ طبرانی میں "انہ امن ثلاث مرات" یعنی آپ نے زور سے آمین تین مرتبہ کہی ہے، نیز ابوبشر دولابی نے "الاسماء والکنی" میں حضرت وائل سے ہی روایت کیا ہے حضور ﷺ نے آمین زور سے جو کہی یہ ہمارے سکھانے کے لئے تھی اس سے زیادہ واضح قرینہ اور کیا ہو سکتا ہے اس بات کا کہ اصل سنت اخفاء ہے اور جہر عارضی تھا جیسا کہ سبحانک اللھم یا التحیات وغیرہ بعض اوقات زور سے پڑھی جاتی تھیں تعلیم امت کے لئے، ایسا ہی یہ بھی ہے، تیسرے یہ کہ ابوداؤد میں ہے حضرت وائلؓ حضور ﷺ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوئے ایک مرتبہ آمین بالجہر سنا اور دوسری مرتبہ بالاخفاء لہذا دونوں کو روایت کر دیا، اس سے معلوم ہوا کہ جہر ابتدا میں تھا بعد میں اخفاء ہو گیا ورنہ

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما جہر کو نہ چھوڑتے ، یہ صورتیں جمع اور تطبیق کی ہیں الخ (معارف مدنیہ حصہ پنجم ص ۳۲)

آہستہ آمین کہنے کی ایک اور دلیل:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آمین سورۂ فاتحہ یا قرآن کا جز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں آمین کو لکھا نہیں جاتا آمین دعا ہے اور دعا مخفی اور آہستہ آواز سے ہونی چاہئے قرآن میں ہے **ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة** اپنے رب کو عاجزی وآہستگی سے پکارو، اس آیت کریمہ سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آمین سراً کہنا چاہئے۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے **وبالقیاس علی سائر الاذکار والا دعیة ولان امین لیس من القرآن اجماعاً فلا ینبغی ان یکون علی صوت القرآن وبا خفا ئها یقع التمییز بین القرآن وغیره فانه اذا جهر بها مع الجهر بالفاتحة یلبس انها من القرآن کماانه لا یجوز کتابته فی المصحف ولهذا اجمعو علی اخفاء التعوذ لکونه لیس من القرآن (زجاجة المصا بیح حاشیه ج ا ص ۲۵۸ باب القرآة فی الصلوٰة)**

نور المصابیح میں ہے: عقلی دلائل سے بھی آمین کا آہستہ کہنا اس طرح ثابت ہوتا ہے کہ امین بھی نماز میں پڑھی جانے والی دعاؤں اور اذکار میں سے ہے جس طرح نماز کی دوسری دعاؤں اور اذکار کو آہستہ پڑھتے ہیں اسی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے آمین کو آہستہ پڑھنے کی ایک اور عقلی دلیل یہ بھی ہے کہ تعوذ کی طرح آمین بھی قرآن کا جز نہیں ہے اگر آمین قرآن کا جزء ہوتا تو اس کو قرآن میں لکھا جاتا، آمین کے جہر اور سر کے متعلق ترمذی نے دو روایتیں بیان کی ہیں اور دونوں روایتیں حضرت وائلؓ ہی سے مروی ہیں، سفیان جہراً کہنے کی روایت کرتے ہیں۔ اور شعبہ سراً کی روایت کرتے ہیں۔

چونکہ تعوذ اور آمین دونوں قرآن میں نہیں لکھے جاتے اس لئے ثابت ہوا کہ یہ دونوں قرآن کے جز نہیں ہیں اور جو قرآن کا جز نہ ہو اس کو آہستہ پڑھا جاتا ہے اسی لئے تعوذ کی طرح آمین کو بھی آہستہ پڑھنا چاہئے (**یہ مضمون مرقاة بنا یه اور التعلیق الحسن سے ماخوذ ہے)(نور المصا بیح ترجمه زجاجة المصا بیح ص ۳۰۳ حصه دوم، جلد اول)**

شعبہ والی روایت پر امام ترمذی نے چند شبہات پیش فرمائے ہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں **واخطأ شعبة مواضع من هذا الحدیث فقال من حجرابی العنبس انما هو حجربن العنبس ویکنی ابا السکن وزاد فیه عن علقمة بن وائل ولیس فیه علقمة وانما هو حجر بن العنبس عن وائل ......الخ.**

یعنی شعبہ نے اس حدیث میں چند غلطیاں کی ہیں (۱) شعبہ نے اپنی روایات میں حجر ابو العنبس کہا ہے حالانکہ حجر ابن العنبس ہے (۲) شعبہ نے ان کی کنیت ابو العنبس بیان کی ہے حالانکہ ان کی کنیت ابو السکن ہے (۳) شعبہ نے اپنی روایت میں علقمہ کی زیادتی کی ہے، حالانکہ اس روایت میں علقمہ نہیں ہیں الخ (**ترمذی شریف ج ا ص ۳۴ باب ماجآء فی التامین)**

جواب یہ ہے کہ حجر کے باپ اور بیٹے دونوں کا نام عنبس ہے یہ بات گو ہندوستان میں معیوب ہے لیکن عرب میں پسندیدہ اور بکثرت رائج تھی (معارف مدنیہ ۳۱ ج ۵ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ) لہذا جس طرح حجر بن العنبس صحیح ہے اسی طرح حجر ابوالعنبس بھی صحیح ہے۔

(۲) حجر کی کنیت ابوالسکن بھی تھی اور ابوالعنبس بھی ایک شخص کی دو کنیت ہونے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں (معارف مدنیہ)

(۳) حجر نے علقمہ اور وائل دونوں سے سنا ہے چنانچہ ابوداؤد طیالسی میں تصریح ہے کہ حجر نے کہا ہے کہ میں نے دونوں سے سنا ہے (معارف مدنیہ ص ۳۱ حصہ پنجم)

زجاجۃ المصابیح میں ہے وحجر اسم بیه عنبس وكنيته ككنية ابيه ابو العنبس ولا مانع من ان يكون له كنية اخرى ابو السكن لانه يكون لشخص واحد كنيتان وبهذا جزم ابن حبان فى كتاب الثقات وزاد فيه علقمة لا يضر لان الزيادة كان من الثقة مقبولة ولا سيما من قبل شعبة (زجاجة المصابيح ج ١ ص ٢٥٧ باب القرأة فى الصلوٰة)

شعبہ کی روایت کی وجوہ ترجیح:

معارف مدنیہ میں ہے علاوہ ازیں سفیان مدلس ہیں اور مدلس کی روایت معنعن میں تدلیس کا امکان وشائبہ ہوتا ہے، یہ روایت ایسی ہی ہے اس لئے شائبہ تدلیس موجود ہے اس کے برخلاف شعبہ کی روایت اس کمزوری سے پاک ہے، کیونکہ شعبہ مدلس نہیں تھے نیز ان کی روایت مسلسل بالتحدیث ہے، جب کہ سفیان کی روایت معنعن ہے، یہ شعبہ کی روایت کی وجہ ترجیح ہے علاوہ ازیں سفیان اور شعبہؒ کے بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

ان میں قول راجح یہ ہے کہ شعبہ احادیث کے متون اور رجال کے حفظ میں بڑھے ہوئے ہیں اور سفیان صاحب ابواب ہیں یعنی فقہ میں بڑھے ہوئے ہیں، یحییٰ بن سعید قطان، حماد بن سلمہ، احمد بن حنبل ابوداؤد وغیرہ کے اقوال کا خلاصہ یہی ہے خود سفیان کہتے ہیں کہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں چونکہ یہ بحث احادیث کی عبارت اور رجال سے تعلق رکھتی ہے اس لئے شعبہ کی روایت قابل ترجیح ہوگی یہ شعبہ کی دوسری وجہ ترجیح ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ شعبہ خود فرماتے ہیں کہ جس کسی سے میں نے روایت کی ہے اس کے پاس ایک سے زائد مرتبہ گیا ہوں اور جس سے میں نے دس روایتیں سنی ہیں اس کے پاس دس سے زائد مرتبہ حاضر ہوا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ شعبہ ایک ایک روایت کو کئی کئی بار سن کر یاد کرتے تھے تاکہ غلطی کا امکان باقی نہ رہے یہ بات سفیان میں نہیں تھی اس لئے شعبہ کی روایت لائق ترجیح ہے، چوتھے سفیان کا مسلک خود ان کی روایت کے خلاف ہے اس سے ثابت ہوا کہ وہ خود اپنی روایت کو قابل عمل نہ سمجھتے تھے یہ شعبہ کی روایت کی چوتھی وجہ ترجیح ہے (معارف مدنیہ ص ۳۲ حصہ پنجم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ میں جانے کا مسنون طریقہ:

(سوال ۷۳) نماز میں سجدہ کے وقت پہلے ہاتھ رکھے بعد میں گھٹنے رکھے تو یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر کوئی عذر نہ ہو تو سجدہ میں جاتے ہوئے پہلے گھٹنے رکھے، پھر دونوں ہاتھ رکھے یہ سنت طریقہ ہے، بلا عذر

اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر عذر ہو جیسے بڑھاپا ہو یا بدن بھاری ہو اور پہلے گھٹنے رکھنے میں تکلیف ہو تو اس صورت میں پہلے ہاتھ رکھنے میں مضائقہ نہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے (ثم کبر) کل مصل خاراً للسجود (ثم وضع رکبتیہ ثم یدیہ) ان لم یکن بہ عذر یمنعہ من ہذہ الصفۃ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۴ فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوٰۃ) عمدۃ الفقہ میں ہے: سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر وہ اعضاء رکھے جو زمین سے قریب ہیں پھر اس کے بعد والے علی الترتیب رکھے، پس پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور پیشانی کا اکثر حصہ لگادے کیونکہ یہ واجب ہے اور اس طرح رکھے کہ اچھی طرح قرار پکڑے۔ الی قولہ۔ یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو، لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً ...... عمر زیادہ ہو جانے کی وجہ سے پہلے گھٹنے نہیں رکھ سکتا تو دونوں ہاتھ کو گھٹنے سے پہلے رکھ لے، اگر عذر کی وجہ سے دونوں ایک ساتھ زمین پر نہیں رکھ سکتا تو دائیں ہاتھ و گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرے (عمدۃ الفقہ ص ۱۱۰ ج ۲)

سجدہ کرنے کا مسنون طریقہ:

(سوال ۳۸) بہت سے نمازی سجدہ میں کہنیاں اور کلائیاں زمین پر بچھا دیتے ہیں کیا اس نماز میں کراہت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مرد کے لئے سجدہ کا مسنون اور صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے بازوؤں کو اپنے پہلو (پسلیوں) سے جدا رکھے، لیکن جماعت کے اندر بازوؤں کو پہلو سے ملا ہوا رکھے (کہ دیگر مقتدیوں کو تکلیف نہ ہو) کہنیوں کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ زمین سے اٹھا ہوا رکھے پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے اور سجدہ میں دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل رکھے (سینے کے مقابل نہ رکھے) یعنی چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل رہیں، ہاتھوں کی انگلیاں بالکل ملا کر رکھیں تاکہ سب کے سرے قبلہ رخ رہیں، اور دونوں پاؤں کی انگلیاں بھی زمین پر اس طرح رکھے کہ ان کے سرے قبلہ رخ رہیں (عمدۃ الفقہ ص ۱۱۰ ج ۲)

مرد اگر کہنیاں زمین پر بچھائے تو مکروہ تحریمی ہے، شامی میں ہے (قولہ افتراش الرجل ذراعیہ الخ) ای بسطھما فی حالۃ السجود وقید بالرجل اتباعاً للحدیث المار آنفاً ولان المرأۃ تفترش قال فی البحر قیل وانما نھی عن ذلک لانھا صفۃ الکسلان والتھاون بحالہ مع ما فیہ من التشبہ بالسباع والکلاب، والظاھر انھا تحریمۃ للنھی المذکور من غیر صارف آہ (شامی ج ۲ ص ۶۰۲ مکروھات الصلوٰۃ)

عمدۃ الفقہ میں ہے۔ مردوں کا سجدہ کی حالت میں دونوں بانہیں زمین پر بچھانا مکروہ تحریمی ہے۔ (عمدۃ الفقہ ص ۲۷۰ ج ۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مرد اور عورت کی نماز میں کہاں کہاں فرق ہے:

(سوال ۳۹) بعض عورتیں مردوں کی طرح رکوع وسجدہ وقعدہ کرتی ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ امید ہے کہ وضاحت کے ساتھ

جواب مرحمت فرمائیں گے، بینوا توجروا۔

(الجواب) جوعورتیں مردوں کی طرح رکوع، سجدہ، قعدہ کرتی ہیں یہ غلط ہے، مرد وعورت کی نماز میں چند چیزوں کے اندر فرق ہے اور وہ یہ ہیں (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائیں، عورتیں صرف کندھوں تک، کنز الدقائق میں ہے واذا اراد الدخول فی الصلاۃ کبر و رفع یدیہ حذاء اذنیہ (کنز مع بحر ج ۱ ص ۳۰۵ (فصل) واذا اراد الدخول الخ) مراقی الفلاح میں ہے (اذا اراد الرجل الدخول فی الصلوۃ) ای صلاۃ کانت (اخرج کفیہ من کمیہ) بخلاف المرأۃ …… (ثم رفعھما حذاء اذ نیہ) حتی یحاذی بابھا میہ شحمتی اذنیہ ولا یفرج اصابعہ ولا یضمھا واذا کان بہ عذر یرفع بقدر الامکان والمرأۃ الحرۃ حذو منکبیھا (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۲ فصل فی کیفیۃ ترکیب الصلوٰۃ)

(۲) مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے گٹے پر اس طرح رکھے کہ دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر بائیں ہاتھ کا گٹا پکڑے اور بقیہ تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی تمام انگلیاں دائیں ہاتھ کی کلائی کے پیچھے رکھے نیچے کی طرف لٹکی ہوئی نہ رہیں، اور عورت سینہ پر ہاتھ رکھے اس طرح کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھ دے حلقہ نہ بنائے، درمختار میں ہے (ووضع) الرجل (یمینہ علی یسارہ تحت سرتہ آخذ ارسغھا بخنصرہ وابھامہ) ھو المختار وتضع المرأۃ والخنثی الکف علی الکف تحت ثدیھا (درمختار مع شامی فصل واذا اراد الشروع الخ ص ۴۵۴ جلد اول)

(۳) رکوع کا فرق مرد رکوع میں اتنا جھکے کہ سر پیٹھ اور سرین برابر ہو جائیں اور عورت تھوڑا سا جھکے یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں پیٹھ سیدھی نہ کرے (۴) مرد گھٹنے پر انگلیاں کھلی رکھے اور ہاتھ پر زور دیتے ہوئے مضبوطی کے ساتھ گھٹنوں کو پکڑے اور اپنی اپنی انگلیاں ملا کر گھٹنوں پر رکھ دے اور ہاتھ پر زور نہ دے اور پاؤں قدرے جھکے ہوئے رکھے مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے، مرد اپنے بازوں کو پہلو سے الگ رکھے اور کھل کر رکوع کرے اور عورت اپنے بازو کو پہلو سے خوب ملائے اور دونوں پاؤں کے ٹخنے ملا دیوے اور جتنا ہو سکے سکڑ کر رکوع کرے، درمختار میں ہے ثم یکبر للرکوع …… (ویضع یدیہ) معتمداً بھما (علی رکبتیہ ویفرج اصابعہ) للتمکن ویسن ان یلصق کعبیہ وینصب ساقیہ (ویبسط ظھرہ) ویسوی ظھرہ بعجزہ (غیر رافع ولا منکس راسہ) شامی میں ہے قال فی المعراج وفی المجتبی ھذا کلہ فی حق الرجل اما المرأۃ فتنحنی فی الرکوع یسیراً ولا تفرج ولکن تضم وتضع یدیھا علی رکبتیھا وضعاً وتحنی رکبتیھا ولا تجافی عضدیھا لان ذلک استرلھا (درمختار وشامی ج ۱ ص ۴۶۰، ۴۶۱ ایضاً)

(۵) سجدہ کا فرق:

مرد سجدہ کی حالت میں پیٹ کو رانوں سے، بازو کو بغل سے جدا رکھے اور کہنیاں اور کلائی زمین سے علیحدہ (اٹھی ہوئی) رکھے اور عورتیں پیٹ رانوں سے اور بازوؤں کو بغل سے ملا ہوا رکھیں اور کہنیاں اور کلائیاں زمین پر بچھا کر

سجدہ کریں، نیز مرد سجدہ میں دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر انگلیاں قبلہ رخ رکھے عورتیں پاؤں کھڑا نہ کریں بلکہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور خوب سمٹ کر سجدہ کریں اور دونوں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر قبلہ رخ رکھیں کنز الدقائق میں ہے وابدی ضبعيه وجافی بطنه عن فخذيه ووجه اصابع رجليه نحو القبلة وسبح فيه ثلاثاً والمرأة تنخفض وتلزق بطنها بفخذيها (قوله والمرأة تنخفض وتلزق بطنها بفخديها) لانه استرلها فانها عورة مستورة ويدل عليه مارواه ابو داؤد فی مراسيله انه عليه الصلوٰة والسلام مر علی امرأتين تصليان فقال اذا سجدتما فضما بعد اللحم الی الارض فان المرأة ليست فی ذلک كالرجل (بحر الرائق فصل واذا اراد الدخول الخ ص ۳۲۱،۳۲۰ ج ۱) ويزاد علی العشرة انها لا تنصب اصابع القدمين (بحر الرائق ص ۳۲۱ ايضاً)

(۶) جلسہ وقعدہ کا فرق:

مرد جلسہ وقعدہ میں اپنا داہنا پیر کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رخ کرے اور بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جاوے، دونوں ہاتھ زانو پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں قبلہ رخ رہیں نیچے کی طرف نہ ہو جائیں اور عورتیں اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھیں واذا فرغ من سجدتی الركعة الثانية افترش رجله اليسری فجلس عليها ونصب يمناه ووجه اصابعه نحو القبلة ووضع يديه علیٰ فخذيه وبسط اصابعه وهی تتورک (كنز الدقائق مع بحر ج ۱ ص ۳۲۳ ايضاً) بحر الرائق میں ہے وذكر الشارح ان المرأة تخالف الرجل فی عشر خصال ترفع يديها الیٰ منكبها وتضع يمينها علی شمالها تحت ثديها ولا تجافی بطنها عن فخذيها وتضع يديها علی فخذيها تبلغ رؤس اصابعها ركبتيها ولا تفتح ابطيها فی السجود وتجلس متوركة فی التشهد ولا تفرج اصابعها فی الركوع ولا تؤم الرجل وتكره جماعتهن وتقوم الامام وسطهن اه ويزاد علی العشر انها لا تنصب اصابع القدمين كما ذكره فی المجتبیٰ ولا يستحب فی حقها الاسفار بالفجر كما قدمناه فی محله ولا يستحب فی حقها الجهر بالقرأة فی الصلوٰة الجهرية بل قدمناه فی شروط الصلوٰة انه لو قيل بالفساد اذا جهرت الامكن علی القول بان صوتها عورة والتتبع يقتضی اكثر من هذا فالا حسن عدم الحصر (بحر الرائق ص ۳۲۱ ج ۱ ايضاً)

نوٹ:۔

عورتیں مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کر سکیں اس کے لئے مناسب صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ رکوع سے سجدہ میں جاتے ہوئے زمیں کا سہارا لے کر اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں اور فوراً سجدہ کریں، عورتوں میں سجدہ کا یہی طریقہ چلا آرہا ہے مسنون طریقہ کے مطابق سجدہ کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا معین ہے لہٰذا اسے بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قعدہ میں سیدھا پاؤں کھڑا نہ رکھ سکے یا بلا عذر اس کی عادت بنالے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴۰) ہمارے امام صاحب کے پیر میں چوٹ لگ گئی اس کی وجہ سے جب وہ قعدہ میں بیٹھتے ہیں تو سیدھا پاؤں کھڑا رہ کر انگلیاں قبلہ رخ میں نہیں رکھ پاتے تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ کیا نماز میں کوئی کراہت پیدا ہوگی. اسی طرح جب وہ تقریر کرتے ہیں تو سمجھ میں نہیں آتا اس وجہ سے بھی لوگ نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے تو ان کی امامت کا کیا حکم ہے؟ بینوا، توجروا۔

(الجواب) مرد کے لئے قعدہ میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا کرے اور دائیں پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ رکھے، بلا عذر مسنون طریقہ کے خلاف بیٹھنا مکروہ ہے، البتہ عذر کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو کراہت نہیں۔ ویسن (افتراش) الرجل (رجلہ الیسریٰ ونصب الیمنیٰ) وتوجیہ اصابعھا نحوا لقبلۃ کما ورد عن ابن عمر رضی اللہ عنھما (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۴۶ سنن الصلوٰۃ) مکروہات الصلوٰۃ میں ہے: (والتربع بلا عذر) لترک سنۃ القعود قولہ بلا عذر) اما بالعذر فلا کراھۃ لان العذر یبیح ترک الوجب فاولیٰ السنۃ (قولہ لترک السنۃ القعود)(ھذا یفید انہ مکروہ تنزیھا افادہ الشرح. (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۹۲)

صورت مسئولہ میں اگر آپ کے امام صاحب کسی عذر کی وجہ سے سنت طریقہ کے مطابق نہ بیٹھ سکیں تو نماز میں کوئی کراہت پیدا نہ ہوگی ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے البتہ اگر بلا عذر اس طرح بیٹھتے ہوں اور اس کی عادت بنالی ہو تو اس طرح بیٹھنا مکروہ ہوگا، ان کو چاہئے کہ اپنی اصلاح کرلیں اور سنت طریقہ اختیار کریں۔ تقریر کرنا اور تعلیم کرنا ان پر لازم اور ضروری نہیں ہے اور اس مقصد کے لئے ان کا تقرر بھی نہیں کیا گیا ہے، اگر وہ نماز میں قرآن مجید تجوید کے مطابق صحیح صحیح پڑھتے ہوں اور سنت طریقہ کے مطابق نماز پڑھاتے ہوں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز کا سلام پھیرنے میں ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' کہنا کیسا ہے؟:

(سوال ۴۱) بعض امام سلام پھیرنے کے وقت ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' (الف لام کے بغیر) کہتے ہیں اس طرح کہنا کیسا ہے؟ کیا اس میں کوئی کراہت ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مصلی کے لئے (امام ہو یا منفرد) سنت طریقہ یہ ہے کہ کمال اور صاف طریقہ سے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہے، اگر ''السلام علیکم'' کے بجائے ''سلام علیکم'' کہے گا تو سنت کے خلاف اور مکروہ ہوگا، شامی میں ہے (قولہ ھو السنۃ) قال فی البحر وھو علی وجہ الا کمل ان یقول السلام علیکم ورحمۃاللہ مرتین فان قال السلام علیکم او السلام او سلام علیکم اوعلیکم السلام اجزاہ وکان تار کاً للسنۃ وصرح فی السراج بکراھۃ الا خیراہ قلت تصریحہ بذلک لا ینافی کراھۃ غیرہ مما خالف السنۃ (شامی ص ۴۹۱ ج ۱ فصل فی بیان تالیف الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب

مقتدی تشہد پورا کرے یا امام کا اتباع کرے:

(سوال ۴۲) امام قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا، درانحالیکہ مقتدی تشہد سے فارغ نہیں ہوا، تو کیا وہ امام کا اتباع کرے گا یا تشہد پورا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حتی الامکان مقتدی تشہد پورا کرنے کے بعد کھڑا ہو، امام کے اتباع (یعنی تشہد پورا کئے بغیر کھڑے ہونے) کی صورت میں بھی نماز ہو جائے گی۔

مجالس الابرار میں ہے۔ واما لو قام الا مام من القعدة الا ولی الی الر کعة الثالثة قبل ان یتم المقتدی التشهد فانه یتمه ثم یقوم وان قام قبل ان یتمه یجوز (مجلس ۴ ص ۳۴۲، ص ۳۴۳) فقط واللہ اعلم بالصواب.

اللہ اکبر میں لفظ اللہ یا اکبر کے ہمزہ یا باء پر مد کرے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۴۳) بعض لوگ بلکہ بعض امام بھی اللہ اکبر میں اللہ اکبر کے ہمزہ کو کھینچ کر پڑھتے ہیں اور بعض اکبر کے ہمزہ پر مد کر کے پڑھتے ہیں اور بعض اکبر کے باء کو کھینچ کر پڑھتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) اللہ اکبر اس طرح کہنا چاہئے کہ اللہ کے ہمزہ پر مد نہ کرے اور اس طریقہ پر نہ پڑھے آللہ، اور نہ اس طرح پڑھے کہ ہمزہ اور لام کے درمیان الف ممالہ کی آواز پیدا ہو جائے یعنی ہمزہ کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ ہمزہ دراز ہو کر لام سے ملے جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آ۔للہ۔ بلکہ بلا تاخیر ہمزہ کو لام جلالہ سے ملانا چاہئے یہ سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی طرح اکبر کے ہمزہ پر بھی مد نہ کرے اور اس طرح نہ پڑھے، آکبر۔ اور نہ اس طرح پڑھے کہ ہمزہ اور کاف کے درمیان الف ممالہ کی آواز ظاہر ہو یعنی ہمزہ کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ ہمزہ کاف سے قدرتاخیر سے ملے جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے۔آ کبر۔ بلا تاخیر ہمزہ کاف سے ملانا چاہئے، یہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

اسی طرح اکبر کے باء پر بھی مد نہ کرے اور اس طرح سے نہ پڑھے۔ اکبار، اور نہ اس طرح پڑھے کہ باء اور راء کے درمیان الف ممالہ کی آواز پیدا ہو جائے، یعنی باء کو اس طرح کھینچ کر پڑھے کہ باء راء سے قدرے تاخیر سے ملے جس کی صورت یہ ہو سکتی ہے، اکب......ر، بلا تاخیر باء کو راء سے ملانا چاہئے، یہ بھی سننے سے تعلق رکھتا ہے۔

ان تین جگہوں میں سے کسی بھی جگہ مد کرے گا یا دراز کر کے پڑھے گا تو بہت سخت غلطی ہوگی، اگر یہ غلطی تکبیر تحریمہ میں کی تو سرے سے نماز ہی میں داخل نہ ہوگا، اور اگر تکبیرات انتقالات میں یہ غلطی کی تو نماز فاسد ہو جائے گی، لہٰذا اماموں کو چاہئے کہ اس کا بہت خیال رکھیں اور بار بار مشق کر کے توجہ کے ساتھ اپنی غلطی کی اصلاح کر لیں۔

مجالس الابرار میں ہے: وهو ست الا ولیٰ تکبرة الا فتتاح لا یدخل فی الصلوٰة الا بها وهی ان یقول من یرید الدخول فی الصلوٰة اللہ اکبر بلا اد خال مد فی همزة اللہ وهمزة اکبر فان وقع المد فی احد الهمزتین لا یصیر داخلاً فی الصلوٰة بل تفسد لو وقع فی اثنا نها ولو تعمد ہ یکفر لا نه یصیر استفهاماً ومقتضاه الشک فی کبریاء اللہ . الی قوله. ولو وقع المد فی باء اکبر بان یقول

اکبار بزیادۃ الالف الممال بین الباء والراء لا یصیر داخلاً فی الصلوٰۃ وتفسد لووقع فی اثنائہا.

ترجمہ:۔ اور فرائض چھ ہیں: اول تکبیر افتتاح ہے اور بدون اس کے نماز شروع نہیں ہوتی اور وہ یہ ہے کہ جو شخص نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ اکبر اس طرح کہے کہ اللہ کے ہمزہ اور اکبر کے ہمزہ اور ب پر مد نہ کرے، کیونکہ اگر دونوں ہمزہ میں سے ایک پر مد ہو جائے گا تو نماز میں داخل نہ ہوگا بلکہ اگر نماز میں بیچ کی تکبیروں میں آجائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر قصداً مد کھینچے گا تو کافر ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ استفہام ہو جائے گا اور اس کا مقتضیٰ اللہ کی بڑائی میں شک ہے۔ الی قولہ۔ اور اگر مد اکبر کی باء پر واقع ہو کہ اکبر کی باء اور راء کے درمیان الف ممالہ زیادہ کر کے ''اکبار'' پڑھے تو۔ (تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور) نماز میں داخل نہ ہوگا اور نماز کے درمیان (تکبیرات انتقالات) اس طرح پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (مجالس الابرار ص ۲۰۲ مجلس نمبر ۵۲)

زادالفقیر میں ہے. ولو مد بھمزۃ الجلالۃ او اکبر او باءہ لم یصر شارعاً (زاد الفقیر ص ۳۱) فقط واللہ اعلم بالصواب.

باب القراءۃ وزلۃ القاری

امام قرأت کتنے زور سے پڑھے:

(سوال ۴۴) ایک شخص قرآن مجید کی تفسیر بیان کرتا ہے۔ پندرھویں پارہ میں سورۂ بنی اسرائیل میں ہے و لا تجھر بصلوتک و لا تخافت بھا و ابتغ بین ذلک سبیلا تفسیر یہ ہے کہ اپنی نمازیں نہ زور سے پڑھو نہ آہستہ، میانہ روی اختیار کرو، تو کیا یہ حکم امام پر بھی منطبق ہوتا ہے؟ وہ شخص کہتا ہے کہ امام اتنے زور سے پڑھے کہ آواز جماعت خانے سے باہر نہ جانی چاہئے تو کیا اس شخص کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(الجواب) قرآن مجید کا ترجمہ دیکھ کر احکام بیان کرنا اور امام کے لئے فتویٰ دینا صحیح نہیں ہے۔ آیت کریمہ وابتغ بین ذلک سبیلا (میانہ روی اختیار کرو) کی یہ حد مقرر کر لینا کہ آواز جماعت خانے سے باہر نہ جانی چاہئے یہ صحیح نہیں ہے اس کی جو حد فقہاء نے بیان کی ہے وہ صحیح ہے، درمختار اور شامی میں ہے ویجھر الا مام جھرا بحسب الجماعۃ فان زاد علیہ اساء (درمختار) (قولہ فان زاد علیہ اساء) وفی الزاھدی عن ابی جعفر لو زاد علی الحاجۃ فھو افضل الا اذا اجھد نفسہ او اذی غیرہ قھستانی (شامی ج ۱ ص ۴۹۷ فصل فی القرأۃ)

آیت مذکورہ کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نہ تو تمام نمازوں میں زور سے پڑھو نہ تمام نمازوں میں آہستہ پڑھو، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں زور سے پڑھو قولہ۔ (یجھر الا مام وجوباً)

لـلمـواظبۃ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان صلی اللہ علیہ وسلم یجھر بالقران فی الصلوۃ کلھا ابتداءً کما سیذکرہ الشراح وکان المشرکون یؤذونہ ویسبون من انزلہ ومن انزل علیہ فانزل اللہ تعالیٰ ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بھا ای لا تجھر بھا کلھا ولا تخافت بھا کلھا وابتغ بین ذلک سبیلا بان تجھر بصلوتک اللیل و تخافت بصلوتک النھار فکان یخافت بعد ذلک فی صلوۃ الظھر والعصر الخ. (طحطاوی علی در مختار ج ۱ ص ۲۶۳ ایضاً)

"بعض کہتے ہیں مراد یہ ہے کہ نہ سب نمازوں کو محض آواز سے پڑھو جیسا کہ صبح و مغرب و عشاء کی نماز کیونکہ ان وقتوں میں مشرکین اپنے کاروبار میں مصروف یا سونے کھانے میں مشغول رہتے ہیں نہ سب کو ظاہر کر کے جیسا کہ ظہر و عصر کی نماز پس بعض کو پکار کر بعض کو آہستہ سے پڑھو (تفسیر حقانی ج۵ ص ۹۶ سورۃ بنی اسرائیل تفسیر ولا تجھر بصلوتک الخ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

تنوین کے بعد "الف۔لام" آنے سے قرأت میں پیدا ہونے والی صورتیں

(سوال ۴۵) ایک اہم مسئلہ اور اس کے اصول و ضوابط سوال و جواب کی شکل میں دیکھے ہیں ان کی تحقیق کی ضرورت ہے۔ مسئلہ اور قانون یہ ہے:-

"سوال ہمارے امام صاحب جہری نماز میں قل ھو اللہ احد اللہ الصمد (احد کی دال پر وقف کرنے کے) بجائے قل ھو اللہ احدنِ اللہ الصمد (دال کی تنوین کو نون سے بدل کر اس کے نیچے کسرہ) پڑھتے ہیں۔

(الجواب) کسی آیت یا فقرے کا آخری حرف منون ہو (اس کے اوپر دو پیش یا دو زبر یا اس کے نیچے دو زیر ہوں) اور اس کے بعد والی آیت یا جملے کا پہلا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہو وہاں اس کے آخری حرف کو اس کے پہلے حرف سے ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون پڑھی جاتی ہے۔

سوال میں مذکورہ صورت بھی ایسی ہی ہے کہ "احد" کی "دال" پر دو پیش ہیں اور اس کے بعد آنے والا حرف اللہ "ال" (الف۔لام) سے شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا "احد" پر آیت نہ کر کے دونوں کو ملا کر پڑھا جائے تو اوپر معلوم ہو چکا اس کے مطابق "نون" پڑھا جاتا ہے اس لئے تمہارے امام صاحب "احد" پر آیت نہ کرتے ہوئے اس کے بعد والے "اللہ" کے ساتھ ملا کر اَحَدُ نِ اللّٰہُ الصَّمَدُ پڑھتے ہیں وہ غلط نہیں قرأت کے قانون کے مطابق ہے اور بالکل صحیح ہے۔"

مذکورہ مسئلہ اور قانون بیان کیا گیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط؟ تفصیل سے جواب دیں تا کہ اطمینان ہو جائے؟

(الجواب) یہ تو صحیح ہے کہ امام جس طرح پڑھتا ہے وہ صحیح ہے، غلط نہیں، مگر جو قاعدہ اور قانون بیان کیا گیا ہے کہ "تنوین کے بعد والی آیت کا پہلا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے تو ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون پڑھی جاتی ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ غلط ہے، بعض جگہوں پر اس طرح ہونے سے اسے کلیہ سمجھنا یا قرار دینا صحیح نہیں ہے یہ تو جتنے کالے اتنے جامن سمجھ لینے کے مترادف ہے۔ قرآن شریف میں ہے (۱) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ (سورہ نحل رکوع نمبر ۲ (۲) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ (سورۂ نحل رکوع ۹ (۳) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُھَا (۴) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُھَا (۵) مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُہٗ (سورہ فتح رکوع ۴ (۶) مُخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ (سورۂ زمر رکوع ۲)

مذکورہ مثالوں میں تنوین کے بعد "اَلْوَانُہٗ" اور "اَلْوَانُھَا" ہے اس لئے تنوین کے بعد کا حرف الف۔لام (ال) سے شروع ہوتا ہے مگر یہاں پر ملا کر پڑھنے کی صورت میں تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھی جاتی یعنی مُخْتَلِفُ نِ الْوَانُھَا پڑھنا جائز نہیں ہے، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا جو حرام ہے، اسی طرح سورۂ بنی اسرائیل دوسرے رکوع میں ہے (۷) وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ یہاں بھی تنوین کے بعد کا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا۔ یعنی اِنْسَانِ نِ الْزَمْنٰہُ پڑھنا جائز نہیں ہے، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گی، اور سورۂ ق دوسرے رکوع میں ہے (۸) عَتِیْدٌ اَلْقِیَا یہاں پر بھی تنوین کے بعد والا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی عَتِیْدُ نِ الْقِیَا پڑھنا جائز نہیں ہے پڑھے گا تو گنہگار ہوگا اور سورۂ طور پہلے رکوع میں ہے (۹) بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ یہاں بھی تنوین کے بعد والا حرف "ال" سے شروع ہوتا ہے مگر تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی بِاِیْمَانِ نِ الْحَقْنَا بِھِمْ نہیں پڑھا جا سکتا، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا اور گنہگار ہوگا، اور سورہ نبا پہلے رکوع میں ہے (۱۰) جَنّٰتٍ اَلْفَافًا یہاں پر تنوین کے بعد والا حرف "ال" سے شروع ہونے کے باوجود تنوین کے بجائے نون نہیں پڑھا جاتا یعنی "جَنّٰتِ نِ الْفَافًا پڑھنا جائز نہیں، پڑھے گا تو لحن جلی لازم آئے گا۔

نیز تنوین کو نون سے بدلنے کے لئے "ال" پر منحصر اور موقوف رکھنے میں دوسری خرابی یہ ہے کہ "تنوین" کو "نون" سے بدلنے کی قرآن وحدیث میں بے حد مثالیں ہیں۔

مثلاً۔

''اب'' کی مثال	عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ	(سورۂ توبہ)
	رَهْبَانِيَةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا	(سورۂ حدید)
	نُوْحُ نِ ابْنَه'	(سورۂ ھود)
''ات'' کی مثال	شَيْئًا نِ اتَّخَذَهَا	(سورۂ جاثیہ)
''اج'' کی مثال	خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ	(سورۂ ابراہیم)
''اد'' کی مثال	مُنِيْبِ نِ ادْخُلُوْهَا	(سورۂ ق)
	بِرَحْمَةِ نِ ادْخُلُوْا	(سورۂ اعراف)
''اذ'' کی مثال	طُوًى نِ اذْهَبْ	(سورۂ النازعات)
''ار'' کی مثال	عَذَابِ نِ ارْكُضْ	(سورۂ ص)
''از'' کی مثال	فِيْ زُجَاجَةِ نِ الزُّجَاجَةِ	(سورۂ نور)
''اس''''اس'' کی مثال	اَهْلَ قَرْيَةِ نِ اسْتَطْعَمَهَا	(سورۂ کہف)
	بِغُلَامِ نِ اسْمُه'	(سورۂ مریم)
	شَيْئًا نِ السَّمَآءُ	(سورۂ المزمل)
	يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ	(سورۂ نحل)
''اش'' کی مثال	كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ	(سورۂ ابراہیم)
''اص'' کی مثال	ابوبكرِ نِ الصِّدِيق	(حدیث شریف)
''اط'' کی مثال	خَيْرُ نِ اطْمَئَنَّ بِه	(سورۂ حج)
''اع'' کی مثال	عَلِيْمُ نِ اعْلَمُوْ	(سورۂ مائدہ)
''اع'' کی مثال	وَقُدُوْرِ رَّاسِيَاتِ نِ اعْمَلُوْا	(سورۂ سبا)
''اف'' کی مثال	الْاَفِكُ نِ افْتَرَاه'	(سورۂ الفرقان)
''اق'' کی مثال	مُبِيْنَ نِ اقْتُلُوْا	(سورۂ یوسف)
''ان'' کی مثال	فِتْنَةُ نِ انْقَلَبَ	سورۂ حج
〃	ثَلٰثَةَ نِ انْتَهُوْا	(سورۂ نساء)
〃	حَكِيْم نِ انْفِرُوْا	(سورۂ براءۃ)
〃	لَهْوَ نِ انْفَضُّوْا	(سورۂ جمعہ)
''اھ'' کی مثال	خَيْرُ نِ اهْبِطُوْا	(سورۂ بقرہ)

وغیرہ وغیرہ بے حد مثالیں ایسی ہیں کہ تنوین کے بعد والا حرف ''ال'' سے شروع نہیں ہوتا پھر بھی تنوین کے بجائے قانونا نون پڑھا جاتا ہے لہذا ''ال'' پر دارومدار رکھنا غلط ہے۔

اصل قاعدہ اور قانون یہ ہے کہ جس لفظ کے اخیر حرف کو تنوین (دوزبر دو پیش دو زیر) ہو اور اس کے بعد والی

آیت یا جملے کا پہلا حرف ہمزہ وصلی ہو تو اس کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں ہمزہ وصلی حذف ہو جاتا ہے (پڑھا نہیں جاتا) اور ''تنوین'' ''نون'' سے بدل جاتی ہے یعنی تنوین کی ایک حرکت پڑھی جاتی ہے اور دوسری حرکت نون میں آجاتی ہے جسے نون قطنی کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ایسی جگہ پر آسانی کے لئے چھوٹا سا ن نون لکھ دیا جاتا ہے ۔فقط واللہ اعلم بالصواب

فجر میں قرأت کی مقدار:

(سوال ۴۶) امام صاحب سورۂ ملک اور سورۂ یٰسٓ حفظ ہونے کے باوجود نماز فجر میں (۱) والضحیٰ واللیل۔ (۲) الم نشرح (۳) والتین والزیتون اور (۴) سورۂ جمعہ کا اخیری رکوع پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے بعض نمازیوں کی سنتیں فوت ہو جانے کا خوف رہتا ہے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

(الجواب) نماز صبح میں امام کو اتنی مختصر قرأت کی عادت بنا لینا خلاف سنت اور مکروہ ہے، کوئی خاص عذر نہ ہو تو امام اور ایسے ہی منفرد نماز صبح میں طوال مفصل یعنی سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں میں سے ایک ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھے یہ مسنون اور مستحب ہے یا کسی اور جگہ سے درمیانی درجہ کی کم سے کم چالیس آیتیں پڑھیں یہ کم سے کم ہے متوسط درجہ پر ہے کہ پچاس آیتوں سے ساٹھ تک اور اس سے بہتر یہ ہے کہ سو آیتوں تک پڑھیں ۔اس سلسلہ میں امام اور مقتدیوں کی ہمت اور شوق کا لحاظ رکھنا چاہئے البتہ وقت کی تنگی یا کسی اور ضرورت اور عذر کی بنا پر قرأت مختصر کرنی پڑے تو مضائقہ نہیں ہے جائز ہے۔ وان لم یخف فوت الوقت فالسنة فی حقه ان یقرأ فی صلوة الفجر فی الرکعتین باربعین اية وسطا والادنی او خمسین اوستين اية وهو الأوسط والاعلی الزيادة علی الستين الی المائة ففی صحیح مسلم من حديث جابر رضی الله عنه انه عليه السلام كان يقرأ فی الفجر بقاف و نحوها وفی الصحيحين عن ابی بريدة كان عليه السلام يقرأ فی الفجر ما بين ستين الی المائة الخ (كبيری ص ۳۰۳)(شامی ج ۱ ص ۵۰۴ فصل فی القرأة)

منفرد کی اقتداء کی جائے تو وہ جہراً قرأت کرے یا سراً؟:

(سوال ۴۷) ٹرین پکڑنے کی جلدی تھی، اس لئے اسٹیشن کی مسجد میں میں نے جماعت سے پہلے نماز صبح شروع کی، سورہ فاتحہ پڑھی اتنے میں دو چار مصلی میری اقتدا کرتے ہوئے میرے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے تو اس صورت میں میرے لئے سورت زور سے پڑھنا چاہئے تھا یا آہستہ سے؟ سورۂ فاتحہ تو میں نے آہستہ سے پڑھی تھی۔

(الجواب) صورت مذکورہ میں اگر آپ امامت کی نیت کر لیں تو سورت زور سے پڑھنا ضروری ہے ورنہ نہیں۔ ''کبیری'' میں ہے شرع منفردا فی صلوٰة جهرية فقرأ الفاتحة مخافة ثم اقتدی به جماعة يجهر بالسورة ان قصدالأ مامة والا فلا اذا لا يلزمه ما لم يلتزمه (ص ۵۷۴) فقط والله اعلم بالصواب

سورۂ فاتحہ اور سورۃ کے بیچ میں بسم اللہ:

(سوال ۴۸) سورۂ فاتحہ ختم کر کے سورۃ پڑھے تو بسم اللہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) ہاں آہستہ سے بسم اللہ پڑھے۔ شامی میں ہے ان سمیٰ بین الفاتحه والسورة المقروٴة سراً او جهراً كان حسناً عند ابی حنيفه. (یعنی) سورہ فاتحہ اور سورہ زور سے پڑھے یا آہستہ اس کے درمیان بسم اللہ پڑھنا بہتر ہے (ج ۱ ص ۴۵۸ آداب الصلاۃ مطلب قراءۃ البسملة بين الفاتحة والسورة حسن) فقط والله اعلم بالصواب.

ایک ہی سورہ کی قرأت دو رکعت میں:

(سوال ۴۹) دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) فرض نماز میں بدون عذر ضرورت دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ کی قرأت خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہی ہے نسیاناً پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں۔ البتہ نوافل میں بلا کراہت جائز ہے۔ ردالمحتار ج ۱ ص ۵۱۰)[۱] ابوداؤد شریف میں ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز فجر کی دونوں رکعتوں میں سورہ زلزال پڑھی ج ۱ ص ۱۲۵۔ علماء نے اس کو ضرورت اور بیان جواز پر محمول کیا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ صبح کی نماز میں طویل قرأت فرمایا کرتے تھے پس جس طرح کسی ضرورت یا بیان جواز کے لئے قرأت مختصر فرمائی ایسے ہی ایک ہی سورت کو دوبارہ پڑھنے کا مقصد بیان جواز تھا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قرأت میں الینا کی جگہ علینا پڑھے:

(سوال ۵۰) امام نے نماز جمعہ میں دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ پڑھی ان الينا ايا بهم. ثم ان علينا حسا بهم کی جگہ ان علينا ايابهم ثم ان علينا حسابهم. پڑھا تو نماز صحیح ہے یا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔[۲] فقط والله اعلم بالصواب

سورۃ کے آخری حروف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ پڑھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۵۱) نماز میں سورۂ کوثر اور سورۂ اخلاص کے آخری حرف کو رکوع کی تکبیر کے ساتھ ملا لے یعنی سورۂ کوثر میں "هو الا بتر الله اكبر" اور سورۂ اخلاص میں "كفواً احدالله اكبر" پڑھ کر رکوع کرے تو نماز میں کوئی خرابی پیدا ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) جہاں سورۃ کا آخری حرف اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا ہو وہاں تکبیر کے ساتھ ملا سکتے ہیں اور جہاں ایسا نہ ہو وہاں وصل نہ کیا جائے۔ لہذا "كفواً احد الله اكبر" پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مگر "هو الا بتر الله اكبر" نہ پڑھنا چاہئے "هو الا بتر" پر وقف کر کے رکوع کی تکبیر کہے، اذا فرغت من القرأة وتريد ان تكبر للركوع ان

---

(۱) قوله لأباس ان يقرء سورة الخ افادأنه' يكره تنزيهاً و عليه يحمل جزم القنية بالكراهة ويحمل فعله عليه الصلوٰة والسلام على بيان الجواز هذا اذلم يضطر فان اضطر بأن قرء فى الا ولیٰ قل اعوذ برب الناس اعادها فى الثانية الخ فصل فى القراءة.

(۲) ومنها الخطافى التقديم والتا خير ان قدم كلمة على كلمة او اخر ان لم يتغير المعنى لا تفسد نحوان قرء لهم فيها زفير و شهيق وقدم الشهيق هكذا فى الخلاصة فتاوى عالمگيرى الفصل الخامس فى زله القارى ج ۱ ص ۸۹.

کان الختم بالثناء فالوصل بالله اکبر اولی ولو لم یکن بالثناء فالفصل اولیٰ کقوله تعالیٰ ان شانئک هو الا بتر . هکذا فی التتار خانیة (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ الفصل الخامس فی زلة القاری)

تعوذ اور سورۃ میں وصل کہاں کرے اور فصل کہاں:

(سوال ۵۲) قرأت شروع کرتے وقت تعوذ اور سورۃ میں وصل کرے تو کیا حکم ہے۔

(الجواب) اس طرح قرأت کرنا جائز ہے کوئی حرج نہیں لیکن کس موقع پر وصل اور کس جگہ فصل کرنا چاہئے اس قاعدہ سے واقف ہونا ضروری ہے ورنہ غلطی کرے گا اور گنہگار ہوگا۔

فائدہ:

جب سورت سے قرأۃ کا آغاز ہو تو یہ چار صورتیں جائز ہیں: (۱) فصل کل۔ یعنی "اعوذ باللہ" پڑھ کر وقف کرے پھر بسم اللہ پڑھ کر وقف کرے اس کے بعد سورت شروع کرے (۲) وصل کل یعنی تعوذ کو تسمیہ کی ساتھ اور تسمیہ کو سورت کے ساتھ ملائے۔ چنانچہ اعوذ بالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم کھیٰعص (۳) فصل اول وصل ثانی یعنی اعوذ پڑھ کر وقف کرے پھر بسم اللہ کو سورت کے ساتھ ملا کر قرأت کرے (۴) وصل اول فیصل ثانی۔ یعنی تعوذ کو تسمیہ کے ساتھ ملا کر قرأت کرے اور بسم اللہ پڑھ کر وقف کرے اور اس کے بعد سورت شروع کرے (ہدیۃ الوحید وغیرہ)

ایاک نستعین میں الف حذف کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۳) قرأت میں وایاک نستعین کی جگہ ویاک نستعین یعنی واؤ کے بعد الف کا اظہار نہ ہو تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) ویاک بدوں الف کے پڑھنے سے نماز ہو جائے گی مگر اس طرح قرأت کرنا غلط ہے صحیح پڑھنے کی کوشش کی جائے ویاک نعبدبواومکان الهمزة الخ (زاد الفقیر ص ۴۲) فقط. والله اعلم بالصواب

قرأت میں پیش کی جگہ زبر پڑھے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۵۴/الف) سورۂ روم کے آخری رکوع کی پہلی آیت میں لفظ ضعف تین مرتبہ آیا ہے اس کے ضاد پر پیش کی جگہ زبر پڑھے تو صحیح ہے یا نہیں؟

() پیش اور زبر دونوں پڑھنا صحیح ہے زبر پڑھنے سے نماز میں کچھ خرابی نہ آئے گی۔[1] فقط والله اعلم بالصواب.

(سوال) میں نماز عشاء پڑھا تا تھا۔ سورہ واللیل پڑھی جس میں فسنیسره للعسریٰ کی جگہ للیسریٰ پڑھا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) الضَعف والضُعف خلاف القوة وقیل الضعف بالضم ، فی الجسد والضعف بالفتح فی الرأی والعقل وقیل هما جائز ان فی کل وجه لسان العرب باب الضاد ج ۸ ص ۶۲

(الجواب ۵۴/ب)صورت مسئولہ میں و کذب بالحسنی کو فسنیسرہ للمیسری کے ساتھ وصل کرکے ایک ہی سانس میں پڑھنا ہوتو نماز فاسد ہے اوراعادہ ضروری ہے۔قاضی خان میں ہے۔وان کانت مخالفة کما لو قرء وعداً علینا انا کنا غافلین مکان فاعلین (الی قوله) والصحیح هو الفساد لانه اخبر بخلاف ما اخبر الله به (ج ۱ ص ۷۳ فصل فی قرأة القرآن خطأ وفی الا حکام المتعلقة بالقرأة)وان تغیر المعنیٰ بان قرء ان الا برار لفی حجیم وان الفجار لفی نعیم (الی قوله)تفسد صلاته لا نه اخبر بخلاف ما اخبر الله به (ج ۱ ص ۷۴ ایضاً) اوراگر وکذب بالحسنٰی پروقف کرکے یعنی آیت کرکے سانس توڑکر دوسرے سانس پر فسنیسرہ للیسریٰ سے ابتدا کی ہوتو نماز فاسد نہیں۔قاضی خان میں ہے۔وان ذکر اٰیة مکان اٰیة ان وقف علی الا ولیٰ وقفاً تاماً وابتدء بالثانیة لا تفسد کذا لو قرء ان الذین امنوا وعملوا الصلحت وقف ثم قرء اولئک هم شر البریة (لاتفسد) ج ۱ ص ۷۴ ایضاً)والله تعالیٰ اعلم۔

ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ:

(سوال ۵۵)ایک شخص کا کہنا ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھے دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ نہ پڑھے۔جو پڑھتے ہیں وہ غلطی کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب)یہ بات صحیح نہیں بلکہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ آہستہ پڑھنی چاہئے،دوسری تیسری اور چوتھی رکعت میں بسم اللہ پڑھنے کی ممانعت نہیں سمیٰ سراً فی اول کل رکعة.یعنی ہر رکعت کے شروع میں بسم اللہ آہستہ سے پڑھے۔(درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۵۷ فصل واذا اراد الشروع فی الصلاة الخ)فقط والله اعلم بالصواب

صلوٰۃ کسوف میں قرأت آہستہ ہونی چاہئے یا زور سے؟:

(سوال ۵۶)سورج گرہن کی جو دو رکعت باجماعت پڑھی جاتی ہے اس میں قرأت زور سے پڑھی جائے یا آہستہ؟

(الجواب)آہستہ پڑھی جائے"فتاویٰ سراجیہ"میں ہے ویخافت فیها بالقرأة (ص ۲۱) فقط .والله اعلم بالصواب۔

نماز میں سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنا:

(سوال ۵۷)امام نے پہلی رکعت میں سورۂ کافرون پڑھی اور دوسری رکعت میں سورۂ کوثر یا سورہ صیف پڑھی تو اس طرح قرآن کی ترتیب کے خلاف پڑھنے سے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(الجواب)ترتیب سور واجبات تلاوت میں سے ہے واجبات نماز سے نہیں لہذا اس طرح پڑھنے سے سجدۂ سہو نہیں ہاں عمداً اس طرح پڑھنا مکروہ ہے نسیاناً پڑھے تو مکروہ بھی نہیں (درمختار)شامی ج ۱ ص ۵۱۰)(۱)

(۱) وان یقرء منکو ساً بان یقرأ فی الثانیة سورة اعلیٰ فماقرأ فی الا ولیٰ لأن ترتیب السور من واجبات التلاوة(فصل فی القرأة)

قرأت میں ایک سورت کا فاصلہ:

(سوال ۵۸) پہلی رکعت میں سورۂ کوثر اور دوسری میں سورۂ نصر پڑھنے سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟ کیونکہ درمیان میں ایک چھوٹی سی سورت چھوٹ گئی ہے اب سجدۂ سہو سے کراہت دور ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) عمداً اس طرح پڑھنا منع ہے البتہ نفل میں گنجائش ہے کہ لیکن اس طرح پڑھنے سے سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں (درمختار شامی)(۱) ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

قرأت میں ''الینا'' کی جگہ ''علینا'' پڑھے تو نماز ہوئی یا نہیں؟:

(سوال ۵۹) ہمارے امام صاحب نے نماز جمعہ کی دوسری رکعت میں ''سورۂ غاشیہ'' پڑھی اور اس میں ان علینا بھم ثم ان علینا حسابھم کے بجائے ان علینا ایا بھم ثم ان علینا حسابھم ۔ پڑھا تو نماز ہوئی یا اعادہ کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز ہوگئی ۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

امام کو بلاضرورت لقمہ دینا:

(سوال ۶۰) وسیق الذین کفروا کا رکوع پہلی رکعت میں امام پڑھ رہا تھا بھول سے قیل ادخلوا ابواب جھنم چھوڑ کر وسیق الذین اتقوا شروع کرنا ہی تھا ۔ کہ پیچھے سے زید قیل ادخلوا کا لقمہ دینے لگا ۔ نماز کے بعد امام صاحب نے کہا ۔ لقمہ دینے کی ضرورت نہیں تھی ۔ زید کا کہنا ہے کہ لقمہ دینا ضروری ہے کیونکہ مضمون پورا کرنا ہی چاہئے ۔ پھر دوسرے مضمون کو شروع کرنا چاہئے ۔ دلیل میں ورتل القران ترتیلا پیش کرتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ اور مضمون پورا نہ ہونے سے جب کہ تراویح میں ختم قرآن شریف کا نہ ہو لقمہ دینا ضروری ہے؟ بینوا توجروا ۔ (قاسم عفی عنہ از افریقہ)

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ امام نے آگے کی آیت پڑھنا شروع کردی تھی تو لقمہ دینے کی حاجت نہیں تھی ۔ فقہاء رحمہم اللہ نے اس صورت میں فساد نماز کا حکم لگایا ہے کہ یہ بلاحاجت تلقین ہے ۔ ولو کان الا مام انتقل الیٰ آیۃ آخری تفسد صلوٰۃ الفاتح وتفسد صلوٰۃ الا مام لو اخذ لقولہ لو جود التلقین والتلقن من غیر ضرورۃ ۔ یعنی : ۔ اگر امام دوسری آیت کی طرف منتقل ہوگیا ۔ یعنی دوسری آیت پڑھنے لگا اس کے بعد مقتدی نے امام کو لقمہ دیا (یعنی جو آیت چھوٹ گئی تھی ۔ وہ بتلائی) تو لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر امام نے اس کا لقمہ لے لیا ۔ تو اس کی نماز بھی فاسد ہوجائے گی (اور جب امام کی نماز فاسد ہوگئی تو سب کی نماز فاسد ہوگی) اس لئے کہ مقتدی کا تلقین کرنا اور امام کا لقمہ لینا بلا حاجت پایا گیا ۔ (ہدایہ ص ۱۱۶ ج ۱ باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیھا)

---

(۱) ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ اما بسورۃ طویلۃ بحیث یلزم منہ اطالۃ الرکعۃ الثانیۃ اطالۃ کثیرۃ فلا یکرہ ص ۵۱۰ ایضاً)

(۲) ومنھا الخطاء فی التقدیم والتأ خیران قدم کلمۃ علی کلمۃ او اخر ان لم تغیر المعنی لا تفسد نحوان قرأ لھم فیھا زفیر و شھیق وقدم الشھیق ھکذا فی الخلاصۃ فتاویٰ ھندیہ ص ۸ الفصل الخامس فی زلۃ القاری.

لیکن صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ ہاں! بلا حاجت لقمہ دینا مکروہ ہوگا۔ بخلاف فتحه علی امامه فانه لا یفسد مطلقا لفاتح و آخذ بکل حال الخ (درمختار) (قوله بکل حال) ای سواء قراء الا مام قدر ما تجوزبه الصلوٰۃ ام لا انتقل الیٰ آیة اخری ام لا تکرر الفتح ام لا هو الا صح نهر یعنی مقتدی کا اپنے امام کو لقمہ دینا مفسد صلوٰۃ نہیں نہ لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہوتی ہے۔ نہ لقمہ لینے والے امام کی چاہے امام اس قدر پڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہو جاتی ہے یا کم پڑھا ہو۔ دوسری آیت کی طرف منتقل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ یا مکرر لقمہ دیا ہو بہر صورت نماز فاسد نہ ہوگی (شامی ج ۱ ص ۵۸۲ باب مایفسد الصلوٰة وما یکره فیها)

کتب فقہ میں یہ بھی تصریح ہے کہ مقتدی عجلت نہ کرے یعنی (بھولتے ہی) فوراً لقمہ نہ دے کہ لقمہ دینے کی ظاہری صورت تعلیم و تعلم کی ہے۔ جو بلا ضرورت خالی از کراہت نہیں۔ امام کو بھی ہدایت دی گئی ہے کہ مقتدیوں کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کرے کہ ایک آیت یا جملہ کو بار بار دہراتا رہے یا خاموش کھڑا رہے (اس صورت میں مقتدی لامحالہ لقمہ دے گا) بلکہ اگر بقدر واجب (وفی روایۃ بقدر مستحب) قراءت کر چکا ہو تو رکوع کرے یا مابعد کی آیت پڑھنا شروع کردے۔

وینبغی للمقتدی ان لا یعجل بالفتح وللامام ان لایلجئهم الیه بل یرکع اذا جاء اوانه او ینتقل الیٰ اية اخریٰ (هدایه باب ما یفسد الصلوٰة وما یکره فیها ص ۱۱۶ ج ۱) ''شامی'' میں ہے۔ (تتمہ)

ویکره ان یفتح من ساعته کمایکره للامام ان یلجئه الیه بل ینتقل الیٰ آیة اخریٰ لا یلزم من وصلها مایفسد الصلوٰة اوالیٰ سورة اخر او یرکع اذا قرأ قدر الفرض کما جزم به الزیلعی غیره وفی روایة قدر المستحب کما رجحه الکمال بانه الظاهر من الدلیل واقره فی البحر والنهر ونازعه فی شرح المنیة ورجح قدر الواجب لشدة تاکده (ج ۱ ص ۵۸۲ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکره فیها)

الحاصل مذکورہ صورت میں لقمہ دینے کی حاجت نہیں تھی بلا حاجت لقمہ دیا گیا۔ آیت چھوٹ جانے سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ ورتل القرآن ترتیلا کی آیت سے لقمہ کی ضرورت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ فقط اللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں اواخر سورۂ بقرہ اور قل ھو اللہ کی قراءت:

(سوال ۱۶۱) ہمارے امام صاحب کبھی کبھی مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص یا سورہ کافرون یا سورہ نصر وغیرہ تلاوت کرتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں ہے اور نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں بلا کراہت نماز صحیح ہے لو قرأ آمن الرسول فی رکعة وقل هو الله احد فی رکعة لا یکره (فتاویٰ عالمگیری ص ۷۸ الفصل الرابع فی القرأة) فقط والله اعلم بالصواب .

نماز میں وانحر کی جگہ وانھر پڑھا:

(سوال ۶۲) کیاوانحر کی جگہ کوئی آدمی وانھر پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔اگر فاسد ہو جائے گی تو کیوں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔فصل لربک وانحر قرء وانھر تفسد صلاته.(ص ۱۷ ج ۱ فصل فی قرأة القرآن خطاء وفی الاحکام المتعلقة بالقرأة) اس لئے کہ معنی میں نمایاں تبدیلی ہو جاتی ہے۔ لو قرأ فصل لربک وانھر مکان الحاء تفسد صلاته وذلک لبعد المعنی علی ماھو رأی المتقدمین (کبیری ص ۴۵۲ فصل فی بیان احکام زلة القاری)اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ متقدمین کے نزدیک نماز فاسد ہوگی اور لوٹانا ضروری ہوگا البتہ علماء متأخرین کے نزدیک بوجہ عموم بلویٰ نماز فاسد نہ ہوگی۔فقط واللہ اعلم بالصواب

امام قراءت شروع کر چکا ہو تو مقتدی ثناء نہ پڑھے:

(سوال ۶۳) میں عشاء کی نماز میں اس وقت داخل ہوا جب امام صاحب نے قرأت شروع کر دی تھی۔اب میں ثناء کب پڑھوں؟ رکوع میں یا سجدہ میں؟ یا اسی وقت؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام نے قراءت شروع کر دی تو اب مقتدی ثناء نہ پڑھے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب

صحت وقف کی ایک شرط تابید بھی ہے:

(سوال ۶۴) حامداً ومصلیاً۔کیا فرماتے ہیں۔علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ حاجی عبدالمجید نے اپنی زمین ذریعہ تحریر دستاویز رجسٹری (جس کی نقل ذیل میں درج ہے) ۱۴؍ اگست ۱۹۳۶ء کو ایک مدرسہ کو دیا۔اس وقت زمین مذکور پر حاجی عبدالمجید کا قبضہ ہے۔دریں حالت تحریر دستاویز مذکور کو وقف نامہ سمجھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر یہ تحریر وقف نامہ نہیں ہے تو زمین مذکور کی کیا حیثیت ہوگی؟ (عبدالمجید شاہ گنج ضلع جون پور) نقل دستاویز رجسٹری ۱۴؍ اگست ۱۹۳۶ء۔

شیخ عبدالمجید ولد حاجی حافظ شیخ محمد مرحوم ساکن قصبہ شاہ گنج پرگنہ اونگلی۔ڈاک خانہ۔شاہ گنج ضلع جون پور۔

چوں مُقِر قطعہ احاطہ موقوعہ کوڑیا شاہ گنج پرگنہ اونگلی کے مستقل مالک ہیں جس پر مُقِر بہ نفاذ جمیع حقوق مالکانہ قابض ودخیل ہیں اور علاوہ مُقِر کے کوئی دوسرا شریک سہیم جائداد مفصلہ میں نہیں ہے اور مُقِر ہر طور اس کے فصل کرنے کے مجاز ہیں۔قصبہ شاہ گنج میں ایک مدرسہ موسومہ بدرالاسلام واسطے تعلیم دینی وغیرہ قائم وجاری ہے۔جس کے لئے عمارت ودرس گاہ کی سخت ضرورت ہے۔لہذا مُقِر کی دلی خواہش ہوئی کہ بنظر ثواب عقبیٰ مُقِر جائداد مفصلہ ذیل کو اغراض مدرسہ کے لئے دے دیویں۔لہذا مُقِر بحالت صحت ذات ودنیات عقل بدرستی وحواس بلاجبر واکراہ رضائے رغبت اپنے بلاتحریک وترغیب دیگرے ذریعہ تحریر تملیک نامہ شرائط ذیل کے پابند ہوتے ہیں اور حسب ذیل اقرار کرتے ہیں۔

---

(۱) أنه اذا ادرک الامام فی القرأة فی الرکعة التی یجهر فیها لا یأتی بالثنآء کذافی الخلاصة فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۰ الفصل السادس فیما یتابع الامام وفیما لایتابعه.

(الف) ہنتھر زمین احاطۂ مفصلہ ذیل مالتیی ایک سوروپیہ کو مدرسہ اسلامیہ موسومہ بدرالاسلام کو دوام کے لئے دے دیا ہے۔ کارکنان و منتظمین مدرسہ کو اختیار ہے کہ احاطۂ مصرحہ ذیل میں درس گاہ خواہ عمارت تعمیر کریں اور دار الاقامہ تیار کراویں یا مدرسہ کے واسطے بطریق مناسب استعمال کریں۔

(ب) تا قیام مدرسہ مذکور کو مصرحہ ذیل ملکیت مدرسہ کی رہے گی۔ اگر خدانخواستہ کسی وقت مدرسہ قائم نہ رہے تو اس حالت میں جائداد مذکور مصرحہ ذیل ہنتھر خواہ وشائے ہنتھر کی طرف عود کر جائے گی۔ اگر ہنتھر زندہ رہے تو ہنتھر...... کو، ورنہ ورثائے ہنتھر کو حق مقابضت ہو جائے گا۔

(ج) تا قیام مدرسہ ہنتھر خواہ ورثائے ہنتھر کو احاطۂ مذکور کو واپس لینے یا قبضہ کرنے کا استحقاق نہیں ہوگا۔

(د) لہذا ہنتھر نے تملیک نامہ ہذا لکھ دیا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے (المرقوم ۱۴ اگست ۱۹۳۶ء)

(الجواب) یہ وقف صحیح نہیں ہوا۔ اس لئے کہ صحت وقف کی ایک شرط تابید اور بقاء بھی ہے۔ یعنی اس کی آخری جہت قربت ایسی ہو کہ منقطع نہ ہو اور مسلمان اس سے ہمیشہ فیضیاب ہوتے رہیں۔ اس کے برخلاف وقف نامہ میں تصریح ہے کہ مدرسہ قائم نہ رہے تو جائداد موقوفہ واقف یا ورثائے واقف کی طرف عود کر جائے گی۔ لہذا انقطاع لازم آیا اور وقف تام نہیں ہوا۔ ولا یتم الوقف عند ابی حنیفة ومحمد حتیٰ یجعل اخرہ بجهة لا تنقطع ابداً الخ (هدایه ص ۶۱۹ کتاب الوقف)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے۔ لیکن شرط صحت وقف آنست کہ آخر جہۃ قربت غیر منقطعہ نہ باشد (ص ۵۲۵ ج ۲) غالباً اسی وجہ سے مذکور زمین آج تک (۳۶ سال ہوتے ہیں) مالک کے تصرف میں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض قراءت کی ادنیٰ مقدار کتنی ہے؟:

(سوال ۶۵) نماز میں فرض قراءت کی کم از کم مقدار کیا ہے کہ جس کے پڑھنے سے قراءت کا فرض ساقط ہو جاتا ہے بینوا توجروا۔

(الجواب) مجالس الابرار میں ہے کہ کم از کم قراءت کہ جس سے فرض ساقط ہو جائے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک آیت ہے۔ اگرچہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت ہو جیسے الحمد للّٰہ رب العلمین یا چھوٹے دو کلموں سے مرکب ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ثم نظر یا کئی کلمات سے مرکب ہو فقتل کیف قدر۔ لیکن اسی پر اکتفا کرنے والا واجب کے ترک کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خاص سورۂ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے اور اس کے ساتھ کسی سورت کا ملانا یا تین آیتوں کا ملانا بھی واجب ہے اگر قصداً پوری سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو فرض قراءت ہو جانے کی وجہ سے نماز کی فرضیت ذمہ سے ساقط ہو جائے گی مگر ترک واجب کی وجہ سے نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ اسی طرح سورت نہیں ملائی تو ترک واجب لازم آیا لہذا نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ اگر بھول سے یہ واجب ترک ہوا تو سجدہ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ اگر آیت ایک ہی کلمہ کی ہو جیسے مدھآمتٰن یا ایک ہی حرف کی ہو جیسے صٓ۔ قٓ اور نٓ تو اس میں اختلاف ہے کہ فرض ساقط ہوا کہ

نہیں اصح یہ ہے کہ ابوحنیفہؒ کے نزدیک فرض ساقط نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی بڑی آیت جیسے آیت الکرسی یا آیت مداینت نصف ایک رکعت میں اور نصف دوسری رکعت میں پڑھی تو اس میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک جائز نہیں کہ پوری آیت نہیں پڑھی گئی۔ مگر عام فقہاء رحمہم اللہ جائز کہتے ہیں اس واسطے کہ ان آیتوں (آیۃ الکرسی، آیۃ مداینت) کا نصف چھوٹی تین آیتوں سے زیادہ یا برابر ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک کم سے کم قراءت جس سے فرض ساقط ہو جائے۔ چھوٹی تین آیتیں ہیں یا ایک بڑی آیت ہو جو تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو تب بھی فرض ساقط ہو جائے گا۔ اس لئے کہ قرآن معجز ہے اور کم از کم جس میں اعجاز واقع ہوا ایک سورت ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اس جیسی کوئی سورت لاؤ" اور سورتوں میں سب سے چھوٹی سورت، سورۂ کوثر ہے اور وہ تین آیات ہیں۔ وادنی ما یجزی منها عند ابی حنیفة آیة ان کانت من الفاتحةاو کانت قصیرةً مرکبةً من کلمتین کقوله تعالی ثم نظر اومن کلمات کقوله تعالیٰ فقتل کیف قدر، والمکتفیٰ بها مسیئی لا قراءة الفاتحة وضمّ سورة او ثلث ایات الیها واجب وفی الا کتفاء بها ترک الواجب واما لو کانت کلمةً واحدةً کمد هامتن او حرفاً واحداً کـ صٓ و قٓ ونٓ فقدا ختلف فیه والاصح انه لا یجوز عنده' ولو قرأ نصف اية طویلة کـآیة الکرسی وایة المداینة فی رکعة ونصفها فی رکعة اخریٰ اختلفوا فیه قال بعضهم لا تجوز لانه لم یقراء اية تامة فی کل رکعة وقال عامتهم تجوز لا ن بعض هذه الا یات یزید علی ثلث ایات قصار او تعدلها فلا تکون ادنی من اية، وعندهما ادنی ما یجزی منها ثلث ایات قصار او ایت طویلة تقوم مقامها لان القرآن معجز و ادنیٰ ما یقع الاعجاز سورة لقول تعالیٰ فأتو بسورة من مثله واقل السور ةسورة کوثر وهي ثلث ایات (مجالس الا برار ص ۳۰۸، ص ۳۰۹ مجلس نمبر ۵۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

فاذا هم بالساهره کی جگہ بالساحرۃ پڑھ دیا!

(سوال ۲۶) کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ امام صاحب نے سورۂ والنازعات کے اندر فاذا هم بالساهرة کی باءِ ہوز کو حاءِ حطی قصداً پڑھا۔ یعنی امام صاحب کو یاد ہی حاءِ حطی ہے۔ تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) لفظ بالساهرة کی جگہ بالساحرة پڑھا گیا ہے جس سے معنی میں تغیر فاحش لازم آتا ہے اور لفظ بالساحرة قرآن میں کسی جگہ موجود بھی نہیں ہے اور قصداً پڑھا گیا ہے، اور پڑھنے والا اہل علم میں سے ہے۔ لہذا نماز نہ ہوگی۔ اعادہ ضروری ہے وفی الخانية والخلا صة الا صل فیها اذا ذکر حرفاً مکان حرف وغیر المعنی ان امکن الفصل بینهما بلا مشقة تفسدو الا یمکن لا بمشقة کا لظاء مع الضاد المعجمتین والصاد مع السین المهملتین والطاء مع التاء قال اکثر هم لا تفسد. وفی خزانة الا کمل قال قاضی ابو عاصم ان تعمد ذالک تفسد وان جری علی لسانه اولا یعرف التمییز لا تفسد هو المختار حلیة وفی البزازية وهو اعدل الا قاویل وهو المختار (شامی ج ۱ ص ۵۹۲ باب ما یفسد الصلاة وما

یکرہ فیما)فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مزید وضاحت کے لئے حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کے دوفتویٰ ملاحظہ ہوں۔

(۱) قاف کو کاف سے بدل دیا تو کیا نماز فاسد ہوگئی:

(سوال ۶۷) سورۂ والطارق میں امام نے لقول فصل میں ق،ک پڑھ دیا، اور یہ شخص صحیح پڑھنے پر قادر ہے تو نماز فاسد ہوئی اور اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) ایسی صورت میں اس نماز کا اعادہ ضروری ہے کیونکہ باوجود قدرت کے ایسی غلطی سے نماز نہیں ہوتی۔فقط (فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل ج ۴ ۷۶)

(۲) دھاقاً کی جگہ دحاقاً پڑھ دے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۶۸) نماز میں اگر کسی نے اپنے غلط خیال کے بھروسہ پر بجائے دھاقاً، دحاقاً پڑھ دیا تو نماز ہوجائے گی یا واجب الاعادہ ہوگی؟

(الجواب) دھاقاً کی جگہ دحاقاً بائے حطی سے پڑھنا بظاہر حسب قواعد مفسد صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ معنی بدل جاتے ہیں۔ لہذا نماز نہیں ہوگی۔فقط واللہ اعلم بالصواب (فتاویٰ دار العلوم مدلل ومکمل ج ۴ ص ۷۹)

غلط پڑھنے کے بعد صحیح کرے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۶۹) اگر نماز میں تین آیتیں پڑھنے کے بعد فحش غلطی کی لیکن پھر اس کو صحیح کرلیا تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینو توجروا۔

(الجواب) قراءت میں ایسی غلطی ہوئی جس سے فساد صلوٰۃ لازم آتا ہے لیکن پھر اس کی تصحیح کرلی تو نماز صحیح ہوگئی۔اگر غلطی کی اصلاح نہیں کی تو نماز نہیں ہوئی اعادہ ضروری ہے۔ذکر فی الفوائد قرء فی الصلاۃ بخطاء فاحش ثم رجع وقرء صحیحا قال عندی صلاته جائزۃ و کذلک الا عراب ، فتاویٰ ج. ۱ ص ۸۲ الفصل الخامس فی زلۃ القاری.فقط واللہ اعلم بالصواب

قراءت میں چند آیات چھوٹ جائیں تو کیا حکم ہے:

(سوال ۷۰) یہاں امام صاحب نے صبح کی نماز میں سورۂ منافقون شروع کی اور بیچ میں واذا رائیتھم تعجبک الآیۃ چھوڑ دیا اور اس کے بعد لن یغفر اللہ .الآیۃ چھوڑ دی تو نماز ہوئی یا نہیں؟ بنوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں نماز ہوگئی۔سجدۂ واجب نہیں ہوا۔(۱) فقط واللہ اعلم.

---

(۱) وذکر ایۃ مکان آیۃ ان وقف وقفا تا ماثم ابتداء بایۃ اخری أو ببعض آیۃ لا تفسد کما لو قرأ والعصر ان الا نسان ثم قال ان الا برار لفی نعیم الخ فتاویٰ عالمگیری ص ۸۰ زلۃ القاری.

سورۂ غاشیۃ میں ''الا من تولی و کفر پر وقف کرے یا وصل؟:

(سوال ۱۷) ہمارے یہاں امام صاحب سورۂ غاشیہ میں " الا من تولی و کفر " پر وقف نہیں کرتے ہمیشہ وصل کر کے پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وصل نہ کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) وقف کرے یا وصل کرکے پڑھے دونوں صحیح ہیں۔ وصل نہ کرنے کی صورت میں فسادصلوٰۃ کا فتویٰ صحیح نہیں ہے۔(۱) فقط اللہ اعلم بالصواب۔

احد عشر کی جگہ عشر پڑھا:

(سوال ۷۲) امام صاحب نے سورۂ یوسف کے پہلے رکوع میں احد عشر کی جگہ ''عشر'' پڑھا ''احد'' چھوٹ گیا تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) نماز فاسد تو نہ ہوگی مگر احوط یہ ہے کہ اعادہ کرلیا جاوے۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

قراءت میں تعلمون کی جگہ تعملون پڑھا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۷۳) ہمارے امام صاحب نے نماز جمعہ میں سورۂ جمعہ میں ''تعلمون'' کی جگہ ''تعملون'' پڑھا تو نماز صحیح ہے یا اعادہ ضروری ہے؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قراءت میں فحش غلطی کرنے سے نماز فاسد ہوجاتی ہے:

(سوال ۷۴) سورۂ یوسف میں ان کانت قمیصہ قد من قبل فکذبت وھو من الصادقین میں قُبل کی جگہ دبر پڑھا یا فکذبت کی جگہ فصدقت اور الصادقین کی جگہ الکاذبین پڑھا تو نماز صحیح ہے یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) اس قسم کی غلطی سے نماز فاسد ہوجائے گی ,والصحیح ھو الفساد لانہ اخبر، بخلاف ما اخبر اللہ تعالیٰ (قاضی خاں ج ۱ ص ۷۳) فقط واللہ اعلم بالصواب

سورۂ فاتحہ کے بعد ضم سورۃ واجب ہے اور اس واجب قراءت کی ادنیٰ مقدار کتنی ہے:

(سوال ۷۵) سورۂ فاتحہ کے بعد ایک آیت کی تلاوت سے اگر وہ بڑی ہوتو وجوب ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر وہ آیت بڑی ہو اور اس کی آدھی آیت پڑھے تو نماز صحیح ہوگی؟ وجوب ادا ہوجائے اس کی کم سے کم مقدار کیا ہے؟ بینواتوجروا۔

---

(۱) اذا وقف فی غیر موضع الوقف او ابتدأ فی غیر موضع الا بتداء ان لم یتغیر بہ تغیراً فاحشاً ان یقرء ان الذین امنوا وعملوا الصالحات ووقف ثم ابتداء بقولہ واولئک ھم خیر البریۃ لا تفسد بالا جماع بین علمائنہ ھکذا فی المحیط وکذا ان وصل فی غیر موضع الوصل الخ فتاوی عالمگیری. زلۃ القاری.

(۲) قولہ اونقص کلمۃ کذا فی بعض النسخ ولم یمثل لہ الشارح قال فی شرح المنیۃ وان ترک کلمۃ من آیۃ فان لم یغیر المعنی مثل وجزآء سیئۃ مثلھا بترک السیئۃ الثایۃ لا تفسد وان غیرت مثل فما لھم یؤمنون بترک لا فانہ یفسدالخ شامی ج ۱ ص ۵۹۱ زلۃ القاری.

(الجواب) سورۂ فاتحہ کے بعد ایک چھوٹی سورہ مثل سورۂ کوثر کے یا اس کے قائم مقام تین چھوٹی آیتیں جیسے ثم نظر O ثم عبس وبسر O ثم ادبر واستکبر O یا ایک بڑی آیت یا ایسی دو آیتیں پڑھنا جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہوں، واجب ہے۔ بڑی آیت کا جز جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو پڑھے تب بھی وجوب ادا ہو جائے گا۔

والثانی ضم سورة قصیرة اوثلاث ایات قصار (مراقی الفلاح) قدر اقصر سورة اية طويلة تعدل ثلاث ايات قصار (طحاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۴)

درمختار میں ہے (وضم) اتصر (سورة) کا لکوثر اوما قام مقامها وهم ثلاث ايات قصار نحوثم نظر ثم عبس و بسر ثم ادبرواستكبر وكذا لو كانت الآية او الآيتان تعدل ثلاثاً قصاراً ذكره الحلبی (قوله' تعدل ثلاثاً قصاراً) ای مثل ثم نظر الخ وهم ثلاثون حرفاً فلو قرأ آيةً طويلةً قدر ثلاثين حرفاً يكون قداتی بقدر ثلاث آيات الخ (شامی ج ۱ ص ۴۲۷ صفة الصلاة) دوسری جگہ ہے۔

ولو قرأ ايةً طويلةً فی الركعتين فالاً صح الصحة اتفاقاً لا نه' يزيد علی ثلاث ايات قصار قاله' الحلبی (درمختار) وفی الشامی وفی التتار خانية والمعراج وغيرهما قرأ اية طويلةً كاية الكرسی او المداينة البعض فی ركعة والبعض فی ركعة اختلفو افيه علی قول ابی حنيفةرحمه الله قيل لا يجوز لانه ماقرأ ايةً تامةً فی كل ركعة وعامتهم علی انه يجوز لان بعض هذا الآيات يزيد علی ثلاث قصار او يعدلها فلا تكون قرائته اقل من ثلاث آيات اه لكن التعديل الاخير ربما يفيد اعتبار العدد فی الكلمات اوالحروف ويفيده' قولهم لو قراء آيةً تعدل اقصر سورة جاز وفی بعض العبارات تعدل ثلاثاً قصاراً ای كقوله ثم نظر ثم عبس وبسر ثم اد برو استكبر وقدرهاق من حيث الكلمات عشر ومن حيث الحروف ثلاثون فلو قرأالله لا اله الا هو الحی القيوم لا تأ خذه سنة ونوم يبلغ مقدار هذا الا يات الثلاث فعلیٰ ما قلنا لو اقتصر علی هذا المقدار فی كل ركعة كفی عن الواجب ولم اومن تعرض لشیء من ذلک فليتا مل (درمختار والشامی ج ۱ ص ۵۰۲ فصل فی القرأة) فقط والله اعلم بالصواب.

امام کی قراءت میں کوئی حرف سنائی نہ دے تو کیا نماز میں نقص پیدا ہوگا؟:

(سوال ۷۶) امام صاحب سورۂ فلق اور ناس پڑھتے ہیں تو قل اعوذ کی ''ذال'' مقتدیوں کو سنائی نہیں دیتی اس پر امام کو متنبہ کیا گیا تو وہ کہتے ہیں کہ میں صحیح پڑھتا ہوں تو اس سے نماز میں کوئی خلل پیدا ہوتا ہے؟

(الجواب) امام صاحب ''ذال'' ادا کرتے ہوں مگر مقتدیوں کو سنائی نہ دے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ البتہ حذف ہو جانے میں لحن جلی لازم آئے گا اس لئے ظاہر کر کے پڑھنے کی سعی لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۹ شوال ۱۴۰۱ھ۔

فرض نماز میں ایک سانس میں سورہ فاتحہ پڑھنے کی عادت بنالینا:

(سوال ۷۷) ایک طویل مدت سے میں امام ہوں، اور میری عادت یہ ہے کہ میں فرض نمازوں میں پوری سورۂ فاتحہ ایک سانس میں پڑھتا ہوں، اس پر بعض حضرات کو اعتراض ہے اور وہ اسے اچھا نہیں سمجھتے کیا میری یہ عادت قابل اعتراض اور واجب الترک ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداومصلیاومسلما۔ فرض نمازوں میں امام کا ایک سانس میں الحمد شریف پڑھنا کوئی کمال اور خوبی کی بات نہیں ہے، اور اس کی عادت کر لینا ناپسندیدہ ہے اور کراہت تنزیہی سے خالی نہیں، لہذا جو حضرات اعتراض کرتے ہیں اور اچھا نہیں سمجھتے وہ بجا ہے ترتیلا اور معانی میں تدبر کرتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

''بندہ جب نماز میں الحمد للہ رب العالمین پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے حمدنی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف کی) پھر الرحمن الرحیم پڑھتا ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے اثنی علی عبدی (میرے بندے نے میری ثنا کی) پھر جب مالک یوم الدین پڑھتا ہے تو باری تعالیٰ کی طرف سے جواب ملتا ہے مجدنی عبدی (میرے بندے نے میری تعریف میری بزرگی بیان کی، پھر ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں ھذا بینی وبین عبدی (یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کو وہ ملے گا جو وہ طلب کرے) پھر پڑھتا ہے اھدنا الصراط المستقیم الخ تو فرماتے ہیں کہ یہ بندہ کی خاص حاجتیں ہیں اور میں اپنے بندہ کو جو کچھ مانگتا ہے دوں گا۔

مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث ہے ملاحظہ ہو۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ...... انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوٰۃ بینی وبین عبدی نصفین ولعبدی ماسئال فاذا قال الحمد للہ رب العالمین قال اللہ تعالیٰ حمد نی عبدی واذا قال الرحمن الرحیم قال اللہ تعالیٰ اثنی علی عبدی واذا قال مالک یوم الدین قال مجدنی عبدی واذا قال ایاک نعبدو ایاک نستعین قال ھذا بینی وبین عبدی ولعبدی ما سأل فاذا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال ھذا لعبدی ولعبدی ماسئال رواہ مسلم (مشکوٰۃ شریف ص ۷۸، ص ۷۹ باب القرأۃ فی الصلوٰۃ)

نیز ترمذی شریف میں حدیث ہے عن ام سلمۃ قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقطع قرأتہ یقرء الحمد للہ رب العالمین ثم یقف الرحمن الرحیم ثم یقف وکان یقرءھا ملک یوم الدین ھذا حدیث غریب وبہ یقرء ابو عبیدۃ ویختارہ (ترمذی شریف ص ۱۱۶ ج ۲، ابواب القراءۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''ایک استفتاء آیا کہ ایک صاحب امام ہیں وہ ایاک نستعین پر وقف نہیں کرتے بلکہ اس کے نون کو اھدنا

کی ہاء سے ملاکر (نهدنا الصراط المستقیم) پڑھتے ہیں نوبت یہاں تک پہنچی کہ فوج داری ہوگئی۔'' میں نے لکھا کہ اس طرح پڑھنا جائز تو ہے مگر جب کہ سب سمجھدار ہوں ورنہ ایسے امام کو معزول کردو جو (بضد ہو کر) فتنہ برپا کرے اور موقع محل نہ سمجھے یہ کم حوصلہ لوگوں کی باتیں ہیں، اپنی علمی لیاقت جتلانے کے لئے نئے نئے کام کرتے ہیں، یہاں سے ایک طالب علم پڑھ کر لوہاری میں گئے وہ بھی احدن الله الصمد پڑھتے تھے، لوگوں نے نکال باہر کیا (کلمۃ الحق ص ۱۶۸ قسط ہشتم)

الحاصل فرض نماز میں ایک سانس میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کی عادت قابل ترک ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۱ جمادی الاخری ۱۴۱۰ھ۔

نماز میں قراءت کی مقدار مسنون:

(سوال ۸۷) امام کو فرض نماز میں کتنی مقدار میں قرأت پڑھنا چاہئے؟ اس کے لئے مسنون طریقہ کیا ہے؟ ہمارے امام صاحب ہر نماز میں (مغرب ہو یا عشاء یا فجر) بالکل ہی مختصر قرأت اور جلدی جلدی پڑھتے ہیں مثلاً سورۂ نصر، سورۂ تکاثر، سورۂ فیل، سورۂ کوثر، سورۂ والناس، رکوع سجدہ بھی نہایت عجلت کے ساتھ کرتے ہیں، اگر ان کو کچھ کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ مختصر نماز پڑھاؤ، آپ اس مسئلہ پر مفصل دلائل کے ساتھ روشنی ڈال کر رہنمائی فرمائیں، نیز یہ بھی واضح فرمائیں کہ طوال مفصل اوساط مفصل، قصار مفصل کا کوئی حدیث سے ثبوت ہے اگر ثبوت ہو تو وہ بھی ضرور تحریر کریں بینوا توجروا۔

(الجواب) بے شک حدیث میں ہے کہ جب تم میں سے کوئی امامت کرے تو مختصر اور ہلکی نماز پڑھائے، کہ جماعت میں بیمار ضعیف اور بڑی عمر کے لوگ بھی ہوتے ہیں عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى احدكم للناس فليخفف فان فيهم السقيم والضعيف والكبير واذا صلى احدكم لنفسه فليطول ماشاء متفق عليه (مشكوة شريف ص ١٠١ باب الا مامة) ایک اور روایت میں ہے فاياكم ماصلى بالناس فليتجوز فان فيهم الضعيف والكبير و ذا الحاجة متفق عليه یعنی تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو مختصر نماز پڑھائے کہ نمازیوں میں ضعیف بڑی عمر والے اور ضرورت مند لوگ (بھی) ہوتے ہیں (مشکوۃ شریف ص ۱۰۱ ایضاً)

لیکن اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ قرأت کی جو مسنون مقدار ہے عام حالات میں (یعنی امن کی حالت میں ہو کوئی ہنگامی صورت نہ ہو) اس مقدار مسنونہ سے بھی کم کردی جائے یا رکوع یا سجود کا جو مسنون طریقہ ہے اور تعدیل ارکان جس کی احادیث میں بہت ہی تاکید آئی ہیں اسے چھوڑ دیا جائے، حدیث میں ہے عن جابر رضى الله عنه قال كان معاذ بن جبل يصلى مع النبى صلى الله عليه وسلم يأتى فيؤم قومه فصلى ليلة مع النبى صلى الله عليه وسم العشاء ثم اتى قومه فامهم فافتتح بسورة البقرة فانحرف رجل فسلم ثم صلى وحده وان صرف فقالوا له انا فقت يا فلان قال لاوالله لا تين رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا رسول الله انا اصحاب نواضح نعمل بالنهار وان معاذ صلى معك العشاء ثم اتى قومه فافتتح

بسورة البقرة فاقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم على معاذ فقال يا معاذ افتان انت اقرأ والشمس وضحها والليل اذا يغشى وسبح اسم ربك الاعلىٰ متفق عليه (مشكوٰة شريف ص ۷۹ باب القرأة فى الصلوٰة)

حدیث کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت معاذؓ نے ایک مرتبہ عشاء کی نماز میں امامت کی اور سوۂ بقرہ پڑھنا شروع کی تو ایک شخص جماعت سے علیحدہ ہو گئے اور تنہا نماز پڑھ کر چلے گئے، صحابہؓ نے ان سے کہا کہ کیا تم منافق تو نہیں ہو گئے؟ انہوں نے کہا واللہ میں منافق نہیں ہوا، اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ بات کہوں گا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہم اونٹ والے ہیں (باغات اور کھیتوں کو سیراب کے لئے) پانی کھینچتے ہیں اور دن بھر محنت کرتے ہیں، حضرت معاذؓ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھنا شروع کیا، رسول اللہ ﷺ حضرت معاذ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو والشمس وضحها اور والضحیٰ اور واللیل اور سبح اسم ربک الاعلیٰ پڑھو۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث میں غور کیجئے باوجود اس کے کہ حضرت معاذ کے مقتدیوں میں تھکے ماندے لوگ تھے اور حضور اکرم ﷺ سے طویل قرأت پڑھنے کی شکایت کی گئی تھی اس موقع پر آپ نے والشمس وضحہا وغیرہ سورتیں پڑھنے کی ہدایت فرمائی اور وہ عشاء کی نماز کا واقعہ ہے، لہذا عشاء میں کم از کم اتنی مقدار پڑھنا مسنون ہوگا۔

نیز حدیث میں ہے عن سليمان بن يسار عن ابى هريرة قال ما صليت وراء احداشبه صلوٰة برسول الله صلى الله عليه وسلم من فلان قال سليمان صليت خلفه فكان يطيل الركعتن الاولیين من الظهر ريخفف الاخريين ويخفف العصر ويقرأ فى المغرب بقصار المفصل ويقرأ فى العشاء بوسط المفصل ويقرأ فى الصبح بطوال المفصل رواه النسائى (مشكوٰة شريف ص ۸۰، ۸۱ باب القرائة فى الصلوٰة) یعنی سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا میں نے فلاں شخص کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز حضور اکرم ﷺ کی نماز کے بہت مشابہ ہے (فلاں سے مراد حضرت علیؓ یا کوئی مدینہ کے حاکم ہیں مظاہر حق ج ا ص ۲۸۶) سلیمان بن یسار فرماتے ہیں میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی وہ ظہر کی پہلی دو رکعتوں کو لمبی اور آخری دو رکعتوں کو مختصر (چھوٹی پڑھاتے تھے اور عصر کی نماز مختصر پڑھاتے تھے اور مغرب میں قصار مفصل اور عشاء میں اوساط مفصل اور فجر میں طوال مفصل پڑھاتے تھے (مشکوٰۃ شریف ص ۸۰)

فقہاء رحمہم اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ حالة الاضطرار فى الحضر وهو ضيق الوقت او الخوف على نفس او مال ان يقرء قدر مالا يفوته الوقت او الامن هكذا فى الزاهدى. الى قوله. وسنتها فى الحضر ان يقرء فى الفجر باربعين او خمسين آية سوى فاتحة الكتاب وفى الظهر ذكر فى الجامع الصغير مثل الفجر وذكر فى الاصل او دونه وفى العصر والعشاء فى الركعتين عشرين آية سوى فاتحة الكتاب وفى المغرب يقرء فى كل ركعة سورة قصيرة هكذا فى المحيط واستحسنوا فى الحضر طوال المفصل فى الفجر والظهر واوساطه فى العصر والعشاء وقصاره فى المغرب كذا فى

الوقایة، وطوال المفصل من الحجرات الی البروج والاوساط من سورة البروج الیٰ لم یکن والقصار من سورة لم یکن الی الا خر هکذا فی المحیط والوقایة ومنیة المصلی (عالمگیری ص ۴۸ ج ۱، کتاب الصلوة باب نمبر ۴ فصل فی القراء ة)

عمدۃ الفقہ میں ہے (جسے مذکورہ عبارت کا خلاصہ کہا جا سکتا ہے (۱) حضر میں یعنی جب کہ سفر میں نہ ہو اور اطمینان کی حالت میں ہو، کسی قسم کا اضطرار نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سواء چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے اور ایک روایت میں ہے کہ ساٹھ سے سو تک پڑھے، ظہر کی دونوں رکعتوں میں بھی فجر کی مثل یا اس سے کم پڑھے، عصر اور عشاء کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ اور بیس آیتیں پڑھے اور مغرب کی ہر رکعت (یعنی پہلی دو رکعتوں) میں پانچ آیتیں یا کوئی چھوٹی سورت پڑھے اور مستحسن و مستحب یہ ہے کہ حضر میں فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل پڑھے اور وہ سورہ حجرات سے سورۂ بروج تک کی سورتیں ہیں (سورۂ بروج اس میں شامل ہے) عشاء اور عصر میں اوساط مفصل پڑھے اور وہ سورہ والطارق سے لم یکن تک ہے اور مغرب میں قصار مفصل یعنی چھوٹی سورتیں پڑھے اور وہ اذا زلزلت سے آخر قرآن یعنی والناس تک رہیں۔ مفصلات کا پڑھنا الگ سنت ہے اور مقدار معین یعنی آیتوں کی تعداد کے لحاظ سے جو اوپر مذکور ہوئی پڑھنا الگ ہے، حسب موقع جس پر چاہے عمل کرے لیکن مفصلات کا اختیار کرنا مستحسن ہے (۲) اگر حضر میں اضطرار ہو اور وہ یہ ہے کہ وقت تنگ ہو یا اپنی جان و مال کا خوف ہو تو سنت یہ ہے کہ اس قدر پڑھ لے جس سے وقت اور امن فوت نہ ہو جائے (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۱۱۶)

درمختار میں ہے وفی الضرورة بقدر الحال (و) یسن (فی الحضر) لا مام ومنفرد ذکره الحلبی والناس عنه غافلون (طوال المفصل) من الحجرات الی اخر البروج (فی الفجر والظهر) منها الیٰ اخر لم یکن (اوساطه فی العصر والعشاء) باقیه (قصاره فی المغرب) ای فی کل رکعة سورة مما ذکره الحلبی (درمختار مع شامی ص ۵۰۳ ص ۵۰۴ باب القراء ة)

شامی میں ہے لتایدہ بالا ثر الوارد عن عمر رضی اللّٰہ عنه انه کتب الی ابی موسی الاشعری ان اقرأ فی الفجر والظهر بطوال المفصل وفی العصر والعشاء باوساط المفصل وفی المغرب بقصار المفصل قال فی الکافی وهو کالمروی عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم لان المقادیر لا تعرف الا سماعاً (شامی ج ۱ ص ۵۰۵ فصل فی القراء ة فی الصلوٰة)

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے:۔ اور مسنون ہے کہ پڑھے ضرورت میں بقدر گنجائش حال کے مثلاً اگر وقت تنگ ہو کہ قراءت مسنون پڑھنے سے نماز قضاء ہوتی ہے تو اتنی قرأت پڑھے جس سے نماز کامل ہو جائے اور یہی حال ہے اگر خوف جان یا مال کا ہو، کذا فی الطحطاوی۔

ویسن: اور مسنون ہے حضر میں یعنی مقام کرنے کی صورت میں امام اور منفرد کو پڑھنا طوال مفصل کا جو سورۂ حجرات سے سورۂ بروج تک ہیں فجر اور ظہر کی نماز میں امام اور منفرد دونوں کے لئے مسنون ہونے کو حلبی نے ذکر کیا ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں یعنی ان کو خبر نہیں کہ منفرد کے حق میں قرأۃ مسنون امام کے مثل ہے۔ الی قولہ۔ اور سورۂ بروج سے آخر لم یکن تک اوساط مفصل نماز عصر اور عشاء میں پڑھنا مسنون ہے، اور باقی مفصل صورتیں یعنی لم یکن سے

آخر قرآن تک قصار مفصل مغرب میں پڑھنا مسنون ہے اس طرح کی قرأت کا مسنون ہونا اثر سے ثابت ہے یعنی حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعری کو نامہ لکھا کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھا کرو اور عصر اور عشاء میں اوساط مفصل اور مغرب میں قصار مفصل کذا فی الشامی (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۲۵۱ فصل فی القراءۃ باب صفۃ الصلوٰۃ)

قوم کی سستی کی وجہ سے قرأت کی مقدار مسنونہ سے کم کرے یا نہ کرے اس کے متعلق علامہ شامیؒ نے بڑی عمدہ بحث کی ہے، درمختار میں ہے **وفی الشرنبلالیۃ ظاهر حدیث معاذ انه لا یزید علی صلوٰۃ اضعفهم مطلقا ولذا قال الکمال الا لضرورۃ وصح انه علیه الصلوٰۃ والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی .(درمختار)**

شامی میں ہے (**قوله وفی الشرنبلالیة) مقابل لقوله زائداً علی قدر السنة وحاصله انه یقرأ بقدر حال القوم مطلقاً ای دون القدر المسنون وفیه نظر اما او لا فلا نه مخالف للمنقول عن السراج والمضمرات کما مرو اما ثانیاً فلان القدر المسنون لا یزید علی صلوٰۃ اضعفهم لانه کان یفعله صلی الله علیه وسلم مع علمه بانه یقتدی به الضعیف والسقیم ولایترکه الا وقت الضرورۃ واماثا لثاً فلان قراءۃ معاذ لما شکاه قومه الی النبی صلی الله علیه وسلم وقال افتان انت یامعاذ انما کانت زائدة علی القدر المسنون قال الکمال فی الفتح وقد بحثنا ان التطویل هو الزیادۃ علی القراءۃ المسنونة فانه صلی الله علیه وسلم نهی عنه ...... الی قوله ..... فقد ظهر من کلامه انه لا ینقص عن المسنون الا بضرورۃ کقراته بالمعوذتین لبکاء الصبی وظهر من حدیث معاذ انه لا ینقص عن المسنون لضعف الجماعة لانه لم یعین له دون المسنون فی صلوٰۃ العشاء بل نهاه عن الزیادۃ علیه مع تحقق العذر فی قومه فما استظهره الشرنبلالی من الحدیث وحمل علیه کلام الکمال غیر ظاهر** (شامی ج ۱ ص ۵۲۸ باب الامامة)

غایۃ الاوطار میں ہے (اس میں علامہ شامی کی مذکورہ تحقیق کا خلاصہ ہے) "**وفی الشرنبلالیة**" اور شرنبلالیہ میں ہے کہ ظاہر حدیث معاذؓ کا یہ ہے کہ امام نہ زیادہ کرے قرأت کو ضعیف ترین مقتدی کی نماز سے مطلقاً یعنی اگرچہ قرائت مسنون سے کم ہو اور اسی وجہ سے کمال الدین نے فتح القدیر میں کہا ہے کہ قدر مسنون سے کم نہ کرے مگر ضرورت کی جہت سے مراد حدیث معاذ سے حدیث مسلم کی ہے کہ حضرت معاذؓ نے سورۂ بقرہ عشاء کی نماز میں شروع کی تو ایک مقتدی نے سلام پھیر کر تنہا نماز پڑھی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت معاذ کی شکایت کی تو آپ نے ان کو فرمایا کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالتے ہو جب امامت کرو تو **والشمس وضحها وسبح اسم** اور **اقراء** اور **واللیل** پڑھا کرو، شامی نے کہا کہ شرنبلالی نے جو اس حدیث سے یہ نکالا کہ ضعیف تر مقتدی کی نماز سے زیادہ نہ کرے گو قدر مسنون سے کم ہو جائے یہ بات اس سے نہیں نکلتی بلکہ یہ نکلتا ہے کہ مقدار مسنون سے زائد نہ پڑھے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ کو فرمایا کہ سورہ شمس اور واللیل وغیرہ پڑھا کرے جو عشاء میں مسنون ہیں باوجود یہ کہ حضرت معاذ کی قوم کا عذر ثابت تھا اور یہی مطلب علامہ کمال الدین (صاحب فتح القدیر) کی عبارت کا ہے کہ مقدار مسنون سے کم نہ کریں مگر ضرورت کی وجہ سے نہ نہیں کہ ضعیف کی رعایت کرے اگرچہ قدر مسنون سے کم ہو جاوے

جیسا شرنبلالی نے سمجھا ہے وصح انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قرأ بالمعوذتین فی الفجر حین سمع بکاء صبی اور صحیح ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فجر کی نماز میں معوذتین پڑھیں جب کہ ایک بچہ کا رونا سنا نماز فجر میں طوال مفصل کا پڑھنا مسنون ہے مگر آنحضرت ﷺ نے ایک بار معوذتین پڑھیں سلام کے بعد لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے اختصار فرمایا ارشاد ہوا کہ میں نے ایک بچہ کا رونا سنا تو ڈرا کہ کہیں اس کی ماں نہ گھبراوے، اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے کم کرنا امام کو شایان ہے (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص۲۶۲ ص ۲۶۳ ج۱، باب الامامۃ)

لہذا صورت مسئولہ میں عام حالات میں امام صاحب کو قرأت کی مقدار مسنونہ کا خیال رکھنا چاہئے ہر نماز میں اتنی چھوٹی سورتیں پڑھنا جو سوال میں مذکور ہیں خلاف سنت ہوگا اور کاہلی ہوگی اور حدیث کا غلط سہارا لینا ہوگا اور فی الجملہ منافقین کی خصلت کے ساتھ مشابہت لازم آئے گی، قرآن میں ہے واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یراء ون الناس ولایذکرون اللہ الا قلیلاً۔

ترجمہ:۔ اور جب منافقین نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں صرف آدمیوں کو دکھلاتے ہیں اور اللہ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر بہت ہی مختصر (قرآن مجید پارہ نمبر۵ آخری رکوع ترجمہ حضرت تھانویؒ) البتہ مغرب میں یہ سورتیں پڑھنا سنت کے مطابق ہوگا یا کوئی خاص ضرورت کے وقت (جیسے کہ وقت تنگ ہو یا کوئی خوف کی حالت ہو جیسے محلہ میں آگ لگ گئی ہو وغیرہ) حالت کے مطابق قرأت پڑھے تو یہ صورت مستثنیٰ ہے جیسا کہ عالمگیری وغیرہ کی عبارت سے واضح ہے۔

اسی طرح رکوع اور سجدہ قومہ اور جلسہ بھی اطمینان کے ساتھ سنت طریقہ کے مطابق کرنا چاہئے احادیث میں اس کی بہت ہی تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رجلاً دخل المسجد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالس فی ناحیۃ المسجد فصلی ثم جاء فسلم ...... الخ یعنی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک طرف مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آئے، اور انہوں نے نماز پڑھی پھر وہ آپ کے پاس آئے اور سلام کیا، آپ ﷺ نے فرمایا وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل وعلیک السلام واپس جاؤ، نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تیسری یا چوتھی مرتبہ میں انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا آپ مجھے نماز پڑھنی سکھا دیجئے، فرمایا جب تم نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رخ کھڑے ہو جاؤ، پھر اللہ اکبر کہو پھر قرآن جو تمہیں یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر جھکو اور اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان

سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان کے ساتھ بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کرو پھر پوری نماز مین اسی طرح اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر ہر ایک رکن ادا کرو (مشکوٰۃ شریف ص ۷ باب صفۃ الصلوٰۃ) (فتاویٰ رحیمیہ ص۱۳۹ ص۱۴۰ ج۵)

نیز ایک اور حدیث میں ہے عن ابی قتادۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم اسوء الناس سرقۃ الذی یسرق من صلوتہ قالوا یا رسول اللہ و کیف یسرق من صلوتہ قال لا یتم رکوعھا ولا سجودھا رواہ احمد یعنی حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بدتر اور سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں کس طرح چراتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا (مشکوۃ شریف ص ۸۳ باب السجود وفضلہ)

اس کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم ص ۱۴۱ تا ص ۱۴۲ اردو میں شائع ہوا ہے وہ ضرور ملاحظہ فرمایا جائے۔ (جدید ترتیب کے مطابق صفۃ الصلاۃ میں قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرنے کے عنوان کے تحت دیکھیں ۱۳۹ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

جہری نماز میں امام کا کس قدر زور سے پڑھنا ضروری ہے؟:

(سوال ۷۹) ہمارے امام صاحب بہت پست آواز سے قرأت کرتے ہیں پہلی صف والے بھی بہت غور سے سنیں تب بھی ان کو سنائی نہیں دیتا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام بلند آواز خوش الحان تجوید کے مطابق صحیح صحیح قرأت کرنے والا ہونا چاہئے جو اس قدر بلند آواز سے پڑھے کہ تمام مصلی یا جماعت کا اکثر حصہ ان کی آواز سن سکے اور اگر امام صاحب کی آواز اتنی پست ہو کہ تمام یا اکثر مصلی ان کی آواز نہ سن سکیں تو کم از کم اگر پہلی صف کے آس پاس کے مصلی ان کی آواز سن سکتے ہوں تو نماز ہو جائے گی مگر ایسے پست آواز والے کو امام بنانے کی کوشش نہ کی جائے۔

درمختار میں ہے وادنی (الجھر اسماع غیرہ و) ادنی (المخافتۃ اسماع نفسہ) ومن یقربہ فلو سمع رجل اور جلان فلیس بجھر والجھر ان یسمع الکل خلاصۃ (درمختار مع شامی ص ۴۹۸ ج اول فصل فی القراءۃ)

غایۃ الاوطار میں ہے وادنی الجھر اسماع غیرہ وادنی المخافتۃ اسماع نفسہ ومن یقربہ اور ادنی درجہ جہر کا سنانا غیر کا ہے یعنی جو اس کے قریب نہ ہو کذا فی الشامی اور ادنی درجہ آہستگی کا سنانا ہے اپنے آپ کو، خلاصہ پھر اگر ایک یا دو آدمیوں نے قرأت کو سنا تو جہر نہ ہوگا، جہر یہ ہے کہ سب سنیں کذا فی الخلاصہ) قہستانی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اگر جماعت بہت ہو اور سب کو آواز نہ پہنچے تو چاہئے کہ جہر نہ ہو، شامی نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ کل سے مراد کل آدمی صف اول کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ جواب ناتمام ہے کیونکہ صف اول بھی بعض اوقات اتنی طویل ہوتی ہے کہ کل صف میں آواز نہیں پہنچتی تو بہتر یہ ہے کہ کل سے مراد گرد و پیش کے سب آدمی لئے جائیں جو نہ بہت دور ہوں نہ نزدیک یا یہ کہ کل سے مراد جمع ہو یعنی بہت سے لوگ سنیں نہ صرف ایک یا دو۔ (غایۃ الاوطار ص ۲۴۹ ج اول) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سری قراءت کا درجہ:

(سوال ۸۰) سری نماز میں قرأت کس طرح پڑھنا چاہئے، تصحیح حروف کافی ہے یا کسی قدر آواز ہونا ضروری ہے؟ بینو

تو جروا۔

(الجواب) احوط قول یہ ہے کہ اس طرح پڑھے کہ اپنی آواز خود سن سکے، یہ ہندوانی کا قول ہے، بہت سے محققین نے اسے اختیار کیا ہے اور شامی میں اسی کو واضح کہا ہے، دوسرا قول امام کرخیؒ کا ہے کہ صرف تصحیح حروف کافی ہے، اگر اس کے مطابق بھی عمل کرلیا جائے تو نماز ہوجائے گی، پہلے قول پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، احتیاط اسی میں ہے۔ (۱) امداد الفتاویٰ میں ہے۔

درجۂ ادنیٰ قرأت سریہ:

(سوال ۸۱) نماز میں قرأت کو قاری نہ سنے تو نماز نہیں ہوتی، بہشتی زیور میں لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے اکثر نمازی اپنے پڑھنے کو بوجہ شور وغل کے نہیں سن سکتا یا بہرا ہے کیونکہ ہر چیز کے دو درجہ ہیں ایک اعلیٰ اور ایک ادنیٰ مثلاً جہر کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی قرأت کو دور کے لوگ بھی سن لیں اور ادنیٰ یہ کہ قریب جو کھڑا ہے وہ سن سکے اور سری قراءۃ کا اعلیٰ درجہ ہے یہ ہے کہ قاری کی قرأت قاری ہی سنے اور دوسرا نہ سنے اگر چہ برابر کھڑا ہو، اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ قاری کی زبان اور حلق کو حرکت ہو اور قاری خود نہ سنے مگر قلبی دھیان رہے کہ میں پڑھ رہا ہوں، چونکہ حنفیہ کرام کے یہاں جن نمازوں میں جہر نہیں ہے، بہت آہستہ پڑھنا اولیٰ ہے وہ کون سا درجہ ہے ادنیٰ یا اعلیٰ اور اس طرح سے نمازی کے حلق اور زبان کو حرکت ہو اور کان نہ سنے تو نماز ہوجائے گی یا نہیں؟

(الجواب) فی الدر المختار فصل القرائة وادنیٰ الجهر اسماع غیره وادنی المخافة سماع نفسه۔ اور ردالمحتار میں اس قول کو ہندوانی کی طرف منسوب کر کے اصح وارجح کہا ہے اور چونکہ اس میں احتیاط تھی لہذا بہشتی زیور کے مؤلف نے اسی کو اختیار کیا، اور ایک قول کرخی کا ہے صرف تصحیح حروف کافی ہے گو خود بھی نہ سنے اور بعض نے اس کی بھی تصحیح کی ہے، کذا فی ردالمحتار پس احوط تو ہندوانی کا قول ہے باقی نماز کرخی کے قول پر عمل کرنے والے کی بھی ہو جاوے گی واللہ اعلم (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۵ جدید مطبوعہ دیوبند)

مندرجہ بالا جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کی صحت کے لئے کم از کم تصحیح حروف ضروری ہے اس سے کم درجہ کی محض تصوری قرأت یعنی سورۂ فاتحہ وغیرہ کا صرف تصور کرلے اور دل میں پڑھ لے زبان اور ہونٹوں کو بالکل حرکت نہ ہو اس سے نماز صحیح نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

---

(۱) قوله وادنی الجهر اسماع غیره الخ اعلم انهم اختلفوا فی حد وجود القرأة علی ثلاثة اقوال فشرط الهندوانی والفضلی لو جودها خروج صوت لیصلی الی اذنه وبه قال الشافعی وشرط بشر المرسی واحمد خروج الصوت من الفم وان لم یصل الی اذنه لکن یشترط کونه مسموعاً فی الجملة حتی لو ادنی صماخه الیٰ فیه یسمع ولم یشترط الکرخی وابو بکر البلخی السماع واکتفیا بتصحیح الحروف واختار شیخ الاسلام وقاضی خان وصاحب المحیط والحلوانی قول الهندوانی وکذا فی معراج الدرایة ونقل فی المجتبی عن الهندوانی لایجز به مالم تسمع اذناه ومن بقربه ..... وذکر ان کلا من قولی الهندوانی والکرخی مصححان وان ماقاله الهندوانی أصح وأرجح لاعتماد اکثر علمائه علیه شامی فصل فی القراۃ ج ۱ ص ۵۳۴.

افضل یہ ہے کہ امام سورۂ فاتحہ ترتیلاً پڑھے:

(سوال ۸۲) تفسیر ہدایت القرآن تالیف حضرت مولانا سعید احمد پالنپوری پارہ نمبر ۱۴ سورۂ الحجر کی آیت نمبر ۸۷ سبعاً من المثانی کے بابت فرمایا: حضور ﷺ سورۂ فاتحہ کو سات وقفوں کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، اس سے متعلق ترمذی شریف کی حدیث "حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آیتیں الگ الگ پڑھ کر لوگوں کو بتلائیں کہ اس طرح حضور ﷺ ہر آیت کو الگ الگ کر کے پڑھتے تھے۔

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی امام اس طرح الگ الگ کر کے نہ پڑھے بلکہ پوری سورت دو تین وقفوں سے پڑھ لے تو کس درجہ کی غلطی ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) افضل یہی ہے کہ سورۂ فاتحہ ترتیلا پڑھی جائے، امام، عوام اور تخفیف کا لحاظ کرتے ہوئے کبھی کبھی دو تین سانس میں پڑھے تو مضائقہ نہیں لیکن اس کی عادت نہ بنائے، (۱) حدیث میں ہے من ام قوما فلیخفف الخ. مشکوٰۃ ص ۱۰۱ باب الا مامۃ. تراویح میں بھی سورۂ فاتحہ اسی طرح پڑھے لیکن تراویح میں تخفیف اور عوام کا لحاظ کرتے ہوئے سورۂ فاتحہ کو دو تین سانس میں پڑھنے کی اجازت ہوگی بشرطیکہ صاف صاف پڑھے کہ مقتدی سمجھ سکیں لحن جلی اور لحن خفی کا ارتکاب نہ کرے۔ سورۂ فاتحہ کے بعد کی قرأت بھی ترتیلا پڑھے اور حدراً بھی پڑھ سکتا ہے، اس شرط کے ساتھ کہ لحن جلی اور لحن خفی کا ارتکاب لازم نہ آئے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مدِ منفصل کا کیا حکم ہے؟ اس میں قصر جائز ہے یا نہیں؟:

(سوال ۸۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام صاحب ہمیشہ نماز میں جب جہری قرأت پڑھتے ہیں تو اس میں مدِ منفصل پر قصر کرتے ہیں تو فن تجوید کے قاعدہ کے موافق بروایت حفص قصر جائز ہے یا نہیں؟ اگر بالفرض جائز ہے تو طول یا توسط اولیٰ ہے یا قصر اولیٰ ہے اس لئے کہ بہت سے مدرسہ کے طلبہ نماز میں شامل ہوتے ہیں تو وہ بھی اس کے عادی ہو جائیں گے تو امام صاحب کو قصر کی عادت بنالینا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مدِ منفصل جائز کی مقدار ۳ یا ۴ الف ہے اور قصر بھی جائز ہے کوئی ایک مقدار لازم اور ضروری نہیں ہے تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں، لہٰذا امام بھی تینوں پر عمل کرے، گاہے طول، گاہے توسط، گاہے قصر، ہمیشہ قصر نہ کرے تاکہ طلبہ کو عجیب سا معلوم نہ ہو اور مسئلہ سے بھی واقف ہو جائیں، امام نماز میں خلط ملط نہ کرے جو مقدار شروع سے اختیار کرے آخر تک اسے نبھائے۔ جزری میں ہے۔

والمد لازم وواجب اتی
رجائز وهو وقصر ثبتا
وجائز اذا اتی منفصلا
او عرض السكون وقفا مسجلاً

---

(۱) وفی الحجة يقرأ فی الفرض بالترسل حرفاً حرفاً وفی التراويح بين بين الخ درمختار علی هامش شامی فصل فی القرأة ج ۱ ص ۵۴۱ ج

مد کی تیسری قسم مد جائز ہے کہ اس میں مد اور قصر دونوں درست ہے الخ (شرح جزری ص ۵۸) تجوید مبتدی میں ہے (۴) مد جائز (یا) منفصل: حروف مدہ کے بعد اگر ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو وہاں مد کرنا چاہئے جیسے قالوا امنا مقدار اس کی تین یا چار الف ہے اور قصر بھی جائز ہے۔ (شرح ہندی جزری) (تجوید مبتدی ص ۱۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض نماز میں امام کو لقمہ دینے کی توقیت:

(سوال ۸۴) بعض مرتبہ فرض نماز میں امام پر نسیان طاری ہوتا ہے، اس وقت مقتدی لقمہ دے سکتا ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ فرض نماز میں امام کا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد کسی کا لقمہ قبول کر لینا نماز کو فاسد کر دے گا، اس مسئلہ کے متعلق تفصیل درکار ہے۔ بینواتوجروا۔

(الجواب) امام سے فرض نماز میں قرأت میں بھولنے یا تشابہات وغیرہ کی وجہ سے غلطی ہو جاوے تو دیکھا جائے گا اگر یہ چوک سورۂ فاتحہ اور ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھ لینے کے بعد ہوئی تو رکوع کرے، مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کیا جائے اور مقتدی کو بھی چاہئے کہ عجلت سے کام نہ لے لیکن اس کے باوجود کسی مقتدی نے لقمہ دے دیا اور امام نے لقمہ قبول کر لیا تو صحیح قول کے بموجب نماز درست ہو جائے گی فاسد نہیں ہوگی۔ درمختار میں ہے بخلاف فتحه على امامه فانه لا يفسد مطلقا لفاتح و آخذ بكل حال (قوله بكل حال) اى سواء قرأ الامام قدر ما تجوزبه الصلاة ام لا انتقل الىٰ آية اخرى ام لا تكرر الفتح ام لا هو الا صح نهر (درمختار مع الشامى باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ج ۱ ص ۵۸۲) یعنی مقتدی اپنے امام کو لقمہ دے تو نہ امام کی نماز فاسد ہوگی اور نہ مقتدی کی چاہے امام بقدر ضرورت (فرض وواجب) قرأت کر چکا ہو یا نہ کئے ہو، لیکن حضرات فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے تصریح فرمائی ہے کہ مقتدی درباب لقمہ جلدی نہ کرے، کیونکہ لقمہ دینا تعلیم وتعلم کی ایک ظاہری صورت ہے جو بلا ضرورت مکروہ ہے، امام کو خصوصی ہدایت دی گئی ہے کہ مقتدی کو لقمہ دینے پر مجبور نہ کریں بایں طور کہ ایک آیت یا کلمہ بار بار پڑھتا رہے یا خاموش کھڑا رہے جس سے مقتدی لقمہ دینے پر مجبور ہو، اگر بقدر واجب (ایک روایت کے مطابق بقدر مستحب) قرأت کر چکا ہے تو رکوع کرلے یا اگلی آیت یا سورت پڑھنا شروع کر دے۔

وينبغى للمقتدى ان لا يعجل بالفتح وللامام ان لا يلجئهم اليه بل يركع اذا جاء او انه او ينتقل الىٰ آية اخرى (هدايه ج ۱ ص ۱۱۶ باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها) وكذا فى فتاوىٰ هنديه ج ۱ ص ۶۳) فقط والله اعلم بالصواب

نماز میں قرأت کی غلطی درست کرلی:

(سوال ۸۵) امام صاحب نے قرأت میں ایسی فاحش غلطی کی جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے مگر مقتدیوں میں سے کسی نے فوراً لقمہ دیا اور غلطی درست کرلی ایسی صورت میں نماز ہوگئی یا اعادہ ضروری ہے۔ بینواتوجروا۔

(الجواب) جب قرأت کی غلطی بذات خود درست کرلے یا مقتدی کے لقمہ دینے سے درست کرلے تو حرج اور عموم بلویٰ کے پیش نظر نماز صحیح ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔

ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوٰۃ بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحا قال عندی صلوتہ جائزۃ (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص ۸۳ الفصل الخامس فی زلۃ القاری)(فتاوی الفتح الرحمانی ج ۱ ص ۱۶۳)(مجموعہ فتاوی سعدیۃ ص ۵۲)(فتاوی عماد الدین ص ۱۶۴)(امداد الفقہ ج ۲ ص ۱۳۰)فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک امام صاحب کی تکبیر تحریمہ اور دیگر تکبیرات میں ھا۔ کی آواز نکلنا:

(سوال ۸۶) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ امام صاحب سے نماز پڑھانے میں تکبیر تحریمہ اور تکبیرات انتقالیہ میں اللہ ھا کبر نکلتا ہے اور رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ میں بھی ہا نکلتا ہے یعنی سمع اللہ ھلمن حمدہ پڑھا جاتا ہے اور بعض وقت قرأت میں بھی ہا کی آمیزش ہو جاتی ہے، اور اسی طرح السلام ھا علیکم پڑھا جاتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ امام صاحب کے گلے میں تکلیف ہے اور یہ تکلیف دائمی ہے اور لاعلاج ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسے امام کو نماز پڑھانا چاہئے، اور اس طرح پڑھانے میں کوئی کراہت تو نہیں آتی، ہمارے یہاں اس کا بہت چرچا ہو رہا ہے، برائے کرم مفصل جواب عطا فرمائیں۔

(الجواب) آپ کا سوال ملا، آپ کی مسجد کے امام صاحب نے نماز ٹیپ کر کے سنانے کی بات ہوئی چنانچہ وہ صبح (فجر) کی نماز ٹیپ کر کے لائے اور اسے احقر نے سنا اور ان سے زبانی پڑھوا کر بھی سنا مجھے تو ان کی نماز میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں ہوئی جس کی وجہ سے نماز مکروہ یا فاسد معلوم ہوتی ہو، لہٰذا ان کی امامت میں شک وشبہ نہ کیا جائے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ایک امام کے حالات اور ان کی امامت کا حکم:

(سوال ۸۷) ہمارے محلّہ کے امام صاحب سے محلے کے اکثر لوگ یعنی ۹۰ فیصد مصلی ناراض ہیں، ناراضگی کی وجوہات یہ ہیں (۱) حسد کی وجہ سے امام صاحب غیر مسلم سے جادو کراتے ہیں جادو اپنی بیوی کے اوپر بھی اسی ہندو سے کرایا تھا، یہ بات جادو کرنے والے نے پروف (دلائل) کے ساتھ تسلیم کر لی ہے کہ اسی امام صاحب نے ایک بھائی پر اور ان کی بیوی پر مجھ سے جادو کا عمل کرایا ہے، اسی بنا پر بیوی کو پتہ چل جانے پر گھر بیٹھی ہے، اور طلاق مانگ رہی ہے (۲) یہ امام صاحب مالدار ہیں ان کے پاس مکان (فلیٹ) زمین اور بہت سی رقم ہے، اس کے باوجود زکوٰۃ، صدقہ، فطرہ اور بیاج مانگتے ہیں اور لیتے ہیں اور گھر کی ضروریات نئی کپڑے (بغیر سلے ہوئے) محلے والوں سے مانگتے رہتے ہیں مگر کسی بھی چیز کا اور کپڑوں کا استعمال نہیں کرتے اور ہمیشہ پرانے اور گندے کپڑوں سے نماز پڑھاتے ہیں، غریبی کا ہمیشہ ڈھونگ رچا کر گھومتے ہیں (۳) مسجد کے جماعت خانہ میں لنگی پہن کر سوتے ہیں جو لنگی اوپر تک اٹھ جاتی ہے مگر ان کو نیند میں خیال نہیں رہتا، محلے والے بار بار اس بارے میں اعتراض کرتے ہوئے ان سے کہتے ہیں مگر نہیں مانتے (۴) مسجد میں جماعت خانہ میں نماز کے وقت بیٹھے بیٹھے سو جاتے ہیں اور خراٹے بھرتے ہیں، کبھی کبھی تو نماز پڑھاتے ہوئے قعدہ میں سو جاتے ہیں، قعدہ میں بہت دیر ہونے پر مصلی وغیرہ حضرات کے کھانسنے پر نماز کا سلام پھیرتے ہیں۔ (۵) بہت سی مرتبہ گالیاں بولتے ہیں (۶) محلے میں کئی مرتبہ کھڑے ہو کر نامحرم عورتوں کو دیکھتے ہیں اور ان سے بات

چیت بھی کرتے ہیں (۷) جب کرکٹ میچ ہوتا ہے تو مسجد کے آس پاس کے مکانات میں جا کر ٹی وی پر میچ دیکھتے ہیں اور غزل شاعری، قوالی کا پروگرام ہوتا ہے اس میں شریک ہوتے ہیں، شریعت کے مطابق امام صاحب کو جس طرح رہنا چاہئے اس طرح نہیں رہتے، اکثر جان بوجھ کر بیمار ہوجانے کا ڈھونگ کرتے ہیں، کیا ایسے امام صاحب کی امامت میں نماز ہوجاتی ہے۔

(الجواب) اسلام میں منصب امامت کی بہت ہی اہمیت ہے، یہ منصب بہت باعزت باوقار اور باعظمت دینی اہم شعبہ ہے، یہ مصلیٰ رسول اللہ ﷺ کا مصلیٰ ہے، امام نائب رسول ہوتا ہے، امام مقتدیوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایلچی اور قاصد ہوتا ہے اس لئے جو سب سے بہتر ہو اسے امام بنانا چاہئے، حدیث شریف میں ہے اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ تمہاری نماز درجہ قبولیت کو پہنچے تو تم میں جو نیک اور بہتر ہو وہ تمہاری امامت کرے کہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان ایلچی ہے ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤ مکم، خیارکم وسکت عنه (شرح نقایه ۱/ ۸۶ بحواله فتاوىٰ رحیمیه ۴/ ۱۴۴) فقہ کی مشہور کتاب نور الایضاح میں ہے فالاعلم احق بالا مامة ثم الا قراء ثم الا ورع ثم الا سن ثم الا حسن خلقاً ثم الا حسن وجهاثم الا شرف نسباً ثم الا حسن صوتاً ثم الا نظف ثوباً (نور الا یضاح ص ۸۳، ۸۴، بحواله فتاویٰ رحیمیه) امامت کا حق دار وہ ہے جو دین کے امور کا زیادہ جاننے والا ہو (خصوصاً نماز کے مسائل کا زیادہ جاننے والا ہو) پھر وہ شخص جو قرآن شریف تجوید سے پڑھنے میں زیادہ ماہر ہو پھر جو زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو پھر وہ جو عمر میں زیادہ بڑا ہو، پھر وہ جو اچھے اخلاق والا ہو پھر وہ جو خوبصورت اور باوجاہت ہو پھر وہ جو نسب کے اعتبار سے زیادہ شریف ہو پھر وہ جس کی آواز اچھی ہو، پھر وہ جو زیادہ پاکیزہ کپڑے پہننا ہو (نور الایضاح)

لہٰذا امام کے لئے ضروری ہے کہ صحیح العقائد نیک متقی، نماز کے مسائل سے واقف دیندار اور ظاہری گناہوں سے پاک وصاف ہو۔ الاولیٰ بالاما مة اعلمهم باحکام الصلوٰة...... الیٰ...... ویجتنب الفواحش الظاهرة (عالمگیری ۱/ ۸۳) بحواله فتاویٰ رحیمیه ۴/ ۱۷۰) فاسق وفاجر کو امام نہ بنانا چاہئے، حدیث میں ہے لا یؤم فاجر مومناً فا جر شخص مومن کی امامت نہ کرے (ابن ماجہ ص ۵۵) بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۴/ ۱۷۰) (کبیری میں ہے۔ لوقد موا فاسقًا یا ثمون. اگر فاسق کو امام بنائیں گے تو گناہ گار ہوں گے۔ (کبیری ص ۴۹۷ بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ ۴/ ۱۷۰) مندرجہ بالا حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کو بہت ہی زیادہ محتاط متقی اور پرہیزگار ہونا چاہئے، سوال میں امام سے متعلق جو باتیں لکھی گئی ہیں اگر درحقیقت وہ تمام باتیں بالکل صحیح ہو، ان پر الزام نہ ہو تو ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امامت کے منصب کے ہرگز لائق نہیں، برطرف کردینے کے قابل ہے، برطرف کردینے کا جو حکم لگا یا ہے حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، حدیث میں ہے، ابوداؤد شریف کی روایت ہے، ایک شخص نے کچھ لوگوں کی امامت کی اسے تھوک آیا تو قبلہ کی جانب تھوک دیا آنحضرت ﷺ یہ دیکھ رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں سے آپ ﷺ نے فرمادیا کہ یہ شخص آئندہ تمہاری امامت نہ کرے، اس کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے اسے روک دیا اور بتادیا کہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق یہ ارشاد فرمایا ہے۔ یہ شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس واقع کا تذکرہ کیا، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ہاں میں نے کہا تھا"...... راوی کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم نے اللہ کو اور اس کے رسول کو

اذیت پہنچائی تھی ...... ان رجلاً ام قوماً فبصق فی القبلة و رسول الله صلی الله علیه وسلم ینظر فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم حین فرغ لا یصلی بکم فاراد بعد ذلک ان یصلی بهم فمنعوه واخبروه بقول رسول الله صلی الله علیه وسلم فذکر ذلک رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال نعم وحسبت انه قال انک آذیت الله ورسوله صلی الله علیه وسلم .(ابو داؤد شریف ص ۷۶ ج ۱ ، باب فی کراهة البزاق فی المسجد) فقط والله اعلم بالصواب .

قراءت میں رکاوٹ پیش آنے پر امام رکوع کب کرے؟

بقدر واجب یا بقدر مستحب قرأت کے بعد؟:

(سوال ۸۸) فجر کی نماز میں پہلی رکعت کی قراءت میں سترہویں پارے کی کچھ آیتیں پڑھ کر امام رک گیا، دوسری مرتبہ ایک آیت لوٹائی مگر یاد نہ آئی تو سورۂ اعلیٰ پارۂ عم سے پڑھی بعدہٗ دوسری رکعت میں اس کے بعد والی سورت پڑھی، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلی رکعت کی آیت اتنی ہوگئی تھی کہ نماز ہو جائے، یعنی بقدر واجب پڑھی تھی، اس کے باوجود سورۂ اعلیٰ پڑھی تو یہ قابل اعتراض ہے یا نہیں؟ اس سے نماز میں کوئی خرابی آئی یا نہیں؟ بعض مقتدی کہتے ہیں کہ نماز ہو جائے اتنی قراءت ہوگئی تھی تو پھر سورۂ اعلیٰ کیوں پڑھی؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ قرأت کم ہونے کی وجہ سے ایسا کیا، اگر ایسا نہ کیا ہوتا تو دوسری رکعت میں بھی اتنی ہی قراءت کرنی پڑتی، اگر دوسری رکعت میں قراءت لمبی کی جاتی تو مستحب کے خلاف ہوتا مگر مقتدیوں کو اطمینان نہیں ہوا، لہذا بحوالہ کتاب جواب مرحمت فرمایا جائے کہ امام صاحب نے جو کیا صحیح کیا یا غلط کیا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں امام صاحب نے جو کیا صحیح ہے، غلط نہیں ہے، نماز بلا کراہت ادا ہوگئی، اعتراض بیجا ہے، بقدر حاجت قرأت پڑھ لی ہو تو رکوع کرے اس سے مراد بقدر واجب ہی نہیں ہے بلکہ بقدر مسنون اور مقدار مستحب بھی ہے، چنانچہ فقہاءؒ فرماتے ہیں بل ینتقل الیٰ آیة اخری او یرکع ان قرأ القدر المستحب وقیل قدر الفرض والاول هو الظاهر (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۹۵ باب ما یفسد الصلاة) او یرکع ان قرأ قدر الفرض کما جزم به الزیلعی وغیره وفی روایة قدر المستحب کما رجح الکامل بانه الظاهر من الدلیل الخ (شامی ص ۵۸۲ ج ۱ باب ما یفسد الصلاة وما یکره فیها)(بہشتی زیور ج ۱ ص ۴۷) اور علم الفقہ ج ۲ ص ۱۱۱ میں بھی بقدر مسنون والے قول کو اختیار کیا گیا ہے، ملاحظہ کرلیں۔ البحر الرائق میں ہے: واختلفت الروایة فی وقت اوان الرکوع ففی بعضها اعتبر اوانه المستحب وفی بعضها اعتبر فرض القراءة یعنی اذا قرأ مقدار ما تجوز به الصلوٰة رکع کذا فی السراج الوهاج (ج ۲ ص ۶ ایضاً) عمدة الرعایة علی شرح الوقایة میں ہے: بل یرکع ان کان قرأما تجو به الصلوٰة او ینتقل الیٰ اية اخریٰ (ج ۱ ص ۱۹۱ ایضاً) فتح القدیر میں ھے: قال بعضهم ینبغی ان لا یلجئهم الیه بل ینتقل الیٰ آیة اخری او یرکع اذا قرأ المستحب صرفا للصلوٰة عن الزوائد هذا هو الظاهر من جهة الدلیل (ج ۱ ص ۲۸۴ ایضاً) فقط والله اعلم بالصواب ۱۴ ، صفر ۱۳۸۰ھ

اللہ اکبر کی باء کو کھینچ کر پڑھنے والے امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نمازوں کا لوٹانا ضروری ہے:

(سوال ۸۹) امام صاحب اللہ اکبر کی باء کی کھینچتے ہیں، ابھی معلوم ہوا کہ نماز نہیں ہوتی، یہ امام صاحب ایک سال سے نماز پڑھاتے ہیں اب ہم اپنی نمازیں کب سے لوٹائیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اکبر کی ب کو بڑھا کر پڑھنے والا نماز کا شروع کرنے والا نماز کا شروع کرنے والا نہ ہوگا۔ ولو مد بھمزۃ الجلالۃ او اکبر اوبائہ لم یصر شارعاً (زاد الفقیر ص ۳۰) وان قال اللہ اکبار باد خال الف بین الباء والراء لا یصیر شارعاً وان قال ذلک فی خلال الصلوٰۃ تفسد صلوتہ قیل لانہ اسم من اسماء الشیطان وقیل لانہ جمع کبر با لتحریک وھو الطبل وقیل یصیر شارعاً ولا تفسد صلوتہ لانہ اشباع والا ول اصح (کبیری شرح منیہ ص ۲۵۷ مفسدات صلوٰۃ)

لہٰذا اس طرح پڑھنے والے امام کی اقتداء میں جتنی نمازیں ادا کی گئیں وہ سب ہی قابل اعادہ ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۶ رجب ۱۳۸۸ھ۔

امام نے ضرب اللہ مثلاً للذین آمنوا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط پڑھا تو نماز لوٹانی پڑے گی:

(سوال ۹۰) ہمارے یہاں ایک شخص نے دو رکعت نماز پڑھائی جس میں انہوں نے ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط کے بجائے ضرب اللہ مثلا للذین امنوا امرأۃ نوح وامرأۃ لوط پڑھا اور یہ صورت تین آیات کے بعد واقع ہوئی، تو اب یہ نماز درست ہوئی یا نہیں اور کیا اعادہ واجب ہے؟ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں اگر چہ مذکور غلطی تین آیت پڑھ لینے کے بعد واقع ہوئی ہے نماز فاسد ہوگی وان تغیر المعنی بان قرأ ان الا برار لفی جحیم وان الفجار لفی نعیم، او قرأ ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم شرا لبریۃ، او قرأ وجوہ یومئذ علیھا غبرۃ اولئک ھم المؤمنوٰن حقا، تفسد صلوتہ لان الخبر بخلاف ما اخبر اللہ تعالیٰ بہ (فتاویٰ قاضی خاں فصل فی القرأۃ القرآن خطأ الخ ج ۱ ص ۷۴)

لہٰذا نماز دوبارہ پڑھی جائے اور اگر نماز میں اسی وقت اصلاح کر لی جاتی تو نماز درست ہو جاتی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

امام نے جنابت کی حالت میں نماز پڑھادی تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۹۱) میں نے ایک دن فجر کی نماز پڑھائی بعد میں معلوم ہوا کہ میں جنبی تھا اور مجھے غسل کی حاجت تھی تو میری اور مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ مجھے اس وقت یہ بھی یاد نہیں کہ اس دن کون کون مصلی تھے میں پریشان ہوں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ رہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں امام اور مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی۔ دوبارہ پڑھنا ضروری ہے امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کو تنہا تنہا خبر کردے یا نماز کے وقت اعلان کردے کہ فلاں دن فجر کی نماز میں جو جو حضرات تھے وہ اپنی نماز کا اعادہ کر

ہیں جن مقتدیوں کو اس کی اطلاع نہ ہو سکے وہ معذور ہیں۔ درمختار میں ہے۔(واذا ظهر حدث امامه)وكذا كل مفسد في رأى مقتد (بطلت فيلزم اعادتها) لتضمنها صلوٰة المؤتم صحةً وفساداً كما يلزم الامام اخبار القوم اذا امهم وهو محدث او جنب الخ (درمختار مع الشامى ج ۱ ص ۵۵۳ باب الامامة)فقط والله اعلم بالصواب

نماز میں میں آستین چڑھانا:

(سوال ۹۲)ایک شخص کی یہ عادت ہے کہ بحالت نماز دونوں ہاتھوں کی آستین گرمی کی وجہ سے اوپر چڑھالیتا ہے تو اس سے نماز میں نقص آئے گا یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب)نماز میں دونوں ہاتھوں کی آستین اوپر چڑھانا یہ عمل کثیر ہے اس وجہ سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔لہذا ایسی حرکت سے احتراز لازم ہے۔''شامی''میں ہے امالو شمر وهو فيها تفسد لا نه عمل كثير ۔یعنی آستین چڑھی ہوئی حالت میں نماز شروع کرنا مکروہ ہے۔لیکن اگر نماز پڑھنے کی حالت میں آستین چڑھائے گا تو عمل کثیر ہونے کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔(مکروہات الصلاۃ ج ا ص ۵۹۹)

وضو کے لئے یا اور کسی سبب سے آستین چڑھائی ہوں تو اتار لیوے پھر نماز شروع کرے اگر آستین چڑھی ہوئی حالت میں امام کے ساتھ رکعت پالینے کے شوق میں نماز میں داخل ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ آہستہ آہستہ اور تھوڑی تھوڑی اتار لیویں کہ جس سے عمل کثیر لازم نہ آوے آستین چڑھی ہوئی رکھ کر نماز پڑھنا یا آدھی آستین والا قمیص پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔(درمختار مع الشامی ج ا ص ۵۹۹ ایضاً میں ہے۔و مثله ما لو شمر للوضوء ثم عجل لادراک الركعة مع الا مام واذا دخل فى الصلوٰة كذلک وقلنا بالكراهة فهل الا فضل ارخاء كميه فيها بعمل قليل اوتركهما لم اره والا ظهر الا ول اه.فقط والله اعلم بالصواب

چار رکعت والی نماز میں تین رکعت پر سلام پھیر دیا اور بات کر لی تو!:

(سوال ۹۳)یہاں پر امام صاحب نے ظہر کی نماز میں چار رکعت کے بجائے تین رکعت پر سلام پھیر دیا مقتدوں نے کہا کہ تین ہی رکعتیں ہوئی ہیں اس لئے نماز پھر سے پڑھائیے لیکن امام صاحب نے کہا کہ''ایک رکعت پڑھ لیں گے تو نماز ہو جائے گی''اور اس کے بعد امام صاحب نے ایک رکعت پڑھا کر سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ نیز چوتھی رکعت میں ایک شخص جماعت میں شریک ہوا تو اس کی نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب)جب کہ امام صاحب نے تین رکعت پر سلام پھیر کر بات کی کہ''ایک رکعت پڑھ لیں گے تو نماز ہو جائے گی''اس سے نماز سے خارج ہو گئے اور پڑھی ہوئی تین رکعتیں باطل ہو گئیں،بعد میں ایک رکعت پڑھ کر سجدۂ سہو کرنے سے بھی نماز نہ ہوگی۔دوبارہ چار رکعتیں پڑھنا ضروری ہے۔اور جو شخص چوتھی رکعت میں شریک ہوا تھا اس کی بھی نماز صحیح نہیں ہوئی(يفسد ها التكلم) هو النطق بحرفين او حرف (درمختار)(قوله يفسدها التكلم)اى يفسد الصلوٰة (شامى ج ۱ ص ۵۷۴ باب ما يفسد الصلاة الخ)فقط والله اعلم بالصواب

لفظ اللہ اکبر میں باء اور راء کے درمیان الف کا اضافہ کرنا:

(سوال ۹۴) ہمارے امام صاحب اللہ اکبر کی باء پر مد کرتے ہیں یعنی کھینچ کر اور بڑھا کر پڑھتے ہیں۔ تمام تکبیرات انتقالات میں اسی طرح پڑھتے ہیں تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اصح یہ ہے کہ اکبر کی باء اور راء کی درمیان الف ممالہ زیادہ کر کے "اکبار" پڑھے گا تو تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہوگی اور نماز میں داخل نہ ہوگا۔ اور اگر تکبیر تحریمہ صحیح ادا کی مگر تکبیر انتقالات میں مذکورہ طریقہ سے الف ممالہ کے اضافہ کے ساتھ تکبیر کہے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ولو وقع المد فی باء اکبر بان یقول اکبار بزیادۃ الالف الممال بین الباء والراء لایصیر داخلاً فی الصلوٰۃ وتفسد لو وقع فی اثناء ھا (مجالس الابرار ص ۳۰۷ مجلس نمبر ۵۴) جہالت کا عذر قبول نہ ہوگا۔ لان مثل ھذا الجھل لایصلح ان یکون عذرا حوالہ بالا اور زاد الفقیر میں ہے ولو مد بھمزۃ الجلالۃ او اکبر او باءہ لم یصر شارعاً (ر ۳) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مقتدی کا ارکان میں امام سے آگے بڑھنا:

(سوال ۹۵) مقتدی امام سے پہلے سجدہ کرے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر مقتدی نے امام سے پہلے سجدہ کیا اور سجدہ میں امام اس کے ساتھ شریک نہ ہوا بلکہ مقتدی نے امام کے سجدہ میں آنے سے پہلے ہی سجدہ سے سر اٹھالیا اور پھر دوبارہ (امام کے ساتھ یا امام کے بعد) سجدہ نہیں کیا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ویفسدھا مسابقۃ المقتدی برکن لم یشارکہ فیہ امامہ) کما لو رکع ورفع راسہ قبل الامام ولم یعدہ معہ او بعدہ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۸۵ باب ما یفسد الصلاۃ)

اور اگر امام کے ساتھ سجدہ میں شریک ہو گیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی مگر مقتدی کا یہ فعل حرام اور موجب گناہ ہے، احادیث میں اس پر سخت وعید اور ممانعت آئی ہے، ایک حدیث میں ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ایھا الناس انی امامکم فلا تسبقونی بالرکوع ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بالانصراف الخ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اے لوگو میں تمہارا امام ہوں تم لوگ رکوع، سجدہ، قیام اور انصراف (واپس لوٹنے) میں مجھ سے آگے مت بڑھو (رواہ مسلم بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۰۱ باب ما علی الماموم) اور ایک حدیث میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما یخشی الذی یرفع راسہ قبل الامام ان یحول اللہ راسہ راس حمار متفق علیہ.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہ شخص جو اپنا سر امام سے پہلے اٹھالیتا ہے کیا وہ اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کے سر کو گدھے کا سر بنادیں (مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۲ باب ما علی الماموم)

محدثین نے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کا چہرہ گدھے جیسا بنادے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی سمجھ گدھے جیسی بنادے گا، علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حدیث اپنی حقیقت پر محمول ہو اور اس وقت مسخ سے مراد مسخ خاص ہوگا اور اس شریعت میں جو مسخ ممتنع ہے وہ وہ مسخ ہے جو عام ہو اور اس کی

تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ ایک شخص حدیث کی تحصیل کے لئے دمشق کے ایک مشہور شخص کی خدمت میں پہنچا وہاں پہنچ کر ان سے حدیث حاصل کی لیکن وہ شیخ ہمیشہ درمیان میں پردہ رکھتے تھے، اپنا چہرہ کبھی نہیں دکھاتے تھے۔ جب ایک زمانہ گذر گیا اور طالب علم کا شوق دیکھا تو ایک مرتبہ پردہ ہٹا دیا، طالب علم نے دیکھا کہ شیخ کا چہرہ گدھے کی طرح ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ یابنی أن تسبق الا مام فانی لما مر بی فی الحدیث استبعدت وقوعہ فسبقت الا مام فصار وجھی کما تری۔ اے میرے بیٹے تم امام سے ارکان میں آگے بڑھنے سے بچو، جب میں نے یہ حدیث سنی تھی تو میں نے اس کے وقوع کو بعید سمجھا تھا اور میں نے امام سے سبقت کی اس کی وجہ سے میرے چہرہ کی یہ حالت ہوگئی جو تم دیکھ رہے ہو (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۳ ص ۹۸ باب ماعلی الماموم)

اسی بنا پر مالابدمنہ میں ہے۔ وتقدیم مقتدی از امام در ارکان حرام است. یعنی ارکان میں مقتدی کا امام سے آگے بڑھنا حرام ہے (مالابدمنہ ص ۳۹) فقط واللہ اعلم۔

"نماز میں امام کے بقدر واجب پڑھ لینے کے بعد مقتدی نے لقمہ دیا تو کیا حکم ہے؟"

(سوال ۹۶) نماز میں امام صاحب قرأت پڑھتے پڑھتے بھول گئے، بقدر واجب پڑھ چکے تھے پھر بھی پیچھے سے مقتدی نے لقمہ دیا، امام نے لقمہ قبول کرلیا اور نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟ لوٹانا واجب ہے یا نہیں؟

(الجواب) امام قرأت پڑھتے وقت بھول جائے یا رک جائے تو لقمہ دینے میں جلدی نہ کرے، بھول ہوتے ہی لقمہ دینا اور بول اٹھنا مکروہ اور ممنوع ہے، امام کو بھی چاہئے کہ کسی کے بتلانے کی (لقمہ دینے کی) راہ نہ دیکھے، بقدر ضرورت قرأت کر چکا ہو تو رکوع کرلے اور دوسری جگہ سے پڑھنا شروع کردے، خاموش کھڑا رہ کر اور ایک ہی لفظ کو مکرر پڑھ کر مقتدی کو لقمہ دینے کے لئے مجبور کرنا غلط ہے، پھر بھی صحیح یہ ہے کہ امام کو لقمہ دینے سے اور امام کے لقمہ قبول کرلینے سے کسی کی بھی نماز فاسد یا واجب الاعادہ نہیں ہوتی۔ والصحیح انھا لا تفسد صلوٰۃ الفاتح بکل حال ولا صلوٰۃ الأمام لو اخذ منہ علی الصحیح الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۹۹ الباب السابع فیما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا) فقط واللہ اعلم بالصواب.

امام نے سہواً سورۂ فاتحہ یا سورت چھوڑ دی اور رکوع سے اٹھنے کے بعد پڑھی:

(سوال ۹۷) فرض یا واجب نماز میں امام سورۂ فاتحہ یا سورت پڑھنا بھول گیا رکوع میں یاد آیا تو کھڑے ہوکر قرأت پڑھی تو اب دوبارہ رکوع کیا جائے یا نہیں؟ اور سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہوجائے گی؟ اگر دوبارہ رکوع کا اور بعد میں آنے والے نمازی نے اس رکوع میں امام کے ساتھ شرکت فرمائی تو اس نے وہ رکعت پائی ایسا سمجھا جائے گا؟

(الجواب) صورت مذکورہ میں قرأت کے بعد رکوع کرنا ضروری ہے، نہ کرے گا تو نماز باطل ہوگی، رکوع کرکے اخیر میں سجدۂ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہوجائے گی، رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کی یہ رکعت معتبر ہے، دہرانے کی حاجت نہیں ہے لو تذکر الفاتحہ او السورۃ حیث یعود وینقض رکوعہ لان بعودہ صارت قرأت الکل فرضاً والترتیب بین القرأۃ والرکوع فرض فارتفض رکوعہ فلو لم یرکع بطلت ولو رکع وادرکہ رجل فی الرکوع الثانی کان مدرکاً ذلک الرکعۃ الخ (شامی ج ۱ ص ۶۳۷ باب الوتر

والنوفل) فقط واللہ اعلم بالصواب.

دعاء قنوت بھول جانا اور رکوع کے بعد پڑھنا:

(سوال ۹۸) امام نے وتر میں دعائے قنوت سہواً ترک کر کے رکوع کیا، یاد آنے پر دوبارہ کھڑے ہو کر دعائے قنوت پڑھی مگر دوبارہ رکوع نہیں کیا بلکہ سیدھا سجدہ میں چلا گیا اور سہو کا سجدہ کر کے نماز ختم کی وہ ادا ہوئی یا نہیں؟ اگر امام دوبارہ رکوع کرے اور بعد میں آنے والا نمازی اس رکوع میں شامل ہو جائے تو وہ اس رکعت میں شامل ہونے والا سمجھا جائے گا یا نہیں؟

(الجواب) نماز صحیح ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، رکوع کے بعد دعائے قنوت پڑھنے سے رکوع باطل نہیں ہوتا، مگر رکوع میں جانے کے بعد دعائے قنوت کے لئے کھڑا ہونا غلط ہے، ایسا کرنے کی ضرورت نہیں، دعائے قنوت فوت ہوگئی ہے تو اس کے لئے سجدہ سہو کافی ہے، دوسرے رکوع میں شریک ہونے والے کو رکعت نہیں ملی۔ ولو نسیه ای القنوت ثم تذکره فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الا صح لان فیه رفض الفرض للواجب فان عاد الیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته لکون رکوعه بعد قرأة تامة و سجد للسهو قنت اولا لزواله عن محله (درمختار شامی ج ۲ ص ۶۲۷، ۶۲۲ باب الوتر و النوافل) و کما لو سها عن القنوت فرکع فانه لو عاد وقنت لا تفسد علی الا صح (فتح القدیر ج ۱ ص ۱۰۱) فقط واللہ اعلم بالصواب.

قعدۂ اولیٰ سہواً چھوٹ گیا پھر کھڑا ہو جانے کے بعد لوٹا:

(سوال ۹۹) تین یا چار رکعت والی فرض یا واجب نماز میں قعدۂ اولیٰ سہواً چھوٹ جائے اور سیدھے کھڑے ہو جانے کے بعد قیام (کہ جو فرض ہے) ترک کر کے قعدہ (جو واجب ہے) میں بیٹھے تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو جائے۔ یا سیدھے کھڑے ہونے کے قریب ہو جائے پھر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھے اس سے فرض ترک کر کے واجب کی طرف لوٹنا لازم نہیں آتا، مگر ادائیگی فرض میں تاخیر لازم آتی ہے۔ جس کا تدارک سجدۂ سہو سے ہو جاتا ہے لہٰذا راجح اور حق یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی، سجدہ سہو کرنا پڑے گا البتہ ایسا کرنا نہیں چاہئے۔ قصداً ایسا کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ ثم لو عاد فی موضع وجوب عدمه اختلفوا فی فساد صلواته فصحح الشارح الفساد لتکامل الجنایة برفض الفرض بعد الشروع فیه لأ جل ما لیس بفرض وفی المبتغی بالغین المعجمة انه غلط لأنه لیس بترک وانما هو تاخیر کما لو سها عن السورة فرکع فانه یرفع الرکوع ویعود الی القیام ویقرأ لا جل الواجب (البحر الرائق ج ۱ ص ۱۰۱ باب سجود السهو) (قوله کما سیجئی) ای فی باب سجود السهو لکنه رجح هناک عدم الفساد الخ (باب الوتر و النوافل شامی ج ۱ ص ۶۲۳) فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلاته لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لاتفسد لکنه یکون مسیئاً ویسجد لتأخیر الواجب وهو الا شبه کما حققه الکمال وهو الحق بحر (درمختا مع شامی باب سجود

السھو ج ۱ ص ۷۹۶)(ایضاً فتح القدیر ج ۱ ص ۳۴۵)فقط واللہ اعلم بالصواب

سلام پھیرنے میں بھول سے دیر ہو جائے:

(سوال ۱۰۰) نماز کے قعدہ اخیرہ میں تشہد درود اور دعا پڑھ کر سلام نہیں پھیرا، اس خیال سے بیٹھا رہا کہ سلام پھیر چکا ہوں بعد میں یاد آیا کہ سلام نہیں پھیرا، یاد آتے ہی فوراً سلام پھیر دیا درمیان میں مخالف نماز کوئی عمل نہیں کیا ہے تو میری یہ نماز صحیح ہوگئی یا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے تھا، کیا ہوتا تو نماز صحیح ہو جاتی، سجدۂ سہو نہیں کیا اس لئے نماز واجب الاعادہ ہے ''زادالفقیر'' میں ہے وکذا لو آخر السلام بان ظن انه سلم واستمر قاعداً ثم علم انه لم یسلم فسلم (ص ۲۴)فقط واللہ اعلم بالصواب

نماز پڑھنے میں اندھا آجائے تو اس کو روکے یا نہیں کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۰۱) رکوع سے اٹھتے وقت اندھا سامنے آجائے اس کو ہاتھ سے ہٹایا جائے تو نماز میں کچھ خلل واقع ہوگا؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اندھے کو روکنے میں عمل کثیر نہیں ہوا ہے لہذا نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں (طحطاوی علیٰ مراقی الفلاح ص ۲۱۵)(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

بحالت صلوٰۃ گلے میں شیرینی (مٹھاس) ہو تو نماز میں کوئی خرابی آئے گی یا نہیں؟:

(سوال ۱۰۲) سنت فجر گھر پڑھ کر خمیرہ کھایا بعد میں مسجد پہنچا اور جماعت میں شریک ہوگیا کلی کرنا یاد نہ رہا، نماز میں گلے میں خمیرہ کی شیرینی محسوس ہوتی تھی تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جب خمیرہ منہ میں نہیں صرف مٹھاس ہی ہے تو نماز میں کوئی خرابی یا فساد نہیں، بدوں حرج کے ادا ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ شامی میں ہے ولوا کل شیئاً من الحلاوۃ وابتلع عینها ودخل فی الصلوۃ فوجد حلاوتها فی فیه وابتلعها لا تفسد الصلوۃ. یعنی۔ کوئی میٹھی چیز کھائی اور اس کو نگل لیا پھر نماز میں داخل ہوگیا (نماز کی نیت باندھ لی) اب اس کی مٹھاس منہ میں پائی اور اس کو نگل لیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی (شامی ج ص ۵۸۳ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیها)فقط واللہ اعلم بالصواب.

لڑکوں کی صف کے آگے سے گزرنا جائز ہے:

(سوال ۱۰۳) لڑکوں کی صف بڑی ہے۔ بڑے آدمی کو اگلی صف میں شرکت کرنی ہے تو یہ لوگ لڑکوں کے آگے سے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) جب اگلی صف میں جگہ ہو تو اس کو پر کرنے کے لئے لڑکوں کی صف کے سامنے سے گزرنا پڑے تو اس میں

(۱) اومرمافی موضع مسجودہ لا تفسد الخ فصل فیما لا یفسد الصلاۃ مرقاۃ ج ۱ ص ۴۸۹)

حرج نہیں جائز ہے۔(۱)

(سوال ۱۰۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک شخص نے مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی، پھر امام کے سلام کے بعد دو رکعتیں پوری کر کے آخر میں قعدہ کیا ایک رکعت کے بعد قعدہ نہیں کیا جیسا کہ عام قاعدہ ہے تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا چاہئے تھا (ویقضی اول صلاته فی حق قرأة واخرها فی حق تشهد فمدرک رکعة من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما (درمختار باب الا مامة)

لیکن اگر کسی نے پہلی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا آخر میں کیا سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو استحساناً نماز ادا ہو جانے کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ ومن جملتها ما اشرنا الیه انه یقضیٰ اول صلاته فی حق القرأة واخرها فی حق القعدة حتیٰ لو ادرک مع الا مام رکعة من المغرب فانه یقرأ فی الرکعتین الفاتحة والسورة ویقعد فی اولهما لا نها ثنا ئیة ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیا ساًولم یلزمه سجود السهود لو سهواً لکونها اولیٰ من وجه (کبیری شرح منیه ص ۴۴۰ صفة صلاة) وان ادرک مع الا مام رکعة من المغرب یقرأ فی الرکعتین اللتین سبق بهما السورة مع الفاتحة ویقعد فی اولهما لا نه یقضیٰ اول صلاته فی حق القرأة واخرها فی حق القعدة ولکن لو لم یقعد فیها سهواً لا یلزمه سجود السهود لکو نها اولیٰ من وجه (صغیری ص ۲۴۰. ۲۴۱ ایضاً)(قرء وتشهد بینهما) قال فی شرح المنیه ولو لم یقعد جاز استحساناًلا قیاساً ولم یلزمه سجود السهود لکون الرکعة اولیٰ من وجه الخ (شامی باب الا مامة ج ۱ ص ۵۵۸) اس کی تائید مندرجہ ذیل روایت سے ہوتی ہے۔ عن ابن مسعودؓ ان جندباً ومسروقا ادرکا رکعة یعنی عن صلاة المغرب فقرأ جندب ولم یقرأ مسروق خلف الا مام فلما سلم الا مام قاما یقضیان فجلس مسرق فی الثانیة والثالثة وقام جندب فی الثانیة ولم یجلس فلما انصرف تذکر اذلک فاتیا ابن مسعود فقال کل قد اصاب اوقال کل قد احسن واصنع کمایصنع مسروق رواه الطبرانی فی الکبیر با سانید بعضها ساقط منه رجل وفی هذا الطریق جابر النخعی والا کثر علی تضعیفه (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲) حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ محدث دیوبندی نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ محمدیہ میں ہے:۔

''فتویٰ سیدنا ابن مسعودؓ'' استفتاء۔ ہم دونوں نے مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت پائی تھی، امام کے سلام کے بعد ہم دونوں اپنی فوت شدہ رکعتوں کو ادا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ مسروق ایک رکعت پڑھ کر التحیات پڑھنے کے لئے بیٹھے (اور پھر ایک رکعت کے بعد دوسری مرتبہ التحیات پڑھ کر تمام کی) لیکن جندب صرف اخیری رکعت پڑھ کر بیٹھے اب فرمایئے کہ کس کا فعل درست تھا؟

---

(۱) وفی القنیة قام فی آخر صف وبینه وبین الصفوف مواضع خالیة فللداخل ان یمربین یدیه لیصل الصفوف لأ نه سقط حرمة نفسه فلا تاثم المار بینٰ یدیه الخ شامی باب الا مامة مطلب فی الکلام علی الصف الا ول ج. ۱ ص ۵۳۳

(الجواب) تم دونوں نے بہتر کیا (یعنی نماز دونوں کی ادا ہوگئی) لیکن میں اسے پسند کرتا ہوں کہ مسروق کے مانند نماز پڑھو (یعنی ایک رکعت کے بعد التحیات پڑھوں)

شرح:

دو رکعت کے بعد چونکہ بیٹھنا واجب ہے لہذا ایک رکعت امام کے ساتھ اور ایک تنہا پڑھ لینے کے بعد التحیات کے لئے بیٹھ جائے لیکن اگر ایک رکعت تنہا ادا کرنے کے بعد نہ بیٹھا بلکہ صرف اخیر ہی میں بیٹھا جیسا کہ صورت مسئولہ میں جندب نے کیا تھا تب بھی نماز ادا ہوجائے گی اور سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا (فتاویٰ محمدی ص ۸۷) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تعداد رکعت میں شک ہوجائے:

(سوال ۱۰۵) امام کو نماز میں شبہ ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری، ایسے موقع پر امام کا مقتدیوں کی طرف خیال کرنا کہ اگر مقتدی کھڑا ہو تو امام بھی کھڑا ہو اور مقتدی بیٹھ جائے تو امام بھی بیٹھ جائے۔ اس طرح اپنی غلطی کی اصلاح کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) نماز درست ہوجائے گی اعادہ یا سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں (فتاویٰ عالمگیریہ ج۱ ص ۶۹۷)

قعدۂ اخیرہ میں امام فوت ہوگیا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۰۶) قعدۂ اخیرہ میں امام فوت ہوگیا تو مقتدیوں کی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں نماز باطل ہوجائے گی دوبارہ پڑھنی ہوگی۔

بقی من المفسدات ارتداد بقلبه و موت (درمختار) (قوله موت) اقول تظهر ثمرته فی الامام لومات بعد القعدة الاخيرة بطلت صلوٰة المقتدين به فيلزمهم استينا فها لبطلان الصلوٰة بالموت بعد القعدة قد ذكر الشنبلا لی من جملة المسائل التی زاد ها لخ (شامی ص ۵۸۸ ج ۱ باب ما يفسد الصلاة و ما يكره فيها) فقط والله اعلم بالصواب.

نماز شروع ہونے کے بعد کسی کے توجہ دلانے پر مکبر کا تکبیر کہنا:

(سوال ۱۰۷) جس وقت نماز شروع ہوئی اس وقت مکبر کی ضرورت نہیں تھی، اس لئے مکبر نے تکبیر نہیں کہی ایک رکعت ہونے کے بعد کسی نے پیچھے سے کہا کہ امام صاحب کی آواز نہیں آرہی ہے اس پر کوئی آدمی تکبیر کہنا شروع کر دے تو جو لوگ مکبر کی تکبیر پر رکوع سجدہ کریں ان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ ہمارے یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح سے نماز فاسد ہوجاتی ہے تو یہ صحیح ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کسی نے کہا "آواز نہیں آرہی ہے" اس پر کسی شخص کو خیال آیا کہ واقعی مکبر کی ضرورت ہے اور اپنے اس خیال پر تکبیر کہنا شروع کر دے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی کہ وہ اپنے خیال پر عمل کر رہا ہے کہ جس طرح باہر سے کوئی

شخص نمازی کو لقمہ دے اور نمازی کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے اور اپنی یاد پر اصلاح کر لے تو اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز ظہر میں چوتھی رکعت پر قعدہ نہ کرے اور پانچ رکعت پڑھ لے:

(سوال ۱۰۸) ہمارے یہاں امام صاحب نے نماز ظہر میں دو رکعت تو ٹھیک پڑھی پھر تیسری رکعت میں امام صاحب قعدہ میں بیٹھے لیکن کسی نے بھی لقمہ نہیں دیا۔ امام صاحب التحیات پوری کر کے چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہوئے اور چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کئے بغیر پانچویں رکعت کے لئے کھڑے ہو گئے پانچویں رکعت پوری کر کے قعدہ کیا اور سلام پھیر کر نماز پوری کی تو مقتدیوں نے کہا کہ امام صاحب پانچ رکعت ہوئی ہیں نماز لوٹائیے۔ تو امام صاحب نے کہا کہ سجدۂ سہو کیا ہے اس لئے دہرانے کی ضرورت نہیں اور مزید کہا کہ سجدہ سہو بھی نہ کیا ہوتا تب بھی نماز ہو جاتی کہ بجائے چار رکعت کے پانچ رکعت پڑھی ہیں کیا نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں فرض ظہر ادا نہیں ہوا۔ اعادہ ضروری ہے۔ چوتھی رکعت کے بعد قعدہ فرض تھا اس صورت میں سجدۂ سہو کافی نہیں ہے۔ [1] البتہ اگر چوتھی رکعت کے بعد قعدہ کر لیا ہوتا، پھر کھڑے ہو کر پانچویں رکعت پڑھتے یا پانچویں رکعت میں کھڑے ہو گئے تھے تو سجدہ سے پہلے بیٹھ جاتے تو ان صورتوں میں سجدہ سہو کافی ہو سکتا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جمائی لیتے ہوئے آواز نکلی اور ایک دو حرف ظاہر ہو جاویں تو کیا اس سے نماز فاسد ہوگی؟:

(سوال ۱۰۹) نماز میں ایک شخص نے جمائی (جسے گجراتی میں بگاسا، ابا سا کہتے ہیں) لی اور جمائی لیتے وقت آواز نکلی جس سے ایک دو حرف ظاہر ہو جاویں تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مجبوری کی وجہ سے جمائی لی ہو اور احتیاط کرتا ہو کہ آواز نہ نکلے تو معاف ہے اور اگر اس میں احتیاط نہ کرتا ہو اور بے احتیاطی کی وجہ سے آواز نکلے اور حروف پیدا ہوں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ (عمدۃ الفقہ ص۲۵۲ ج ۲)

درمختار میں ہے:۔ یفسدها ...... (والتنحنح) بحرفين (بلا عذر) امابه بان نشأمن طبعه فلا (او) بلا (غرض) صحيح فلو لتحسين صوته او ليهتدى امامه او للاعلامه انه فى الصلوٰة فلا فساد على الصحيح (درمختار ج ۱ ص ۵۷۸ باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها) فقط والله اعلم بالصواب

تدارک زلۃ کی صورت میں صحت صلوٰۃ وعدم فساد کا حکم:

(سوال ۱۱۰) تدارک زلت کے بعد صحت صلوٰۃ وعدم صحت کے متعلق فقہائے کرام کی دو رائیں ہیں۔

پہلی رائے:۔

تدارک سے بھی نماز فاسد رہے گی اور واجب الاعادہ ہے۔ وہبانیہ میں ہے۔

---

(۱) والقعدة الاخيرة فرض فى الفرض والتطوع حتى لو صلى ركعتين ولم يقعدفى آخر هما وقام وذهب تفسد صلاته كذا فى الخلاصة الباب الرابع فى صفة الصلاة الفصل الاول فى فرائض الصلاة

وان لحن القاری واصلح بعده
اذا غیر المعنی .الفساد مقرر

فتاویٰ کاملیہ ص ۱۳ پر ہے۔ سئلت عمن لحن فی الصلوٰۃ لحناً یغیر المعنی ثم اعاد ما لحن فیها ، صحیحاً هل تفسد صلاته.

(قال الجواب) ان صلاته تفسد بذلک وان اعاد وقد اشار الیٰ ذلک صاحب الوهبانیه بقوله وانی لحن الخ قال شارحها الشرنبلالی: صورتها: المصلی اذا لحن فی قراء ته لحناً یغیر المعنی کفتح لام " الضالین" لا تجوز صلاته وان اعاد بعدها علی الصواب. والله اعلم اه.

قاضی خان کے مندرجہ ذیل جزئیہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ان اوادان یقرء کلمةً فجری علی لسانه شطر کلمة اخری فرجع وقرأ الأولیٰ او رکع ولم یتم الشطر ان قرأ شطراً من کلمة لو أتمها لا تفسد صلاته بشطرها وللشطر حکم الکل هو الصحیح اه (فتاویٰ قاضی خان بر حاشیه عالمگیری مطبوعه امیریه مصر ۱/۱۵۳ .فی فصل قراء ة القرآن خطأ وفی الا حکام المتعلقة بالقراء ة)

دوسری رائے:

تدارک سے فساد مرتفع ہوجائے گا اور نماز صحیح ہوگی (طحطاوی علی الدر المختار ۱/۲۶۷ فی زلۃ القاری) میں ہے۔ وفی المضمرات: قرء فی الصلوٰۃ بخطأ فاحش ثم اعاد وقرء صحیحها فصلا ته جائزة الخ امداد الفتاویٰ جلد اول ص ۱۶۸ مطبوعه کراچی میں بھی صحت صلوٰۃ کو اختیار کیا گیا ہے اور عالمگیریہ کے جزئیہ سے ۔ اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ (مفتی اول دارالعلوم دیوبند) کی رائے سے استدلال کیا گیا ہے۔ فتاویٰ دارالعلوم طبع قدیم (اول و دوم ص ۲۳۱ امداد المفتیین) میں بھی صحت صلوٰۃ کا حکم ہے وہاں سائل نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی رائے عدم صحت پیش کیا ہے۔ حضرت مجیب نے اس رائے کو استحباب اعادہ یا احتیاط پر محمول کیا ہے۔

حضرت والا کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے۔ مدلل ارقام فرمائیں۔ والسلام۔

سائل (مولانا) سعید احمد پالن پوری۔ دارالعلوم اشرفیہ (سورت) ۲۰ مئی ۱۹۷۳ء۔

(الجواب) اس قسم کی غلطی اور لغزشوں سے احتراز ناممکن ہے۔ خصوصاً تراویح میں اگر اصلاح کے بعد بھی فساد کا حکم قائم رکھا گیا تو ناقابل برداشت تنگی لازم آئے گی۔ لہٰذا دفعاً للحرج اور عموم بلویٰ کے پیش نظر مفتی کو صحت صلوٰۃ کا قول اختیار کرنا چاہئے۔ ذکر فی الفوائد لو قرأ فی الصلوٰۃ بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی فصلوته جائزة (فتاویٰ عالمگیری ص ۵۱ ج ۱)

مسئلہ:

ان الصلوٰة اذا جازت من وجوه فسدت من وجه یحکم بالفساد احتیاطاً الا فی باب

القراء ۃ لان للناس عموم البلویٰ کذا فی " الظهیریه."

ذکر فی الفوائد:

لوقرٔ فی الصلوٰۃ بخطأ فاحش ثم رجع وقراء صحیحاً قال عندی صلوته جائزة انتهیٰ. (الفتح الرحمانی فی فتاویٰ السید ثابت ابی المعانی الاستاذ الفقیه المحدث مولانا الشیخ حامد مرزا الفرغانی النمنکانی نزیل المدینة المنورة ص ۱۶۳)

اور مجموعہ فتاویٰ سعدیہ میں ہے:۔

(سوال) شخصے درنماز. تصلی ناراً حامیة فی جنة عالیة تسقیٰ من عین انیه۔ خوانده نماز صحیح شدیانہ؟

(الجواب) نماز صحیح شد فی المضمرات ذکر فی الفوائد ولو قرأ فی الصلوٰۃ بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحیحاً قال عندی صلوته جائزة. انتهیٰ (ص ۵۲)

(سوال) قراءت میں امام نے ایسی غلطی کی۔ جس سے معنی بدل گئے۔ لیکن مقتدی کے بتلانے سے غلطی درست ہوگئی تو نماز ہوگئی یا نہیں؟

(الجواب) جب مقتدی کے بتلانے سے صحیح پڑھ لیا تو نماز ہوگئی۔ (کتاب عماد الدین مرتبہ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری ص ۱۶۳ پاکستان)

اگر کسی نے قراءت میں کھلی ہوئی غلطی کی۔ پھر لوٹا کر صحیح پڑھا تو اس کی نماز جائز اور درست ہے۔(۱) (عمدة الفقہ مولفہ حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب مدظلہ ص ۱۳۰ ج ۲ پاکستان) فقط۔ واللہ اعلم بالصواب.

پیشاب کی شیشی جیب میں رکھ کر نماز پڑھ لی تو نماز ہوگی یا نہیں؟:

(سوال ۱۱۱) ایک شخص کی جیب میں ایک شیشی تھی جس میں پیشاب تھا ٹیسٹ کرانے کے لئے لے جارہا تھا، نماز کا وقت آ گیا اور اس نے بھول سے جیب میں شیشی ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لی، شیشی بالکل بند تھی تو نماز ہوگئی یا لوٹانا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز نہیں ہوئی واجب الاعادہ ہے، یہ حامل نجاست ہے۔ اویعد حاملاله' (ای الخبث ، النجاسة)(درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۳۷۳، باب شروط الصلوٰۃ)

عمدة الفقہ میں ہے: (۵) اگر وہ نجاست اپنے معدن سے الگ ہو تو خواہ وہ کسی چیز میں بند ہو نماز کی مانع ہوگی ، پس اگر کسی شخص نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین یا جیب میں ایک شیشی ہے جس میں شراب یا پیشاب ہے تو نماز جائز نہ ہوگی خواہ وہ بھری ہوئی ہو یا نہ ہو اور اگر چہ اس شیشی کا منہ بند ہو، کیونکہ وہ شراب یا پیشاب اپنے معدن (جائے پیدائش) میں نہیں ہے (عمدة الفقہ ص ۴۶ ج ۲ فقط واللہ اعلم۔

---

(۱) ذکر فی الفوائد لو قرء فی الصلاة بخطا فاحش ثم رجع وقرء صحیحا قال عندی صلاته جائزة فی وکذلک اعراب فتاویٰ عالمگیری الباب الخامس فی زلة القاری ج ۱ ص ۸۴.

بلاتحری نماز پڑھنے کے بعد قبلہ پر مطلع ہونا:

(سوال ۱۱۲) مطبوعہ مجتبائی بہشتی زیور حصہ دوم ص ۷ اقبلہ طرف منہ کرنے کے بیان میں اور بہشتی ثمر حصہ اول ص ۶۶ وص ۶۷ نماز کی شرطوں کے بیان میں ہے کہ ''اگر کسی ایسی جگہ ہے کہ قبلہ معلوم نہیں ہوتا کدھر ہے اور نہ وہاں کوئی ایسا آدمی ہے جس سے پوچھ سکے تو اپنے دل میں سوچے جدھر دل گواہی دے اس طرح پڑھ لیوے اگر بے سوچے پڑھ لیوے گی تو نماز نہ ہوگی، اگر بعد میں معلوم ہوجائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تب بھی نماز نہیں ہوئی۔''

لیکن اختری بہشتی زیور عکسی میں ہے کہ ''لیکن اگر بعد میں معلوم ہوجائے کہ ٹھیک قبلہ ہی کی طرف پڑھی ہے تو نماز ہوجائے گی (حصہ ج ۳ ص ۱۶)

سوال یہ ہے کہ بہشتی زیور مطبوعہ مجتبائی اور بہشتی ثمر میں جو ہے کہ ''نماز نہیں ہوئی، اور اختری بہشتی زیور میں جو ہے کہ ''نماز ہوجائے گی'' ان دونوں مسئلوں میں صحیح کیا ہے، حوالہ سمیت جواب دے کر ممنون کریں۔

(الجواب) اختری بہشتی زیور عکسی میں جو لکھا ہے وہ صحیح ہے، نورالایضاح میں ہے وان شرع بلا تحر فعلم بعد فراغه انه اصاب صحت وان علم باصابته فيها فسدت (نور الایضاح ص ۶۹ باب شروط الصلوٰة وارکانها)(درمختار مع الشامی جلد نمبر ۱ ص ۴۰۵ باب شروط الصلاة)

ترجمہ:۔اور اگر بلاتحری (سوچے سمجھے بغیر) نماز شروع کردی پھر بعد فراغت نماز معلوم ہوا کہ ٹھیک قبلہ رخ نماز پڑھی ہے تو نماز صحیح ہوگئی، اور دوران نماز علم ہوا کہ ٹھیک قبلہ رخ نماز پڑھ رہا ہوں تو نماز فاسد ہوجائے گی (جیسا کہ متیمم درمیان نماز پانی پر قادر ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھانے کے بعد بلاکلی کئے نماز:

(سوال ۱۱۳) فجر کی سنت کے بعد خمیرہ کھا کر مسجد نماز پڑھنے گیا، کلی کرنا بھول گیا اور نماز میں شامل ہوگیا، حالت نماز میں خمیرہ کی مٹھاس کا اثر گلے میں محسوس ہوا تو نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب) جب منہ میں خمیرہ نہیں صرف مٹھاس کا اثر ہے تو اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئی بلاتردد نماز صحیح ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں، شامی میں ہے۔ ولو اكل شيئاً من الحلاوة وابتلع عينها فدخل في الصلوٰة فوجد حلاوتها في فيه وابتلعها لا تفسد صلاته . یعنی میٹھی شئی کھا کر حلق میں اتار دی درانحالیکہ منہ میں مٹھاس کا اثر ابھی باقی ہے اس کے نگل لینے سے نماز میں فساد نہیں آئے گا۔(شامی ج ۱ ص ۵۸۳ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) فقط والله اعلم بالصواب.

حالت نماز میں بچہ نے ماں کا دودھ پی لیا:

(سوال ۱۱۴) عورت نماز پڑھ رہی تھی جب قعدہ میں بیٹھی تو بچہ نے اس عورت کا پستان منہ میں لے لیا اور چوسنے لگا ،اس سے نماز میں کوئی خرابی آئے گی؟

(الجواب) صرف پستان منہ میں لینے سے نماز میں فساد نہیں آتا ،البتہ اگر دودھ پیا ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی ،فتاویٰ

عالمگیری میں ہے،صبی مص ثدی امرأۃ مصلیۃ ان خرج اللبن فسدت والا فلا لانہ متی خرج اللبن یکون ارضاعا وبدونہ لا کذا فی محیط السرخسی (ج ۱ ص ۱۰۴ باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا فصل فی الاستخلاف)فقط واللہ اعلم بالصواب۔

خوش الحانی سے نماز میں گریہ طاری ہونا:

(سوال ۱۱۵) امام کی قرأت سننے سے نماز میں باوازگریہ طاری ہوتو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اللہ تعالیٰ کے خوف اور جہنم کے تذکرہ سے نماز میں رونا آوے اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ لا تفسد بحصولھا من ذکر جنۃ او نارا تفاقاً لدلا لتھا علی الخشوع ای الخوف من اللہ تعالی الواحد القھار (طحطاوی ص ۱۷۸ باب مایفسد الصلاۃ) ہاں صرف خوش الحانی کے سبب رونا آوے تو نماز میں فساد آئے گا۔ فلو اعجبتہ قراءۃ الامام فجعل یبکی ویقول بلی او نعم او آری لا تفسد سراجیہ لدلالتہ علی الخشوع قال الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ افادانہ لو کان استلذاذا بحسن النغمۃ یکون مفسدا (شامی ج ۱ ص ۶۱۹ و ص ۶۲۰ باب مایفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا)فقط واللہ اعلم بالصواب

عشاء کی نماز میں آخری قعدہ نہیں کیا اور چھ رکعت نماز پڑھادی تو فرض نماز ادا ہوئی یا نہیں؟:

(سوال ۱۱۶) عشاء کی نماز میں امام صاحب چار رکعت پڑھا کر بغیر قعدہ کئے کھڑے ہوگئے،مقتدیوں نے لقمہ دیا، پھر بھی نہیں بیٹھے اور چھٹی رکعت پڑھ کر بیٹھے،سجدہ سہو کیا،اور سلام پھیرا۔کیا نماز فرض عشاء صحیح ہوگئی؟

(الجواب) نماز عشاء میں پہلا قعدہ واجب ہے اس کے چھوٹ جانے پر سجدہ سہو کر لینے سے نماز ادا ہو جاتی ہے،لیکن دوسرا قعدہ فرض ہے،اس کے چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو کافی نہیں ہوتا،لہذا صورت مسئولہ میں نماز عشاء نہیں ہوئی، دوبارہ پڑھنا ضروری ہے،یہ چھ رکعتیں نفل ہوگئیں۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔۸ ذی قعدہ ۱۳۷۹ھ۔

حالت نماز میں امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر گئی اس کا حکم:

(سوال ۱۱۷) دوران نماز امام صاحب کے حلق میں مکھی اتر جائے اور باوجود کھنکھارنے کے نہ نکلے اور حلق سے نیچے اتر جائے تو اس صورت میں نماز صحیح ہو جائے گی یا اعادہ ضروری ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہو جائے گی اعادہ ضروری نہیں ولو اکل ما بین اسنانہ لا تفسد لانہ لایمکن الاحتراز عنہ ولھذا لا یبطل بہ الصوم الخ (عینی شرح باب ما یفسد الصلاۃ وما یکرہ فیھا کنز ج ۱ ص ۴۳)

---

(۱) سہواً عن القعود الاول من الفرض ولو عملیا اما نفل فیعود مالم یقید بالسجدۃ ثم تذکر عادالیہ ...... مالم فیستقم قائما فی ظاھر الروایۃ وھو الاصح والا ای وان استقاما قائمالا یعود لا شتغا لہ بفرض القیام وسجد للسھو ...... ولو سھاً عن القعود الاخیر قیدھا سجدۃ عامدا او ناسیاً اوساھیا اوخطأ تحول فرضہ نفلا برفعہ الجبھۃ عند محمد وبہ یفتی درمختار علی ھامش شامی ج ۱ ص ۶۹۷، ۶۹۹ باب سجود السھو

او دخل حلقه ای حلق الصائم ذباب او غبار وهو ای والحال انه ذاکر لصومه لعدم استطاعة الا متناع عنه فاشبه الدخان الخ .(عنی شرح کنز باب مایفسد الصوم وما لا یفسده ج ۱ ص ۸۴)

اس سے معلوم ہوا کہ بحالت نماز یا بحالت صوم مکھی بلا ارادہ حلق میں چلی گئی تو مفسد نہیں ہے، اس سے احتراز مشکل ہے۔ اور یہ مثل غبار و دخان کے ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۶ جمادی الثانیہ ۱۳۸۵ھ۔

نماز کی حالت میں وساوس آئیں ان کا علاج:

(سوال ۱۱۸) آج کل عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ جتنے لوگ بھی نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں ان کے دماغ میں قسم قسم کے خیالات آتے ہیں، اور بعض ایسے بھی ہیں کہ جو ان کو دور کرنے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر ناکام ہوتے ہیں، تو ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ خطرات کا دل میں آنا انسانی اختیار سے باہر ہے، لہذا اس سے نماز میں کچھ نقصان نہیں آتا، البتہ خطرہ کو خود قائم کرنا اور دل میں لانا اور اس سے دلچسپی لینا بیشک برا ہے، ایک صحابیؓ نے آنحضرت سے اس کی شکایت کی تھی تو فرمایا کہ تم ان خطرات کی طرف مطلق التفات نہ کرو اور اپنی نماز میں لگے رہو، لہذا اگر خطرہ آجائے تو اس کی طرف توجہ نہ کی جائے بلکہ نماز میں قرأت اور تصحیح حروف کی طرف اپنی توجہ منعطف کرے، خطرہ کی وجہ سے اپنی نماز کو بیکار سمجھے اور چھوڑ

بیٹھے تو شیطان اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا: حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ! شیطان نماز میں آکر مجھے حائل ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ پڑھنے میں بھی شک ڈال دیتا ہے، ایسے موقع پر کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس شیطان کا نام "خنزب" ہے تم جانو کہ وہ آ گیا ہے تو خدا سے پناہ چاہو اور تین مرتبہ بائیں طرف یعنی قلب کی جانب تھتکارو، حضرت عثمان بن ابی العاصؓ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کیا تو الحمد للہ اس عمل کی برکت سے حق تعالیٰ نے اس وسوسہ کو دفع کیا۔

وعن عثمان بن ابی العاص قال قلت یا رسول الله ان الشیطان قد حال بینی وبین صلوتی وبین قرأتی یلبسها علی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ذاک شیطان یقال له خنزب فاذا احسسته فتعوذ بالله منه واتفل علی یسارک ثلاثا ففعلت ذلک فاذهبه الله عنی رواه مسلم (مشکوٰة ص ۱۹ باب الوسوسة)

لاحول ولا قوة الا بالله العظیم پڑھتے رہئے، اس سے بھی وسوسے دفع ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ۔

نماز کے لئے جگانا:

(سوال ۱۱۹) ہمارے محلہ میں لوگ رات کو دیر سے سونے کی وجہ سے صبح کو فجر کی جماعت میں شامل نہیں ہوتے اس لئے ہمارے یہاں صبح کی اذان کے بعد چند آدمی محلہ میں گشت لگا کر لوگوں کو جگاتے ہیں اور نماز کی طرف بلاتے ہیں

اس طرح جماعت میں تقریباً سو ۱۰۰ آدمی شریک ہوجاتے ہیں۔ اگر اس طرح بیدار نہ کیا جائے تو پچیس ۲۵ سے تیس ۳۰ آدمی ہوتے ہیں۔ چند لوگ کہتے ہیں کہ لوگوں کو اس طرح نماز کے لئے اٹھانا گناہ ہے تو شریعت کا کیا حکم ہے؟ اور اٹھنے والے لوگ اس سے راضی ہیں آپ مع حوالجات تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ ازسورت۔

(الجواب) اصل حکم یہی ہے کہ تثویب (اذان کے بعد اعلان) مکروہ ہے کہ اذان کافی ہے۔ اذان کے بعد اعلان کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس سے اذان کی اہمیت کم ہوجاتی ہے۔ مگر افسوس کہ خدائی بلاوہ "حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح" کی مسلمان پرواہ نہیں کرتے اس لئے بعض علماء نے غافلوں کی تنبیہ کے لئے اجازت دی ہے۔ مجالس الابرار میں ہے۔

ولظهور التوانی فی الا مور الدينية استحسن المتأ خرون التثويب بين الا ذان والا قامة فی الصلوات كلها سوی المغرب وهذا العود الی الا علام بعد الا علام بحسب ما تعارفه كل قوم لانه مبالغة فی الا علام فلا يحصل ذلک الابما يتعارفونه ، (مجالس الا برار ص ۲۸۷ مجلس ص ۴۸) کبیری میں ہے۔ واستحسن المتأ خرون التثويب وهو العود الی الا علام بعد الا علام بحسب ما تعا رفه كل قوم لظهور التوانی فی الا مور الدينية (ص ۳۶۱) (نور الا يضاح ص ۶۲ باب الاذان) (شامی ج ۱ ص ۳۶۱، ص ۳۶۲ ایضاً) بلاشبہ صبح کا وقت غفلت کا وقت ہے غافلوں کو بیدار کرنے اور نماز باجماعت کا عادی بنانے کے لئے باہمت لوگ جگانے کے لئے نکلتے ہوں تو ان کو روکنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جب تک ضرورت ہو یہ عمل جاری رکھا جاسکتا ہے۔ مگر کام سلیقہ سے ہونا چاہئے۔ تماشہ نہ بنالیا جائے اور باعث ایذاء مسلمین نہ ہو، مستورات اور معذورین، مکانوں میں نماز اور ذکر اللہ میں مشغول ہوں تو ان کا لحاظ رکھا جائے۔ لوگوں کو چاہئے کہ غافلین میں اپنا شمار نہ کرائیں۔ اور لوگوں کو اٹھانے کی زحمت سے بچائیں۔ شیخ سعدیؒ نے خوب کہا ہے۔

گفتم ایں شرط آدمیت نیست
مرغ تسبیح خواں ومن خاموش

یعنی یہ مروت سے بہت بعید ہے کہ جنگل کے چرندو پرند تو یاد خدا میں مشغول ہوں اور میں (انسان اور مسلمان ہوکر...... اللہ ورسول ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے) غافل پڑا رہوں

خیرے کن اے فلاں وغنیمت شمار عمر
زاں پیشتر کہ بانگ برآید کہ فلاں نماند

(بس اے شخص نیکی میں مشغول رہ اور زندگی کو غنیمت جان اس سے پہلے کہ (گلی کوچوں میں تمہارے لئے) اعلان ہو کہ فلاں مرگیا (گلستان) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۷ھ۔

تہجد پڑھنے والے کی لوگ اقتداء کرلیں تو کراہت کے ذمہ دار کون ہیں؟:

(سوال ۱۲۰) امام صاحب حافظ قرآن ہیں۔ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں اس وقت تہجد میں تین سپارے پڑھتے ہیں اور دوسرے دو معتکف مقتدی ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی دوسرے اور لوگ بھی شریک ہوجاتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں؟ اگر

ہے تو اس کے ذمہ دار کون ہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر امام صاحب کی صراحتہً یا کنایۃً یا اشارۃً اجازت کے بغیر لوگ شریک ہو گئے۔ تو کراہت کے وہ ذمہ دار ہیں لیکن امام صاحب کو چاہئے کہ مسئلہ بتلا کر شریک ہونے سے روک دیں ورنہ امام صاحب کراہت کی ذمہ داری سے سبکدوش نہ ہوں گے ولو اقتدیٰ به واحد او اثنان ثم جاء ت جماعة اقتدوا به قال الر حمتی ینبغی ان تکون الکراهة علی المتاخرین. یعنی نفل پڑھنے والے کی ایک دو آدمیوں نے اقتداء کی پھر دوسرے لوگ شریک ہو گئے تو علامہ رحمتیؒ فرماتے ہیں کہ کراہت کے ذمہ دار پیچھے آنے والے ہیں۔ (شامی ج ۱ ص ۶۶۴ مطلب کراهیة الا قتدآء فی النفل علی سبیل التداعی وفی صلاة الرغائب) فقط واللہ اعلم بالصواب.

ایک مقتدی کو بائیں طرف یا پیچھے کھڑا رکھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۲۱) اگر مقتدی ایک ہو تو اسے داہنی طرف کھڑا رکھنے کے بجائے پیچھے کھڑا کرے یا بائیں طرف تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز تو ہو جائے گی مگر خلاف سنت ہونے کی وجہ سے اساءت کا مرتکب ہوگا۔ حتیٰ لو صلی فی یساره او خلفه جازو یکون مسیئاً لمخالفة السنة (عینی شرح کنز الدقائق ج ۱ ص ۳۹ باب الا مامة) فقط واللہ اعلم بالصواب.

زبردستی صف اول میں جگہ کرنا:

(سوال ۱۲۲) زید اذان ہوتے ہی مسجد میں حاضر ہو کر صف اول میں بیٹھ جاتا ہے۔ اور بکر مسجد میں آکر آخری صف میں بیٹھتا ہے۔ اور اقامت کے وقت جب زید وغیرہ صف بندی کرتے ہیں تو بکر آخری صف سے تمام صفوں کو چیرتے ہوئے پہلی صف میں زید کی بغل میں زبردستی داخل ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ زید اس کو کہتا ہے کہ یہ حرکت نازیبا اور خلاف شریعت ہے اگر تمہیں پہلی ہی صف کی فضیلت حاصل کرنا ہے تو پہلے ہی آکر بیٹھ جانا چاہئے مگر بکر نہیں مانتا تو بکر کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب نمازی مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادے سے جائے تو شروع ہی سے پہلی صف میں یا جہاں جگہ ملے بیٹھے۔ آگے کی صفوں میں جگہ ہوتے ہوئے پیچھے بیٹھنا اور بعد میں دھکے بازی کر کے پہلی صف میں گھس جانا نمازیوں کو ایذا پہنچانا ہے اور یہ حرکت نازیبا اور سخت مکروہ ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم بالصواب

مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۲۳) کوئی شخص امام سے پہلے سلام پھیر دے تو نماز ہوگئی یا ناقص واجب الاداء ہوئی؟ یا پھر امام کے ساتھ

(۱) قال فی المعراج الا فضل ان یقف فی الصف الآخر اذا خاف ایذاء احد قال علیه الصلاة والسلام من ترک الصف الاول مخافة ان یؤذی مسلما اضعف له اجر صف الاول وبه اخذ ابو حنیفة و محمد شامی مطلب فی الکلام علی الصف الاول ج ۱ ص ۵۳۲.

دوبارہ سلام پھیرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بلا عذر شرعی مقتدی امام سے پہلے سلام پھیر دے تو اگرچہ نماز ہوجائے گی مگر مکروہ ہوگی اسے چاہئے کہ امام کے ساتھ نماز پوری کرے اور امام کے ساتھ دوبارہ سلام پھیرے۔ درمختار میں ہے۔ ولو اتمہ' قبل امامہ فتکلم جازو کرہ (ولہ ولو أتمہ') ای لو أتم الموتم التشہد باء ن اسرع فیہ وفرغ منہ قبل اتمامہ فاتی بما یخرجہ من الصلوٰۃ کسلام او کلام اوقیام جاز ای صحت صلاتہ لحصولہ بعد تمام الا رکان لا ن الا مام وان لم یکن اتم التشہد لکنہ' قعدہ قدرہ' لان المفرض من القعدۃ قدر اسرع ما یکون من قرائۃ التشہد وقد حصل وانما کرہ للمو تم ذلک لترکہ متابعۃ الا مام بلا عذر فلو بہ کخوف حدث او خروج وقت جمعۃ او مرور ماربین یدیہ فلا کراھۃ.(درمختار مع الشامی ج ا ص ۴۹۰ قبیل مطلب فی وقت ادراک فضیلۃ الا فتتاح آداب الصلوٰۃ)فقط واللہ اعلم بالصواب

نمازیوں کی صف اول کے آگے بڑھانے پر اشکال اور اسکا جواب!:

(سوال ۱۲۴) مکرم ومحترم مخدوم عالی جناب حضرت مفتی صاحب زیدت معالیہ۔ السلام علیکم ورحمۃاللہ وبر کاتہ'.

عرصہ دراز سے آنمحترم کی خیر وخیریت سے لاعلم ہوں۔ اس وقت ایک ضروری امر درپیش ہے وہ یہ کہ آپ کی مرتبہ فتاویٰ رحیمیہ ج۳ص۴۵پر یہ مسئلہ بایں صورت مرقوم ہے "البتہ اگر پیچھے جماعت خانہ میں یا برآمدہ یا صحن میں بھی جگہ نہ ہو اگر ہو تو بارش یا شدید دھوپ کی وجہ سے کھڑا رہنا دشوار ہو تو پھر کراہت نہیں ہے۔"

ہمارے شہر میں اس ضرورۃً جواز کے مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہے امید ہے کہ آنجناب مندرجہ بالا مسئلہ کا حوالہ تحریر فرمائیں گے۔ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) معظمی ومحترمی جناب مولانا صاحب دامت برکاتہم۔ سلام مسنون! گرامی نامہ موصول شدہ کاشف احوال ہوا (جزاکم اللہ تعالیٰ) حق تعالیٰ جناب کو تادم حیات خدمت دین میں مشغول رکھے اور قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنادے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم.

جناب کے اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ جواز بلا کراہت کا حکم کسی نص کے معارض نہیں ہے۔ بلکہ نصوص قرآنی اور قواعد فقہیہ کے عین مطابق ہے، قولہ تعالیٰ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر. یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے دشواری منظور نہیں ہے (سورۂ بقرہ) وقولہ تعالیٰ ما جعل اللہ علیکم فی الدین من حرج یعنی اللہ تعالیٰ نے دین کی معاملہ میں تمہارے اوپر تنگی نہیں رکھی۔

(سورۂ حج پ ۱۷) (الضرورات تبیح المخطورات) حاجت ممنوع چیزوں کو جائز کردیتی ہے)(الا شباہ والنظائر ص ۱۰۸ حصہ قواعد) المشقۃ تجلب التیسیر (سختی سے آسانی ہوجاتی ہے)(الاشباہ) اورنصاب الاحتساب میں ہے. ویکرہ الصلوٰۃ فوق الکعبۃ وکذا الصعود علی سطح المسجد الا لحاجۃ اصلاح ونحوہ وکذا الصعود علی سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد

الحر یکرہ ان یصلوا ابا لجماعۃ فوق السطح الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علیٰ سطحہ للضرورۃ الخ .

یعنی محیط میں ہے کہ کعبہ شریف کے اوپر اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے۔ ہاں اگر تعمیر اور مرمت کی ضرورت کی وجہ سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی بھی مسجد ہو اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اسی بنا پر یہ بھی مکروہ ہے کہ گرمی کی شدت کی وجہ سے چھت پر جماعت کریں مگر یہ کہ مسجد میں نمازیوں کی گنجائش نہ رہے تو پھر مکروہ نہ ہوگا۔ (نصاب الاحتساب قلمی باب نمبر ۱۵، ص ۳۲)

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے:۔ الصعود علیٰ سطح کل مسجد مکروہ ولھذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوابالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد حینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحہ للضرورۃ کذا فی الغرائب (فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۲۲ کتاب الکراھیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلۃ والمصحف الخ)

علیٰ ھذا۔ مصلیوں پر نماز پڑھنے کی جگہ تنگ ہو جائے تو ضرورۃً صف اول کا آگے بڑھا لینا بلا کراہت درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۱ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ۔

نماز میں عمامہ باندھنا:

(سوال ۱۲۵) ہمارے یہاں امام صاحب اکثر بلا عمامہ نماز پڑھاتے ہیں کیا اس طرح نماز پڑھنا صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام صاحب کے لباس میں عمامہ شامل ہو۔ یعنی بغیر عمامہ باندھے بازار و مجالس میں نہ جاتے ہوں تو ایسے امام صاحب کا بغیر عمامہ باندھے نماز پڑھانا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور جن کے لباس میں عمامہ شامل نہ ہو ان کے لئے مکروہ نہیں۔ عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے۔ لیکن کبھی کبھی نہ باندھا جائے تا کہ عوام اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھ لیں (۱) فقط اللہ اعلم بالصواب .

نماز میں داڑھی اور کپڑوں سے کھیلنا:

(سوال ۱۲۶) امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں لیکن نماز شروع کرنے کے بعد اپنا ہاتھ داڑھی اور منہ پر پھیرتے رہتے ہیں اور بار بار اپنا کرتہ درست کرتے رہتے ہیں رکوع سے اٹھ کر پائجامہ کھینچ کر سجدہ میں جاتے ہیں نماز میں ان حرکتوں کا کرنا کیسا ہے؟ نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام کو ایسی فضول حرکتوں سے احتراز کرنا چاہئے ان سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ اور عمل کثیر ہو کر نماز کے فساد کی بھی نوبت آ جاتی ہے۔ لہذا ایسے افعال عبث سے امام اور نمازیوں کو بچنا ضروری ہے۔ ویکرہ ایضاً ان یکف ثوبہ وھو فی الصلوٰۃ بعمل قلیل بان یرفع من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود

---

(۱) والمستحب للرجل ان یصلی فی ثلاثۃ اثواب ، قمیص وازار وعمامہ فتاوی تتارخانیۃ مایکرہ للمصلی وما لایکرہ ج ۱ ص ۵۶۷.

(کبیری ص ۳۳۷ مکروھات صلوٰۃ)فقط و اللہ اعلم بالصواب .

تہبند (لنگی) پہن کرخطبہ دیناونماز پڑھانا:

(سوال ۱۲۷)ایک شخص مسجد میں امامت کرتے ہیں ان کوکسی شخص نے کہا کہ جمعہ کا خطبہ منبر پرتہبند پہن کرنہیں پڑھ سکتے تو شریعت محمدی کا کیا حکم ہے؟ لنگی باندھ کرخطبہ پڑھ سکتے ہیں یانہیں؟ اوراسی طرح نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جس لباس میں باہر نکلنا بازار جانا شادی غمی کی مجالس میں شرکت کرنا پسند نہ کرتا ہو۔ معیوب سمجھتا ہو اس لباس کو پہن کرنماز پڑھنا پڑھانا مکروہ ہے (وصلاته فی ثیاب بذلة) یلبسها فی بیته .وفی الشامی . قال فی البحر وفسرهافی شرح الوقایة بما یلبسه فی بیته ولا یذهب به الی الا کابر والظاهران الکراهة تنزیهیة ۱ه (درمختار شامی ج ۱ ص ۵۹۹ مطلب مکروهات الصلاة)فقط و اللہ اعلم بالصواب.

قبرستان کی مسجد میں جماعت کرنا:

(سوال ۱۲۸) قبرستان کے بیچ میں مسجد ہوتو اس میں پنج وقتہ نماز کی جماعت جائز ہے یانہیں؟ اوراسی طرح ایسی مسجد میں نماز مکروہ ہوتی ہے یانہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) مسجد کی چہار دیواری کے اندر نماز پڑھنے سے قبریں نمازی کے سامنے اور یمیناً وشمالاً نہ ہوں گی اس لئے نماز بلاکراہت درست ہے۔کبیری میں ہے۔ ویکره ان تکون قبلة المسجد الی المخرج اوالی الحمام اوالی قبر لان فیه ترک تعظیم المسجد وفی الخلاصة هذا اذا لم یکن بین یدی المصلی وبین هذا الموضع حائل کالحائط وان کان حائطاً لایکره(ص ۳۵۳ مکروهات صلاۃ)فقط و اللہ اعلم بالصواب.

غصب کردہ زمین میں نماز کاحکم:

(سوال) ایک غصب کردہ زمین ہے ایک دودن کیلئے اس پرنماز پڑھنے کی شرعاً اجازت ہے یانہیں؟ بینواتوجروا۔

(الجواب) غصب کی ہوئی زمین میں نماز ہوجاتی ہے۔مگر جانتے ہوئے بدون مجبوری اس جگہ نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں۔اس لئے مالک سے اجازت حاصل کرلی جائے۔الصلوٰۃ فی ارض مغصوبة جائزة ولکن یعاقب بظلم فما کان بینه وبین اللہ یثاب وماکان بینه وبین العباد یعاقب کذا فی مختار الفتاویٰ وفتاویٰ عالمگیری. ج ۱ ص ۱۰۹ .الفصل الثانی فیمایکره ومالایکره.وطحطاوی ص ۲۰۹ فصل فی المکروهات. فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں وسوسہ دورکرنے کیلئے بار باراعوذ باللہ الخ پڑھنا۔

(سوال ۱۲۹) ہمارے امام صاحب کہتے ہیں نماز میں (خواہ وہ سری ہو یا جہری) جب وسوسہ آئے تو بار باراعوذ

بالله من الشيطن الرجيم پڑھنے سے وسوسہ دور ہو جائے گا۔ تو اس طرح اعوذ بالله الخ پڑھنے سے نماز میں خلل آئے گا یا نہیں؟ اور امام صاحب کی ہدایت درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں وسوسہ دفع کرنے کے لئے بار بار اعوذ بالله الخ پڑھنے کی ہدایت صحیح نہیں ہے۔ اگر چہ نماز فاسد ہونے میں فقہاء کا اتفاق نہیں ہے مگر کراہت سے خالی نہیں۔ ولو حوقل لدفع الوسوسة ان لا مور الدنيا تفسد لا لا مور الا خرة درمختار ج ۱ ص ۵۸۱ باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها) (یعنی اگر نمازی نے لاحول ولا قوة الخ پڑھا تو اگر دنیوی امور کے لئے وسوسہ ہے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر امور آخرت کے لئے ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی) ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تفسد مطلقاً (الى قوله) ولو تعوذ لدفع الوسوسة لا تفسد مطلقاً نظر اذ لا فرق بينها وبين الحوقلة فليستأ مل (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۱۲ باب ما يفسد الصلوٰة ويكره فيها) فقط والله اعلم بالصواب۔

سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونا!:

(سوال ۱۳۰) ظہر اور فجر کے وقت سنت مؤکدہ ادا کرنے کے بعد فرض پڑھنے سے پہلے دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنت باطل ہوتی ہے؟ یا ثواب میں کمی آتی ہے صحیح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بعض فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ سنت وفرض کے درمیان دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنت باطل ہو جاتی ہے۔ مگر اقویٰ یہی ہے کہ سنت کا بطلان نہیں ہوتا۔ البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔ درمختار میں ہے۔ ولو تكلم بين السنة والفرض لا يسقطها ولكن ينقص ثوابها وقيل تسقطها (ج ۱ ص ۶۳۲ مطلب فی تحية المسجد) یعنی سنت وفرض کے درمیان دنیوی باتیں کرے گا تو سنت باطل نہ ہوگی۔ مگر ثواب کم ہو جاتا ہے۔ اور قول ضعیف یہ بھی ہے کہ سنت باطل ہو جائے گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں سر سے ٹوپی گر جائے تو کیا کرے:

(سوال ۱۳۱) نماز کی نیت باندھ لی اور اس کے بعد حالت قیام میں سر پر سے کسی طرح ٹوپی گر گئی تو کیا حکم ہے؟ اس کو اٹھا کر پہن لی جائے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں قیام یا رکوع کی حالت میں گری ہوئی ٹوپی اٹھا کر پہننا جائز نہیں ہے۔ عمل کثیر شمار ہوگا۔ جس کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ البتہ حالت سجدہ میں سر کے سامنے گری ہوئی ٹوپی عمل قلیل کے ساتھ مثلاً ایک ہاتھ سے لے کر پہن لی تو اجازت ہے بلکہ افضل ہے۔ اس سے نماز میں خرابی نہیں آئے گی۔ ولو سقطت قلنسوة فاعادتها افضل الا اذا احتاجت لتكوير او عمل كثير (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۰۰ باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها) فقط والله اعلم بالصواب۔

نماز میں بلند آواز سے یا اللہ کہنا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۳۲) ایک شخص کی عادت ہے کہ نماز میں زور زور سے ''یا اللہ'' بولتا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) یہ عادت مکروہ اور واجب الترک ہے۔[۱] فقط واللہ اعلم بالصواب.

سجدہ سے قعدہ میں بیٹھتے وقت زمین پر سے سیدھا پیر اٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۳۳) ہمارے یہاں ایک حافظ صاحب ہیں ایک دو نمازیں بھی پڑھاتے ہیں۔ جب وہ سجدہ سے اٹھ کر قعدہ میں بیٹھتے ہیں تو اس وقت ان کا سیدھا پیر زمین سے اٹھ جاتا ہے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدہ سے اٹھ کر قعدہ میں بیٹھتے وقت سیدھا پیر زمین پر سے اٹھ جاتا ہے اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ لیکن ایسی عادت کر لینا مکروہ ہے۔[۲] فقط واللہ اعلم بالصواب

ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ڈھیلا کر کے کھڑا رہنا:

(سوال ۱۳۴) ہمارے امام صاحب جب قیام کرتے ہیں تو اپنا پورا وزن ایک پاؤں پر دے کر دوسرے پاؤں کو لنگڑے کی طرح رکھتے ہیں۔ امام صاحب کو اس طرف توجہ دلائی گئی مگر وہ یہ عادت ترک نہیں کرتے تو شرعاً کیا اس کا کیا حکم ہے۔ اس سے نماز میں کراہت آتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں کبھی ایک پیر پر وزن دے کر اور کبھی دوسرے پیر پر وزن دے کر کھڑا رہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ درست ہے۔ البتہ ایک پیر پر پورا وزن دے کر دوسرے پیر کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دے کہ وہ تھوڑا ٹیڑھا ہو جائے (جس طرح گھوڑا ایک پیر پر وزن دے کر دوسرے پیر کو ٹیڑھا کر کے کھڑا رہتا ہے) تو یہ مکروہ ہے۔ ویکرہ القیام علی احد القدمین فی الصلوٰۃ بلا عذر (باب صفۃ الصلاۃ بحث القیام شامی ج ۱ ص ۴۱۴) فقط واللہ اعلم بالصواب.

سجدہ میں جاتے ہوئے پائجامے کو اوپر کھینچنا اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد دامن کو نیچے کرنا!:

(سوال ۱۳۵) اگر کوئی شخص سجدہ میں جاتے وقت اپنے پائجامے کو اوپر کھینچتا ہے اور سجدہ سے اٹھنے کے بعد اپنے قمیص کے پیچھے کے دامن کو نیچے کرتا ہے تو اس فعل سے نماز میں کچھ نقصان ہوتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایسی حرکت اور عادت یقیناً مکروہ ہے اور بعید نہیں کہ فعل کثیر ہو کر مفسد صلوٰۃ ہو جائے۔ لہٰذا اس عادت سے احتراز لازم ہے۔[۳] فقط واللہ اعلم بالصواب.

---

(۱) المصلی اذا مر بآیۃ فیها ذکر النار اوذکر الموت فوقف عند ها وتعوذ من النار واستغفر أ ومر بآیۃ فیها ذکر الرحمۃ فوقف عند ها أ وسئل اللہ الرحمۃ فها هنا ثلاث مسائل مسئالۃ المنفرد والجواب فیها أ نه ان کان فی التوطع فهو حسن وان کان فی الفرائض یکره الخ فتاویٰ تاتارخانیه، الفصل الرابع فی بیان مایکره للمصلی ان یفعل فی صلاته وما لا یکره ج ۱ ص ۵۶۵.

(۲) ولو سجدو لم یضع قدمیه علی الارض لا یجوز ولو وضع أحدهما جاز مع الکراهة ان کان بغیر عذر کذا فی شرح منیۃ المصلی لابن امیر الحاج فتاویٰ عالمگیری الباب الرابع فی صفۃ الصلاۃ ج ۱ ص ۷۰.

(۳) یکره للمصلی ان یعبث بثوبه أ ولحیته او جسده وان یکف ثوبۃ بان یرفع ثوبه من بین یدیه أ و من خلفه اذا اراد السجود کذافی المعراج الدرایۃ فتاویٰ عالمگیری الفصل الثانی فیما یکره فی الصلاۃ وما لا یکره ج ۱ ص ۱۰۵

اذان ہوجانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکلنا:

(سوال ۱۳۶) اذان ہوجانے کے بعد نماز پڑھے بغیر مسجد سے نکل جانا مکروہ ہے، یہ کراہت تنزیہی ہے یا تحریمی؟

(الجواب) اذان ہوجانے کے بعد یعنی نماز کا وقت ہوچکنے کے بعد نماز پڑھے بغیر بلا عذر شرعی کے مسجد سے نکل جانا مکروہ تحریمی ہے، جماعت کے وقت واپس آنے کا ارادہ ہے تو مکروہ نہیں ہے وکرہ تحریماً للنهی خروج من لم یصل من مسجد اذن فیه جری علی الغالب والمراد دخول الوقت اذن فیه اولا الا لمن ینتظم به امر جماعة اخری اوکان الخروج لمسجد حیه ولم یصلوا فیه اولأ ستاذه لدرسه اولسماع الوعظ او لحاجة ومن عزمه ان یعود (درمختار مع شامی ج ا ص ۶۶۹ .۶۶۸ مطلب فی کراهة الخروج من المسجد بعد الاذان)

حدیث شریف میں ہے جو شخص مسجد میں اذان سن کر بلا ضرورت کے چلا گیا اور واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں ہے تو وہ منافق ہے عن عثمان قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ادرکه الا ذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجة وهو لا یرید الرجعة فهو منافق (ابن ماجه ص ۵۴ باب اذا اذن وانت فی المسجد فلا تخرج) فقط والله اعلم بالصواب.

عورتوں کا مسجد میں آ کر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۳۷) بعض جگہوں پر متولی، امام، عالم یا مسلمان مسجد میں عورتوں کے لئے فرض یا تراویح کی جماعت کا انتظام کرتے ہیں اور بعض اوقات رات کو یا دن کو محرم کے ساتھ یا بلا محرم کے دور دراز سے عورتیں مسجد میں آ کر جماعت سے الگ جگہ میں نماز پڑھتی ہیں وہ استدلال کرتے ہیں کہ مکہ میں مسجد حرام میں عورتیں اور مرد ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے زمانے میں عورتیں مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتی تھی مذکورہ حقیقت صحیح ہے تو کیوں نہیں آتیں؟ بحوالۂ کتب جواب عنایت کریں۔

(الجواب) عورتوں کے لئے جہاں تک ممکن ہو، مخفی مقام پر اور چھپ کر نماز پڑھنے میں زیادہ فضیلت اور ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک خاتون بیت (کمرہ) میں نماز پڑھے یہ صحن کی نماز سے بہتر ہے اور کمرہ کے اندر چھوٹی کوٹھری (بخاری) میں نماز پڑھے یہ کمرہ کی نماز سے بہتر ہے۔ عن النبی صلی الله علیه وسلم قال صلوٰة المرأة فی بیتها افضل من صلوتها فی حجر تها وصلوتها فی مخدعها افضل من صلوتها فی بیتها (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۱ کتاب الصلاة باب ماجآء فی خروج النسآء الی المساجد)

ایک حدیث میں ہے کہ عورتوں کو جماعت سے نماز پڑھنے کے بجائے اکیلے نماز پڑھنے میں پچیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔ (مسند الفردوس)

بے شک آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں خواتین کو مسجد میں حاضر ہونے اور نماز پڑھنے کی اجازت تھی۔ کیونکہ خود رحمۃ للعالمین ﷺ موجود تھے، تعلیمات کا سلسلہ جاری تھا۔ احکام نازل ہورہے تھے۔ وہ دور مقدس تھا جس کو خیر القرون فرمایا گیا ہے۔ یہ دور ختم ہونے لگا تو خرابیاں پیدا ہونے لگیں چنانچہ حضرت عمرؓ نے عورتوں کو مسجد میں جانے

سے منع فرمایا، اس کی شکایت حضرت عائشہ سے کی گئی تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر آنحضرت ﷺ یہ حالت دیکھتے جو حضرت عمر نے دیکھی ہے تو عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔ ان عائشة رضی اللہ عنہا زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد کما منعه نسآء بنی اسرائیل (ابوداؤد ج ۱ ص ۹۱ باب ماجآء فی خروج النسآء الی المساجد)

ان وجوہات کی بنا پر حضرات فقہاء کرام نے بھی فتویٰ دیا کہ عورتوں کو مسجد میں جانا مکروہ ہے خواہ پنجوقتہ نمازوں کی جماعت کے لئے جائیں یا جمعہ اور عید کی نماز کے لئے یا مجلس وعظ میں شرکت کرنے کے لئے ویکرہ حضورهن الجماعة ولو لجمعة وعید ووعظ مطلقا ولو عجوز الیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان (درمختار مع طحطاوی ج ۱ ص ۳۸۴ باب الامامة ۲۸۳)

یہ حکم عام ہے، حرم شریف ہو یا مسجد نبوی ہو، ہندوستان ہو یا عربستان سب کے لئے یہی حکم ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہ سکتا ہے؟:

(سوال ۱۳۸) امام مقتدیوں سے کتنی بلندی پر کھڑا رہے تو وہ مکروہ ہے؟ بلندی کی کم از کم حد کتنی؟

(الجواب) بلندی کی کم از کم مقدار اور حد کے متعلق فقہاؒ میں اختلاف ہے اس لئے کہ اس کے متعلق جو احادیث آئی ہیں ان میں مقدار کی تصریح نہیں ہے، حدیث میں ہے آنحضرت ﷺ نے امام کو مقتدی سے بلند جگہ پر کھڑے رہنے سے ممانعت فرمائی۔ روی الحاکم مرفوعا نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقوم الامام فوقا و یبقی الناس خلفه الخ (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۱۳۴ مکروهات الصلوة)(شامی ج ۱ ص ۶۰۴ ایضا)(عینی شرح هدایه ج ۱ ص ۸۰۵ ایضا)

اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ نے مدائن میں نماز پڑھائی تو مقتدیوں سے بلندی پر کھڑے رہے حضرت حذیفہؓ یہ دیکھ کر آگے بڑھے اور ہاتھ پکڑ کر نیچے کھینچ لائے نماز کے بعد فرمایا کیا آپ نے آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ " اذا ام الرجل القوم فلا یقم فی مکان ارفع من مقامهم او نحو ذلک قال عمار لذلک اتبعتک حین اخذت علی یدی (ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۹۵ باب الامام لقوم مکانا ارفع منهم)

(ترجمہ) جب کوئی شخص کسی جماعت کی امامت کرے تو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جو جماعت کی جگہ سے بلند ہو۔ حضرت عمار نے فرمایا اسی لئے تو میں نے یہ کیا کہ جب آپ نے میرا ہاتھ پکڑا میں نے آپ کی تعمیل کردی۔

ان دونوں روایتوں میں بلندی کی کوئی حد اور مقدار مذکور نہیں ہے، اس لئے اختلاف ہونا قدرتی ہے لہذا مقدار کے متعلق کئی قول ہیں جن میں دو قول معتبر سمجھے گئے ہیں۔

(۱) ایک ذراع یعنی ایک ہاتھ کی مقدار بلندی ممنوع ومکروہ ہے ،اس سے کم مکروہ نہیں ہے، دلیل یہ ہے کہ

نمازی کے لئے سترہ کی بلندی کی مقدار کم از کم ایک ذراع (ہاتھ) مانی گئی ہے اس پر قیاس کر کے جگہ کی بلندی بھی ایک ہاتھ مانی چاہئے کہ بمقدار سترہ بلندی مکروہ ہے اس سے کم مکروہ نہیں۔

(۲) اتنی بلندی پر کھڑا ہونا مکروہ ہے کہ نمایاں طور پر امام مقتدیوں سے ممتاز اور الگ معلوم ہوتا ہو دلیل یہ ہے کہ احادیث میں مطلق بلندی ممنوع ہے لہذا جس صورت میں امام مقتدی سے بلندی میں ممتاز اور نمایاں طور پر جدا معلوم ہوتا ہو اتنی بلندی مکروہ اور ممنوع ہونی چاہئے اور جیسے جیسے یہ بلندی بڑھتی جائے گی کراہت میں زیادتی ہوتی جائے گی۔ صاحب بدائع وغیرہ فقہاء نے اسی قول کی تائید کی ہے اور اسے ظاہر روایت بتلایا ہے۔ (البدائع والصنائع ج ۱ ص ۲۸۱) (۱) شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے یہی قول اختیار کیا ہے (فتح القدیر ج ۱ ص ۳۶۰ فصل ویکرہ للمصلی) اور زاد الفقیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ وقیامه علی مکان مرتفع وهو ما یقع به التمیز ظاهراً وحده (یعنی) (مکروہ ہے) اکیلے امام کا اتنی بلند جگہ پر کھڑا رہنا جو ظاہراً ممتاز معلوم ہو اور صاف طور پر الگ دکھائی دے (ص ۵۰)

''بحر الرائق'' میں ہے کہ ظاہر روایت اور اطلاق حدیث کے بموجب عمل کرنا بہتر ہے فالحاصل ان التصحیح قد اختلف والا ولی العمل بظاهر الروایة واطلاق الحدیث (ص ۲۶ ج ۲)

علامہ طحطاویؒ اور علامہ شامیؒ نے بھی دوسرے قول کی تائید اور موافقت فرمائی ہے (قوله وهو الا وجه) وهو ظاهر الروایة والروایات قد اختلفت فی المقدار الا خذ بظاهر الروایة اولیٰ (طحطاوی ج ۱ ص ۳۴۱ مکروهات صلاة) (قوله وقیل الخ) هو ظاهر الروایة کما فی البدائع الخ (شامی ایضاً ج ۱ ص ۶۰۵) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

اکیلا امام اونچے مقام پر کھڑا ہو:

(سوال ۱۳۹) اکیلا امام تو انچ اونچی جگہ (برآمدہ) پر کھڑا رہ کر نماز پڑھائے اور مصلی نیچے (صحن میں) ہیں تو کیا حکم ہے؟ مصلیوں کا ازدہام وغیرہ شرعی عذر کچھ نہیں ہے۔

(الجواب) بغیر عذر شرعی کے امام کا اس طرح تو انچ بلند جگہ پر کھڑے رہ کر نماز پڑھانا اہل کتاب سے مشابہت کی وجہ سے (کہ وہ لوگ اپنے امام کی جگہ بلند رکھتے ہیں) مکروہ ہے۔ ہاں اگر امام کے پیچھے اس اونچی جگہ پر کچھ نمازیوں کی صف ہوگی تو کراہت نہیں ہے ویکره ایضا ان ینفرد الا مام عن القوم فی مکان اعلی من مکان القوم اذا لم یکن بعض القوم معه لان فیه التشبیه باهل الکتاب علی ما تقدم انهم یخصون اما مهم بالمکان المرتفع ولذا اذا کان بعض القوم مع الا مام لا یکره لزوال التشبیه بزوال التخصیص (مکروهات صلوٰة کبیری ص ۳۴۸)

---

(۱) یکره سواء کان المکان قدر قامة الرجل اودون ذلک فی ظاهر الروایة ...... والصحیح جواب ظاهر الروایة الخ (ان ما یستحب فیها وما یکره)

متفرق مسائل:

(سوال ۱۴۰)(۱) نماز میں بعض لوگ قعدہ کی حالت میں بائیں پاؤں بچھا کر اس پر دائیں پاؤں کی پشت رکھ کر بیٹھ جاتے ہیں۔یعنی بائیں پاؤں کا تلوا اور دائیں پاؤں کی پشت ملا کر بیٹھ جاتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں اور اس کی اصل کہاں سے ہے؟(۲) حنبلی مذہب کا امام مسافر قصر نہیں کرتا اس کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز درست ہوگی بلا کراہت یا با کراہت؟(۳) زید کا کہنا ہے کہ مسافر کے قصر کرنے میں تمام مذاہب برابر ہیں یعنی چاروں مذہب میں قصر ضروری ہے شرعی مسافر کو قصر کرنا ضروری ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل کے نزدیک قصر ہے یا نہیں؟(۴) مالدار شخص اپنے تین یا چار یا پانچ بیٹوں یعنی لڑکوں میں سے منتخب کر کے اپنی حیاتی میں تمام مال یا نصف مال یا ثلث حصہ مال کا ہدیہ بخشش دے سکتا ہے؟ اگر دیوے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) یہ طریقہ خلاف سنت اور مکروہ ہے نماز کے قعدہ میں مرد کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنے بائیں پیر کو بچھائے اور اس پر بیٹھ جائے اور داہنے پیر کو کھڑا کرے اور اس کی انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف رکھے واذا فرغ الرجل من سجدتی الرکعة الثانیه افترش رجله الیسری وجلس علیها ونصب یمناه ووجه اصابعها نحو القبلة (نور الایضاح ص ۷۹)وبعد فراغه من سجدتی الرکعة الثانیة یفترش الرجل رجله الیسری فیجعلها بین الیتیه ویجلس علیها وینصب رجله الیمنیٰ ویوجه اصابعه فی المنصوبة نحو القبلة هو السنة الخ (درمختار) قوله(هو السنة) فلو تورک او تربع فقد خالف السنة (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۴۸ فصل اذا اراد الشروع فی الصلاة الخ) ردالمحتار(ج ۱ ص ۴۷۴ ایضاً) اگر عذر کی وجہ سے اس طرح نہ بیٹھ سکے تو جس طرح بن پڑے بیٹھے اور کوشش کرے کہ ہیئت مسنونہ کے قریب تر ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جو مسافر امام قصر نہ کرے اس کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی عرفات میں حنبلی امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہے اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ادا نہ ہوگی خواہ مقیم ہو یا مسافر واطلق الامام فشمل المقیم والمسافر لکن لو کان مقیما کامام مکة صلی بهم صلوٰة المقیمین ولا یجوز له القصر ولا للحجاج الاقتداء به قال الامام الحلوانی کان الامام النسفی یقول العجب من اهل الموقف یتابعون امام مکة فی القصر فانی یستجاب لهم او یرجی لهم الخیر وصلاتهم غیر جائزة قال شمس الائمة کنت مع اهل الموقف فاعتزلت وصلیت کل صلوٰة فی وقتها واوصیت بذلک اصحابی وقد سمعنا انه یتکلف ویخرج مسیرة سفر ثم یاتی عرفات فلو کان هکذا فالقصر جائزاً فیجب الاحتیاط اھ ملخصاً من التتار خانیة عن المحیط (شامی جلد دوم ص ۲۳۸ صلاة مسافر)

ایک تائیدی فتویٰ ملاحظہ ہو!

مسئلہ:۔

''مقیم شخص کو قصر کرنا جائز نہیں،خواہ مقتدی ہو یا امام اور اگر مقیم امام ہو اور قصر کرے تو اس کی اقتداء نہ مسافر کو جائز ہے نہ مقیم کو،اگر کوئی امام مقیم قصر کرے گا تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز نہ ہوگی''،''معلم الحجاج'' ص ۲۷ امؤلف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ اس کے حاشیہ میں پوری وضاحت ملاحظہ ہو۔

(۳) مسافر کے لئے قصر جائز ہونے میں سب اماموں کا اتفاق ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ قصر عزیمت (واجب) ہے یا رخصت؟ حضرت امام ابوحنیفہ عزیمت کے قائل ہیں اور حضرت امام شافعی وغیرہ رخصت کہتے ہیں۔ اتفقوا علی جواز القصر فی السفر واختلفوا هل هو رخصة اوعزيمة ؟ فقال ابو حنيفة هو عزيمة وشدد فيه وقال مالک والشافعی واحمد هو رخصة فی السفر الجائز وحكى عن داؤد انه لا يجوز الا فی سفر واجب . وعنه ايضا انه يختص بالخوف ولا يجوز القصر فی سفر المعصية ولا الترخص برخص السفر عند مالک والشافعی واحمد وقال ابو حنيفه يجوز ذلک (رحمة الائمة فی اختلاف الائمة ص ۵۳ بدايه المجتهد ج ۱ ص ۱۲۱) و اللّٰہ تعالیٰ اعلم .

(۴) شرعی مصلحت سے ایک وارث کو زیادہ یا کل مال دے دیا جب کہ دیگر ورثاء کو بلا وجہ شرعی کم دینا یا نقصان پہنچانا یا محروم کرنا مقصود نہ ہو تو امید ہے کہ گناہ نہ ہوگا۔ انما الاعمال بالنيات الحديث . ورنہ مستوجب عقاب شدید ہوگا۔ حدیث میں ہے ان الرجل ليعمل والمرأة بطاعة الله ستين سنة ثم يحضر هما الموت فيضاران فی الوصية فتجب لهما النار . یعنی بعض مرد یا عورت ساٹھ سال تک (یعنی پوری عمر) خداتعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول رہتے ہیں لیکن مرنے کے وقت وصیت وغیرہ کے ذریعہ وارثوں کو نقصان پہنچا جاتے ہیں ایسے لوگ دوزخ میں جائیں گے (معاذ اللہ) (مشکوٰۃ ص ۲۶۵ باب الوصایا الفصل الثانی) لہذا بلا وجہ شرعی بعض کو زیادہ اور بعض کو کم دے کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ ارشاد خداوندی اٰبائکم و ابناء کم لا تدرون ايهم اقرب لكم نفعا یعنی تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کو نہیں معلوم کون زیادہ تمہیں فائدہ پہنچائیں گے (اس کا صحیح علم تو خدا ہی کو ہے) سورۃ النساء فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۱۴۱) سونا چاندی کے زیورات اور گھڑی پہن کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے۔

(الجواب) مردوں کے لئے نماز وغیر نماز میں سونے چاندی کا استعمال ناجائز اور حرام ہے صرف ساڑھے چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی پہننے کی گنجائش ہے، سونے کی ناجائز ہے، سونا، چاندی اور اس سے بنے ہوئے زیورات اور روپے اور سکے جیب میں رکھ کر نماز پڑھنے میں حرج نہیں جائز ہے اگر گھڑی میں ایک دو پرزے چاندی کے ہوں اور بقیہ پرزے دوسری دھات کے ہوں تو حرج نہیں۔

(سوال ۱۴۲) روپے اور پوسٹ کارڈ تصویر والے جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) روپے، نوٹ اور پوسٹ کارڈ پر تصویر ہوتی ہے اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، جیب میں رکھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

سر پر رومال لپیٹ کر نماز پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۱۴۳) ایسا رومال لپیٹ کر نماز پڑھے کہ جس میں سر کا درمیانی حصہ کھلا رہے تو کیا نماز صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) ٹوپی پہننی چاہئے، نماز کے وقت اس طرح سر پر رومال لپیٹنا مکروہ اور منع ہے فتاویٰ قاضی خان میں ہے

ویکرہ الاعتجار وھو ان یشدرأسہ بالمندیل ویترک وسط رأسہ ۔ یعنی سر پر رومال اس طرح لپیٹنا کہ درمیانی حصہ سر کا کھلا رہے مکروہ ہے (ج ۱ ص ۵۷ باب الحدث فی الصلاۃ وما یکرہ فیھا وما لا یکرہ) فقط واللہ اعلم بالصواب

تکبیر تحریمہ یا رکوع میں شریک ہونے کے لئے دوڑنے کا حکم:

(سوال ۱۴۴) نمازی حضرات وضو میں مشغول ہوں اتنے میں تکبیر شروع ہو جائے تو اس کے حصول کے لئے دوڑتے ہیں تو اس طرح دوڑنا ضروری ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جلدی کرے دوڑے نہیں ،میانہ روی اختیار کرے دوڑنا منع ہے حدیث شریف میں ہے کہ جب تم اقامت سنو تو نماز کے لئے اطمینان اور وقار سے چلو ،دوڑو مت ۔(بخاری شریف پ ۳ ص ۸۸ کتاب الاذان باب ما ادرکتم فصلوا وما فاتکم فأتموا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز کے قصد سے نکلنا نماز کے حکم میں ہے (مسلم شریف) اسی بناء پر مستحب ہے کہ اثنائے راہ میں حتی الامکان ایسی حرکت نہ کرے جو ہیئت صلوٰۃ کے منافی ہو (شرح مسلم نووی ج ۱ ص ۲۲۰ باب استحباب اتیان الصلوٰۃ بوقار وسکینۃ والنھی عن اتیانھا سعیا) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

رکعت اور رکوع حاصل کرنے کے لئے دوڑنا:

(سوال ۱۴۵) امام صاحب رکوع کریں اس وقت لوگ رکوع کی شرکت کے لئے دوڑتے ہیں جس سے دوسرے نمازیوں کو خلل ہوتا ہے تو اس طرح دوڑنا شرعاً کیسا ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں دوڑے نہیں ،دوڑنا منع ہے خواہ رکوع نہ ملے ۔ حدیث میں ہے کہ نماز کے لئے دوڑتے ہوئے نہ آؤ اطمینان کے ساتھ چل کر آؤ ۔ رکعت فوت ہو جائے اس کو بعد میں ادا کرلو (مسلم شریف ج ا ص ۲۲۰ ایضاً) اس کے علاوہ یہ بھی خیال رہے کہ مسجد میں دوڑنا مسجد کے احترام کے خلاف ہے خصوصاً جب کہ نمازیوں کو بھی تشویش ہو ،جس سے اجتناب ضروری ہے ۔ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نماز میں تھے ، پیچھے سے ایک آدمی آیا اس کے پاس جو سامان تھا اس کو پھینک کر نماز میں شریک ہو گیا ،حضرت فاروق اعظمؓ نے نماز سے فارغ ہو کہ اس کو سزا دی کہ تو نے نمازیوں کو تشویش میں ڈال دیا (کتاب الاعصام) فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

حنفی امام شافعی مقتدی کی آمین ختم ہونے تک رکا رہے:

(سوال ۱۴۶) ہمارے اس چیپاٹا میں ہندی ،افریقی دو قسم کی بستی ہے ،ہندی مسلمان تو تمام حنفی ہیں مگر افریقی مسلمان تمام شافعی ہیں وہ لوگ ہر جمعہ کو صلوٰۃ جمعہ ادا کرنے ہماری حنفی مسجد میں آتے ہیں اور حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ،اب سورہ فاتحہ ختم ہوتے ہیں آمین اور بسم اللہ الخ جلدی سے پڑھ کر امام دوسری سورۃ شروع کر دیتے ہیں مگر شافعی لوگ زور سے آمین پکارتے ہیں اور کھینچ کر پکارتے ہیں ،لہذا امام کو اس وقت ان کی امین کہنے تک رکنا چاہئے ۔ پھر فوراً دوسری سورۃ شروع کردے واضح طور پر آپ جواب عنایت فرمائیں بڑا کرم ہوگا ۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں شافعی المذہب مقتدیوں کی آمین ختم ہونے تک حنفی امام رک سکتا ہے اس میں کراہت نہیں ہے امام بھی اطمینان سے آمین کہے تا کہ زیادہ وقفہ معلوم نہ ہو۔[1] فقط و اللہ اعلم۔

رکعت فوت ہوجانے کے خوف سے صف سے دور رہ کر تکبیر تحریمہ کہہ ڈالے:

(سوال ۱۴۷) امام رکوع میں ہو اب اگر بعد میں آنے والا شخص صف تک پہنچ کر نماز شروع کرتا ہے تو امام کو رکوع میں پا نہیں سکتا، اور رکعت فوت ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں صف سے دور کھڑے رہ کر تحریمہ باندھ لے تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) صف میں جگہ ہونے کے باوجود صف سے دور الگ کھڑے رہنا مکروہ ہے۔ صف تک پہنچ کر نماز شروع کرے، چاہے رکعت فوت ہو جائے، اس لئے کہ فضیلت حاصل کرنے کی بہ نسبت مکروہ سے بچنا اولیٰ ہے۔ **ان كان بحيث لو قام وراء الصف وحده يدركها ولو مشىٰ الى الصف لا يدركها انه يمشى الى الصف ولا يقف وحده ان كان فى الصف فرجة لكراهة وترك المكروه اولى من ادرك الفضيلة** (کبیری ص ۵۷۵ ادراک الفریضة) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

نماز کے لئے عورتوں کا مسجد میں جانا:

(سوال ۱۴۸) عورتوں کو برقع اوڑھ کر مسجد میں نماز کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) آنحضرت ﷺ کے مبارک زمانہ میں عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی اور ساتھ ہی یہ ارشاد بھی تھا کہ "بیوتهن خير لهن" یعنی ان کے گھر ان کے لئے مسجد سے بہتر ہیں (**مشکوٰۃ ص ۹۶ باب الجماعة وفضلها**) ام حمید ایک جان نثار خاتون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتی ہو لیکن تمہارے لئے بند کوٹھری میں نماز پڑھنا صحن کی نماز سے بہتر ہے اور صحن کی نماز برآمدہ کی نماز سے بہتر ہے اور محلہ کی مسجد کی نماز ہماری مسجد (مسجد نبوی) میں آکر پڑھنے سے بہتر ہے۔ اس کے بعد ام حمید نے نماز کے لئے اندھیری کوٹھری متعین کر لی اور وفات تک وہیں نماز پڑھتی رہیں مسجد میں نہیں گئیں (ترغیب ج ۱ ص ۱۸۰)

جب حضرت عمرؓ کا دور آیا اور عورتوں کی حالت میں تبدیلی (عمدہ پوشاک، زیب و زینت اور خوشبو کا استعمال وغیرہ) دیکھ کر آپ نے ان عورتوں کو جو مسجد میں آتی تھیں، روک دیا تو تمام صحابہ کرام نے اس بات کو پسند فرمایا کسی نے خلاف نہیں کیا۔ البتہ بعض عورتوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس کی شکایت کی تو حضرت صدیقہؓ نے بھی فیصلہ فاروقی سے اتفاق کرتے ہوئے فرمایا "اگر حضور اکرم ﷺ ان چیزوں کو دیکھتے جو اب عورتوں میں نظر آتی ہیں تو آنحضرت ﷺ بھی ضرور عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرماتے (**صحیح بخاری شریف ج ۱ ص ۱۲۰ باب خروج النسآء الى المساجد بالليل والغلس**) (**مسلم شریف ج ۱ ص ۱۸۳ باب خروج**

(۱) قوله وكونهن سرا، جعل سرا خبر الكون المحذوف ليفيدان الاسرار بها سنة اخرىٰ فعلى هذا سنية الاتيان بها تحصل ولو مع الجهر بها ط عن ابى السعود، شامی سنن الصلاة ج ۱ ص ۴۴۴

النسآء الی المساجد الخ) حضرت عمرؓ جمعہ کے روز کھڑے ہوکر عورتوں کو کنکریاں مارتے اور ان کو مسجد سے نکالتے (عینی شرح بخاری) یہ اس دور کی بات ہے جب کہ اکثر عورتوں میں شرم وحیا اور تقویٰ و پرہیز گاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور مردوں میں اکثریت نیکوکار تھی۔ فیض و برکات کے حصول کا زریں موقع تھا اور مسجد نبوی کی فضیلت اور نماز بجماعت ادا کرنے کی شریعت میں سخت تاکید تھی باوجود اس کے عورتیں مسجد کی حاضری سے روک دی گئیں تو دور حاضرہ میں کیا حکم ہونا چاہئے۔

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

بناء علیہ فقہاء رحمہم اللہ نے فرمایا۔ درمختار میں ہے ویکرہ حضور هن الجماعة ولو لجمعة وعيد ووعظ مطلقا ولو عجوز الیلا علی المذهب المفتی به لفساد الزمان (درمختار) (مع الشامی ج ۱ ص ۵۲۹ باب الامامة) اور مکروہ ہے عورتوں کو جماعت میں شریک ہونا، چاہئے جمعہ اور عیدین ہو یا مجلس وعظ ہو۔ چاہے وہ عمر رسیدہ ہو چاہے جوان رات ہو یا دن زمانہ کی خرابیوں کی وجہ سے مفتی بہ مذہب یہی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھلی کہنی نماز پڑھنا:

(سوال ۱۴۹) کہنی تک آستینیں چڑھا کر نماز پڑھنے سے کوئی خرابی تو نہیں؟

(الجواب) ہاں مکروہ ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔ ولو صل رافعا كمه الی المرفقين يكره . ترجمہ۔ دونوں آستینوں کو کہنی تک چڑھا کر نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ ج ا ص ۵۸۔

نماز میں کھنکارنا:

(سوال ۱۵۰) نماز میں کھنکارنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

(الجواب) بلا ضرورت کھنکارنا مکروہ ہے۔ اگر ضرورت ہو مثلاً آواز بند ہوگئی۔ سانس رک گیا۔ یا پڑھنا مشکل ہو گیا تو کھنکارنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ آواز درست کرسکتا ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کھنکار کی آواز کے ساتھ کوئی حرف نہ نکلے۔ اگر کھنکار یا کھانسی کے ساتھ بلا اضطرار دو حرف بھی ادا ہوگئے مثلاً اح کی آواز نکلی تو نماز نہیں ہوگی۔ البتہ اضطرار کی حالت مستثنیٰ ہے۔ مثلاً طبیعت پر دباؤ ایسا پڑا کہ اح جیسا لفظ ادا ہوگیا تب نماز فاسد نہیں ہوگی قال فی الدر المختار والتنحنح بحرفين بلا عذر امابه بان نشاء من طبعه فلا او بلا غرض صحيح الخ. علی هامش شامی باب مايفسدالصلاة ومايكره فيها ج. ١ ص ٥٧٨.

نماز عشاء سے پہلے سونا کیسا ہے؟

(سوال ۱۵۱) نماز عشاء سے پہلے سونے میں کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) نماز عشاء کا وقت گذر جانے یا جماعت فوت ہونے کا خوف ہو تو سونا مکروہ ہے۔ اگر کسی غرض سے سونا پڑے اور کسی شخص کو تاکید کردے کہ وقت پر بیدار کردے تو مکروہ نہیں ہے۔ وقال الطحاوی انما كره النوم

فبلھا لمن خشی علیه فوت وقتها او فوت الجماعة فیها واما من وکل نفسه الیٰ من یوقظه فیباح له النوم (شامی ج ۱ ص ۳۴۱ کتاب الصلاۃ)

بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگ جائے؟:

(سوال ۱۵۲) بحالت سجدہ پیشانی پر مٹی لگے تو اس کو صاف کرے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ یہ برکتی چیز ہے اس کو صاف نہیں کرنا چاہئے۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟

(الجواب) پیشانی پر لگی ہوئی مٹی کو سجدہ میں صاف کرنا مکروہ ہے۔ نماز کے بعد پونچھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ صاف کرنا بہتر ہے کہ اس میں ریاونمود کا اندیشہ نہیں۔ (شرح وقایہ ج ۱ ص ۹۴ مکروہات صلاۃ)

صف اول میں جگہ ہونے کے باوجود صف ثانی میں کھڑا رہنا:

(سوال ۱۵۳) نماز تراویح میں پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے بھی دوسری صف میں کھڑا رہے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) پہلی صف میں جگہ ہونے کی صورت میں دوسری صف میں کھڑا رہنا مکروہ ہے اور منع ہے۔ صف اولی پر ہو جائے تو صف ثانی میں کھڑا رہے۔ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

سنتیں ادا کرنے کے بعد دنیوی باتیں:

(سوال ۱۵۴) فجر وظہر میں سنت مؤکدہ کے بعد دنیوی باتوں میں مشغول ہونے سے سنن باطل ہوتی ہیں یا ثواب؟

(الجواب) بعض فقہاء کے نزدیک فرض اور سنن مؤکدہ کے درمیان دنیوی باتوں سے سنتیں باطل ہو جاتی ہیں مگر قوی یہی ہے کہ سنتیں باطل نہ ہوں گی البتہ ثواب کم ہو جائے گا۔ ولو تکلم بین السنة والفرض لا یسقطها ولکن ینقص ثوابها (شامی ج ۱ ص ۶۳۶ باب الوتر والنوافل)

نماز میں کھنکارے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۵۵) بلغم وغیرہ دفع کرنے اور نماز میں گلا صاف کرنے کے لئے امام کھنکھارے تو نماز ٹوٹ جائے گی یا نہیں؟ جہری نماز یا سری نماز اسی طرح امام یا غیر امام کی کوئی شرط ہے یا نہیں؟

(الجواب) امام اور غیر امام، مقتدی یا منفرد، جہری نماز یا سری نماز میں گلا صاف کرنے اور بلغم دفع کرنے اور آواز کی صفائی کے لئے کھنکھارے تو نماز فاسد نہیں ہوتی ہے۔ البتہ بلاضرورت و بدون مقتضائے طبیعت کھنکارے (جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے) اور اس سے دو حرف والا لفظ جیسے اح اح صادر ہو جاوے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ "درمختار" میں ہے۔ اور نماز میں بلاعذر دو لفظ سے کھنکھارنا جیسا کہ اح اح کرنا مفسد صلوٰۃ ہے۔ ہاں اگر یہ عذر کی وجہ سے ہو جیسا کہ آواز کی صفائی اور درستگی کے لئے کھنکارے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ والتنحنح بحرفین (بلا عذر) امابه بان نشأ من

---

(۱) کقیامه فی صف خلف صف فیه فرجة قلت بالکراهة ایضا صرح الشافعیة قوله کقیامه فی صف الخ هل الکراهة فیه تنزیهیة او تحریمیة ویرشد الی الثانی قوله علیه الصلاة والسلام: ومن قطعه قطعه الله الخ مطلب فی الکلام علی الصف الاول

طبعه فلا (او) بلا (غرض) صحيح فلو لتحسين صوته او ليهتدى امامه او للاعلام انه فى الصلاة فلا فساد على الصحيح در المختار مع الشامى ج ۱ ص ۵۷۸ باب مايفسد الصلاة وما يكره فيها) فقط و الله اعلم بالصواب .

نمازی کے آگے سے گذرنے والے کے لئے کیا وعید ہے؟:

(سوال ۱۵۶) نماز کے آگے گذرنے سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز فاسد نہ ہوگی اور اعادہ بھی نہیں۔ ہاں! مخل خشوع ہے، اور اس سے نمازی کی توجہ منتشر ہو جاتی ہے جس بناء پر گذرنے والا گنہگار ہے۔ حدیث میں اس کو شیطان سے تعبیر کیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے۔ وعن ابی سعيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى احد كم الى شيئى يستره من الناس فاراداحد ان يحتاز بين يديه فليد فعه فان ابئ فليقا تله فانما هو الشيطان هذا لفظ البخارى و لمسلم معناه . (مشكوة شريف ص ۷۴ باب السترة) یعنی جب کوئی شخص کسی ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھ رہا ہے جو اس کے لئے سترہ کا کام دے رہی ہے۔ اب کوئی شخص اس کے سامنے سے گذرنا چاہے تو یہ اس کو ہٹا دے ۔(ایک ہاتھ سے دھکیل دے) اگر نہ مانے تو اس کو مار بھی سکتا ہے۔ کیونکہ وہ تو شیطان ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز عشاء اور تراویح مسجد کی چھت پر ادا کی جائے تو صحیح ہے یا نہیں؟:

(سوال ۱۵۷) ہمارے یہاں موسم گرما میں نماز عشاء اور تراویح وغیرہ مسجد کی چھت پر پڑھی جاتی ہے۔ جماعت خانہ میں نہیں پڑھی جاتی۔ تو کوئی حرج تو نہیں؟

(الجواب) گرمی کی وجہ سے مسجد کے جماعت خانہ اور صحن مسجد کو چھوڑ کر چھت پر عشاء اور تراویح وغیرہ کی جماعت کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! جن کو جماعت خانہ اور صحن میں جگہ نہ ملے اگر وہ چھت پر جا کر نماز پڑھیں تو بلا کراہت جائز ہے کہ یہ مجبوری ہے "نصاب الاحتساب" میں ہے۔ ويكره الصلاة فوق الكعبة و كذاالعصود على سطح المسجد الا لحاجة اصلاح ونحوه و كذا الصعود علىٰ كل مسجد مكروه ولهذا اذا شتدالحر فيكره ان يصلوا الجماعتفوق السطح الا اذا ضاق المسجد فح لا يكره الصعود على سطحه للضرورة واما شدة الحر فلا نها لا توجب الضرورة وانما يحصل به زيادة المشقة وبها يزداد الا جر كله من المحيط وغيره . یعنی:۔ محیط میں ہے کہ کعبہ شریف کے اوپر اور مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا (بے ادبی اور بے حرمتی کی وجہ سے) مکروہ ہے۔ ہاں! اگر تعمیر و مرمت کی ضرورت سے چڑھنا ہو تو مکروہ نہیں۔ اسی طرح کوئی بھی مسجد ہو اس کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے اور اس بناء پر یہ بھی مکروہ ہے کہ جب گرمی شدید ہو تو چھت پر جماعت کریں۔ مگر یہ کہ مسجد میں گنجائش نہ رہے تو اس مجبوری کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ نہ ہوگا۔ بہر حال گرمی کی شدت ضرورت اور مجبوری نہیں پیدا کرتی۔ کیونکہ اس سے یہی ہوتا ہے کہ مشقت بڑھ جاتی ہے اور مشقت بڑھتی ہے تو اجر و ثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔ (اس کو مجبوری نہیں کہا جاتا) (نصاب الاحتساب ص ۳۲ باب ۱۵ قلمی)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الصعود على سطح كل مسجد مكروه ولهذا اذاشتد الحر

یکرہ ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد فحینئذ لا یکرہ الصعود علی سطحه للضرورة کذا فی الغرائب. یعنی :۔ تمام مساجد کی چھتوں پر چڑھنا مکروہ ہے اس لئے سخت گرمی میں چھت پر چڑھ کر جماعت کرنا مکروہ ہے۔ ہاں! اگر مسجد تنگ ہو اور نمازیوں کے لئے وسعت نہ ہو تو ضرورۃً باقی لوگوں کا اوپر چڑھنا مکروہ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۲۲ ج۵ کتاب الکراهة الباب الخامس فی اداب المسجد والقبلة الخ)

''کبیریٰ'' میں ہے۔ وکذا لو صلی علی السطح من شدة الحر ای یکرہ لقوله تعالیٰ قل نار جهنم اشد حراً لو کانوا یفقهون. انتهی وفی القنیه امام یصلی التراویح علی سطح المسجد اختلف فی کراهته والاولی ان ولا اعلی فیه عند العذر فکیف بغیرہ. (کبیری ص ۳۹۲ مکروهات صلاة)

''شامی'' میں ہے۔ ثم رأیت القهستانی نقل عن المفید کراهة الصعود علی سطح المسجد الخ ویلزمه کراهة الصلوة ایضاً فوقه فلیتأمل. (ص ۶۱۴ مطلب فی احکام المسجد ج ۱) (مجموعه فتاویٰ سعدیه ص ۱۴۸ نفع المفتی والسائل ص ۱۲۱) مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔

گرمی میں صحن مسجد میں نماز باجماعت بدون حرج کے صحیح ہے۔ اگر کسی جگہ صحن داخل مسجد نہ ہو مسجد سے خارج ہو تو بانی مسجد اور اگر وہ نہ ہو تو جماعت کے لوگ متفق ہو کر داخل مسجد کی نیت کرلیں تو داخل ہو جائے گا اور اس پر مسجد کے جملہ احکام جاری ہوں گے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز میں اواخر سورۂ بقرہ اور قل ھو اللہ کی قراءت:

(سوال ۱۵۸) ہمارے امام صاحب کبھی کبھی مغرب کی پہلی رکعت میں سورۂ بقرہ کی آخری دو۲ آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور دوسری رکعت میں سورۂ اخلاص ، یا سورۂ کافرون یا سورۂ نصر وغیرہ تلاوت کرتے ہیں تو کوئی حرج تو نہیں؟ اور نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)صورت مسئولہ میں بلا کراہت نماز صحیح ہے۔'' لو قرأ آمن الرسول فی رکعة وقل هو الله احد فی رکعة لا یکرہ (فتاویٰ عالمگیری ص ۸۷ ج ۱ الباب الرابع فی القرأة) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

دوسرا سلام امام کے سلام سے پہلے پھیر دیا:

(سوال ۱۵۹) عید کی نماز میں امام نے پہلا سلام پھیرا تو اس کے ساتھ سب مقتدیوں نے بھی سلام پھیرا لیکن دوسرے سلام پھیرنے میں امام نے تاخیر کی ، تو مقتدیوں نے اس خیال سے کہ امام نے دوسرا سلام پھیر دیا ہوگا ، امام سے پہلے سلام پھیر دیا۔ اس کے بعد امام نے دوسرا سلام پھیرا تو مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(الجواب)صورت مسئولہ میں مقتدیوں نے برا کیا مگر نماز صحیح ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں تذکرۃ الرشید میں یہ مسئلہ ہے مگر وہ صحیح نہیں ہے۔ تذکرۃ الخلیل میں یہ مسئلہ صحیح لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۲۰۷ ۔(۱) . فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) وتنقطع التحریمة بتسلیمة واحدة برهان وقد مر فی التاتارخانیه ماشرع فی الصلاة مثنی فللواحد حکم المثنیٰ فیحصل التحلیل بسلام واحد کما یحصل بالمثنیٰ یتقید الرکعة بسجدة واحدة کما تتقید بالسجدتین ، درمختار علی هامش شامی فصل اذا اراد الشروع فی الصلاة ج ۱ ص ۴۹۰.

آستین چڑھائے ہوئے نماز پڑھنے کا حکم:

(سوال ۱۶۰) آستین کھلی رکھ کر شرٹ پہن کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج ہے؟
(الجواب) کہنی تک آستین چڑھا کر نماز پڑھنا اور کہنی تک نیم آستین والے قمیص وغیرہ فیشن ایبل لباس پہن کر نماز پڑھنا منع ہے۔ اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ وضو کرتے وقت آستین چڑھائی ہوئی ہو اور جماعت میں شرکت کرنے کے لئے جلدی میں آستین چڑھی رہی ہوں تو نماز میں ایک ہاتھ سے آہستہ آہستہ اتار دے۔ اس طرح نہ اتارے کہ عمل کثیر ہو جائے، یعنی دونوں ہاتھ استعمال کرے کہ جس سے معلوم ہو کہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی۔ یہ بھی خیال رکھئے کہ گرمی اور پسینہ کی وجہ سے نماز کی حالت میں آستین چڑھانا عمل کثیر ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اما لو شمر وھو فیھا تفسد لانه عمل کثیر (شامی ج ۱ ص ۵۹۹ مطلب فی مکروھات الصلاۃ)

قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرے:

(سوال ۱۶۱) ہمارے امام صاحب رکوع کے بعد قومہ میں سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہتے ہیں درمیان میں ذرا نہیں ٹھیرتے نہ سانس توڑتے ہیں۔ اسی طرح سجدہ کے بعد جلسہ کی حالت میں، اور یہی حالت ہے سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اٹھنے کی تکبیرات کی، ان تکبیرات میں وقفہ نہیں کرتے، ان کو دیکھ کر مقتدی بھی ایسا ہی کرتے ہیں لہذا تفصیلی جواب مطلوب ہے۔ بینوا توجروا۔
(الجواب) اس طرح عادت کر لینا غلط ہے نماز مکروہ ہوتی ہے اور قابل اعادہ ہو جاتی ہے۔ قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔ (ویقوم مستویاً) لما مر من انه سنة او واجب او فرض (ثم یکبر) مع الخرور (ویسجد واضعا) (رکبتیه) (درمختار) (قوله ثم یکبر)

اتی بثم للاشعار بالا طمینان فانه سنة او واجب علی ما اختاره الکمال (قوله مع الخرور) بان یکون ابتداء التکبیر عند ابتداء الخرور وانتهاؤه عند انتهائه شرح المنیة ویخر للسجود قائما مستویاً (درمختار مع الشامی ص ۴۶۵. ۴۶۶ ج ۱ فصل اذا اراد الشروع فی الصلاۃ الخ)

(ویسجدبین السجدتین مطمئناً) (درمختار) (وقوله مطمئنا) ای بقدر تسبیحة کما فی متن الدر والسراج (درمختار مع الشامی ص ۴۷۲ ج ۱)

ان عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو۔ کیونکہ یہ قومہ سنت ہے۔ اور اس کو واجب اور فرض بھی کہا گیا ہے پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے اللہ اکبر کہے اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔ عبارت میں لفظ ثم آیا ہے۔ جس کا مطلب یہی ہے کہ وقفہ کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے جھکنا شروع کریں یہ تکبیر اس وقت ختم ہو جب جھکنا ختم ہو (اور پیشانی زمین پر رکھی جائے) پھر دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھے۔ یعنی اتنی دیر بیٹھے کہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔ آنحضرت ﷺ کے قومہ اور جلسہ کا طریقہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس طرح بیان فرماتی ہیں۔ کہ جب رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو اطمینان سے سیدھے کھڑے ہوتے پھر سجدہ میں

جاتے ۔اسی طرح سجدہ کے بعد سر مبارک اٹھا کر برابر سیدھے بیٹھ جاتے تب دوسرا سجدہ فرماتے (مشکوۃ شریف ص ۷۵ باب صفۃ الصلوۃ)

اسی طرح حضرت ابوحمید ساعدیؓ آنحضرت ﷺ کے قومہ کا طریقہ بیان فرماتے ہیں فاذا رفع راسہ استوی حتی یعود کل فقار مکانہ. یعنی:۔ جب آنحضرت ﷺ رکوع سے اپنا سر مبارک اٹھاتے تو برابر سیدھے کھڑے ہوجاتے ۔یہاں تک کہ مبارک کا ہر ایک جوڑ اپنی جگہ ٹھہر جاتا ۔(مشکوۃ شریف ص ۷۵ ایضاً)

۔ آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق اپنی نماز ہونی ضروری ہے۔آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے صلو اکما رأیتمو نی اصلی ۔ترجمہ:۔ مجھے جس طرح نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو اسی طرح تم نماز پڑھو۔بناءً علیہ اگر ہم خود اپنی نماز آنحضرت ﷺ کی نماز کے مطابق ادا کرنے کی کوشش نہ کریں ۔اور خلاف سنت نماز پڑھیں تو نماز مقبول نہ ہوگی اور قابل اعادہ ہوگی ۔حدیث شریف میں ہے۔کہ آنحضرت ﷺ ایک طرف مسجد میں تشریف فرما تھے۔ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر وہ آپ کے پاس آیا سلام کیا۔آپ (ﷺ) نے فرمایا۔" وعلیک السلام ارجع فصل فانک لم تصل ۔" یعنی:۔وعلیک السلام واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔وہ واپس ہوا نماز پڑھی پھر آیا سلام کیا۔آپ (ﷺ) نے یہی فرمایا۔جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی ۔دو یا تین مرتبہ ایسا ہی ہوا،تیسری یا چوتھی مرتبہ میں اس نے عرض کیا۔یارسول اللہ (ﷺ) میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔آپ ﷺ مجھے نماز پڑھنی سکھا دیجئے ۔فرمایا۔جب تم نماز کے لئے اٹھو تو پہلے اچھی طرح وضوء کرو پھر قبلہ رخ کھڑے ہو جاؤ پھر اللہ اکبر کہو۔پھر قرآن جو تمہیں یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو پھر جھکو اور اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر سجدہ میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو پھر سجدہ سے اٹھو اور اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر اسی طرح اطمینان سے (دوسرا) سجدہ کرو پھر پوری نماز میں اس طرح اطمینان کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر ہر ایک رکن کو ادا کرو۔(مشکوۃ شریف باب صفۃ الصلوۃ ص ۷۶۔)

فقہ اور حدیث کی ان تصریحات کو دیکھئے ان میں بار بار اطمینان کی ہدایت کی گئی ہے۔آپ کے امام صاحب اگر اطمینان کے ساتھ ٹھیر ٹھیر کر رکوع ،سجدہ ،قومہ وجلسہ نہیں کرتے سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر لگاتار کہتے رہتے ہیں تو حدیث اور فقہ کی تصریحات کے خلاف کرتے ہیں ۔جو سراسر بے ادبی اور مکروہ ہے۔حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔کہ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا اسوء الناس سرقۃ الذی یسرق من صلوتہ قالوا یا رسول اللہ　　کیف یسرق من صلوتہ قال لایتم رکوعھاو سجود ھا رواہ احمد(مشکوۃ شریف ص ۸۳ باب الرکوع الفصل الثالث) یعنی بدتر اور سب سے برا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے۔صحابۂ کرامؓ نے عرض کیا۔یارسول اللہ نماز کس طرح چراتا ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع وسجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا۔پھر ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع وسجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت نہیں رکھتا۔(نہیں ٹھیراتا) آنحضرت ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ رکوع وسجود پورا ادا نہیں کررہا تھا۔تو فرمایا۔اما تخف لو مت علی ذلک لمت علی غیر دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم مشکوۃ باب الرکوع الفصل الثالث ص ۸۳)(تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دین محمد

پر تیری موت نہ ہوگی)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز پوری نماز نہیں ہوتی جب تک کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے (نہ ٹھیرائے) اور اس کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پیٹھ کو درست نہیں کرتا اور ثابت نہیں رکھتا اس کی نماز پوری نہیں ہوتی ایضاً الفصل الثانی ۔ حضرت رسالت مآب ﷺ ایک نمازی کے پاس سے گذرے۔ دیکھا کہ تکبیر دارکان اور قومہ وجلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا۔ تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن میری امت میں نہ اٹھے گا۔ (اگر تو بریں بمیری روز قیامت از امتان من ترانہ گویند)

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا ہے۔ کہ ایک شخص ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ایسا وہ شخص ہے جو رکوع وسجود کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔

لکھتے ہیں کہ زید بن وہب نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور رکوع وسجود بخوبی ادا نہیں کرتا۔ اس مرد کو بلایا۔ اور اس سے پوچھا کہ تو کب سے اس طرح کی نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے کہا چالیس برس سے۔ فرمایا کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں تیری کوئی نماز نہیں ہوئی۔ اگر تو مر گیا تو نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر نہ مرے گا۔

منقول ہے کہ جب بندۂ مومن نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے۔ اور اس کے رکوع وسجود کو بخوبی بجالاتا ہے اس کی نماز بشاش اور نورانی ہوتی ہے۔ فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں۔ وہ نماز اپنے نمازی کے لئے دعا کرتی ہے اور کہتی ہے۔ حفظک اللہ سبحانہ کما حفظتنی (اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی) اور اگر نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا (اور اس کے رکوع وسجود، قومہ، جلسہ کو بجا نہیں لاتا) وہ نماز سیاہ رہتی ہے۔ فرشتوں کو اس نماز سے کراہت آتی ہے۔ اور اس کو آسمان پر نہیں لے جاتے اور وہ نماز اس نمازی پر بددعا کرتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ ضیعک اللہ کما ضیعتنی (اللہ تعالیٰ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔ (اللہ تعالیٰ تیرا ناس مارے جیسا تو نے میرا ناس مارا) مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی۔ مکتوب ۶۹ جلد دوم ص ۱۳۸۔۱۳۹۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

پہلی صف کا امام کے برابر کھڑا ہونا:

(سوال ۱۶۲) ہمارے یہاں جب تبلیغی جماعت آتی ہے تو اس وقت اگلی صف آگے بڑھادی جاتی ہے اور مقتدی امام سے تھوڑے ہی پیچھے ہوتے ہیں۔ امام کے پیچھے والے مقتدی کو سجدہ کی جگہ نہیں ملتی (اس لئے وہ جگہ خالی رہتی ہے) اس لئے کہ امام تھوڑا سا آگے ہوتا ہے تو کیا اس طرح کرنے میں کوئی قباحت تو نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ایک مقتدی ہو تو امام کے برابر کھڑا ہو۔ دو مقتدی ہوں تو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے اور دو سے زائد ہوں تو امام کے برابر کھڑا ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ والزائد یقف خلفه فلو توسط اثنين كره تنزيها وتحريما لو اكثر (درمختار) (قوله تحريما لو اكثر) افاد ان تقدم الامام امام الصف واجب كما افاده فى الهداية والفتح (شامى ص ۵۳۱ ج ۱ باب الامامة مطلب هل الاساءة دون الكراهة او

افحش منها)

لہذا صورت مسئولہ میں پہلی صف کا آگے بڑھ جانا اس طرح پر کہ مقتدی امام کے پیچھے سجدہ نہ کرسکیں مکروہ تحریمی ہے۔ البتہ اگر پیچھے جماعت خانہ میں یا برآمدہ اور صحن میں بھی جگہ نہ ہو، اگر ہوتو بارش یا شدید دھوپ کی وجہ سے کھڑا رہنا دشوار ہوتو پھر کراہت نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

کھلے سر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۶۳) سر کھلا رکھ کر نماز پڑھنا اسلام میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) کھلے سر پھرنا آج کل فیشن ہو گیا ہے اور اس کو فساق وفجار نے اختیار کیا ہے، اور یہ بہت قبیح ہے، علامہ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں ولا یخفی علیٰ عاقل ان کشف الراس مستقبح وفیه اسقاط مروۃ وترک ادب۔ عاقل پر پوشیدہ نہیں ہے کہ سر کھولنا قبیح ہے اور مروۃ کو ختم کرنا ہے اور ادب وشریفانہ تہذیب کے خلاف ہے ۔(تلبیس ابلیس ص ۳۲۵)

قطب ربانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ویکرہ کشف الرأس بین الناس. لوگوں کے درمیان سر کھولنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۱ص ۱۳)

مالابدمنہ میں ہے۔ مرد را تشبہ بزناں وزن را تشبہ بمرداں، ومسلم را تشبہ بکفار وفساق حرام است ۔ مردوں کو عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا اور مسلمان کو کفار وفساق کی مشابہت اختیار کرنا حرام ہے۔ (مالابدمنہ ص ۱۳۱)

جب خارج نماز یہ حکم ہے تو اس حالت میں نماز پڑھنا بطریق اولیٰ مکروہ ہوگا درمختار میں ہے (وصلاته حاسراً) ای کاشفاً (رأسه للتکاسل) الخ اور مکروہ ہے کاہلی اور بے اعتنائی کی بنا پر کھلے سر نماز پڑھنا الخ (درمختار ج ۱ص ۵۹۸ مکروہات الصلاۃ مطلب فی الخشوع) فقط واللہ اعلم۔

سورتوں کو خلاف ترتیب پڑھنے پر نماز کا اعادہ کرنا اور دوسری جماعت میں نئے مقتدیوں کا شامل ہونا:

(سوال ۱۶۴) ایک شخص نے مغرب کی نماز پڑھائی، پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور دوسری رکعت میں اذا جاء نصر اللہ والفتح پڑھی، نیز پہلی رکعت کے رکوع سے اٹھتے وقت بجائے سمع اللہ لمن حمدہ کے اللہ اکبر کہا، نماز پوری ہونے کے بعد لوگوں نے کہا کہ نماز نہیں ہوئی۔ دوبارہ پڑھنا ہوگی چنانچہ دوسری جماعت کی گئی اور اس میں وہ لوگ بھی شامل ہوئے جو پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے تو کیا پہلی جماعت صحیح ہوئی یا نہیں؟ اگر وہ صحیح ہے تو دوسری جماعت میں جو لوگ شریک ہوئے ان کی فرض نماز کا کیا ہوگا۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں اس طرح (خلاف ترتیب) سہواً پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا، اس لئے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے۔ واجبات نماز میں سے نہیں ہے (قوله لترک واجب) ای من

واجبات الصلوٰۃ الا صلیۃ فخرج واجب ترتیب التلاوۃ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۶۷ باب سجود السھو) والرابع سببہ ترک واجب من واجب الصلوٰۃ الا صلیۃ سھواً وھو المرادبقولہ ترک واجب لا کل واجب بدلیل ماسنذکرہ من انہ لو ترک ترتیب السور لا یلزمہ شی ء مع کونہ واجباً(البحرائق ج ۲ ص ۹۳ باب سجود السھو) وفی التجنیس لو قرأ سورۃ ثم قرأ فی الثانیۃ سورۃ قبلھا ساھیاً لا یجب علیہ السجود لان مراعاۃ ترتیب السور من واجبات نظم القران لا من واجبات الصلوٰۃ فترکھا لا یوجب سجود السھو (البحرالرائق ج ۲ ص ۹۴) درمختار میں ہے ویکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ وان یقرأ منکوساً(قولہ بان یقرأ منکوساً) بان یقرأ فی الثانیۃ سورۃ اعلی مما قرأ فی الا ولیٰ لان ترتیب السور فی القرأ ۃ من واجبات التلاوۃ (قولہ تم ذکر یتم) افادان التنکیس اوالفصل بالقصیرۃ انما یکرہ اذا کان عن قصد فلو سھواً فلا کما فی شرح المنیۃ یعنی مکروہ ہے چھوٹی سورت کا فصل کرنا اور قرآن الٹا پڑھنا مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص اور دوسری میں سورۂ تبت پڑھے وجہ کراہت یہ ہے کہ سورتوں کو ترتیب سے پڑھنا واجبات تلاوت میں سے ہے لیکن یہ کراہت اس وقت ہے جب کہ قصداً چھوٹی سورت کو چھوڑ کر اس کے بعد والی پڑھے یا خلاف ترتیب پڑھے، لہذا اگر سہواً چھوٹی سورت کا فاصلہ ہوجائے یا ترتیب کے خلاف پڑھ لے تو مکروہ نہیں۔(درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۰۱ قبیل باب الامامۃ)

رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللّٰہ لمن حمدہ ' کہنا مسنون ہے واجب نہیں ہے لہذا اس کے ترک سے بھی سجدۂ سہو لازم نہ ہوگا، البتہ قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے، سہواً مکروہ بھی نہیں۔لہذا صورت مسئولہ میں نماز درست ہوگئی اعادہ واجب نہیں تھا، لہذا دوسری جماعت میں جو نو وارد نمازی شامل ہوئے ان کی نماز نہیں ہوئی، ان کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہے، اس موقعہ پر فتاوی رحیمیہ جلد اول ج ۲ ص ۱۶۹ نیز ج ۲ ص ۱۲۹ بھی دیکھ لیا جائے۔فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام صاحب کا عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت زمین پر ہاتھ ٹیکنا:

(سوال ۱۶۵) ہماری مسجد کے امام صاحب کے پیر میں سخت درد ہے اس لئے جب وہ سجدہ میں جاتے ہیں تو زمین پر ہاتھ ٹیک دیتے ہیں تو وہ امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام صاحب عذر کی وجہ سے سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ رکھتے ہیں تو یہ مکروہ نہیں ہے، بلا عذر پہلے ہاتھ رکھنا مکروہ ہے۔(ثم وضع)(رکبتیہ ثم یدیہ) ان لم یکن بہ عذر یمنعہ من ھذہ الصفۃ (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۱۵۴ فصل فی کیفیۃ ترکیب افعال الصلاۃ) واللہ اعلم بالصواب.

نماز میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے؟:

(سوال ۱۶۶) فرض نماز میں مقتدی امام کی قرأت کے وقت یا خود امام قرأت کے وقت آنکھ بند کرے اور آنکھ بند کرنے سے خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہو تو اس صورت میں آنکھیں بند کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) بلا کسی ضرورت ومصلحت نماز میں آنکھ بند رکھنا مکروہ ہے البتہ اگر سامنے کوئی ایسی چیز ہو جو خشوع وخضوع

میں خلل انداز ہوتی ہو یا آنکھیں بند کرنے سے خشوع وخضوع پیدا ہوتا ہو یا کمال خشوع کے لئے معین ہو تو پھر مکروہ نہیں مراقی الفلاح میں ہے (ویکرہ) (تغمیض عینیہ) الا لمصلحة لقوله صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا قام احد کم فی الصلوٰة فلا یغمض عینیه لانه یفوت النظر للمحل المندوب ولکل عضو وطرف حظ من العبادہ وبرویة ما یفوت الخشوع ویفرق الخاطر ربما یکون التغمیض اولیٰ من النظر۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ قوله (الا لمصلحة) کما اذا غمضها لرؤیة ما یمنع خشوعه، نهر، او کمال خشوعه، در۔ او قصد قطع النظر عن الاغیار والتوجه الی جانب الملک الغفار، مجمع الانهر (قوله فلا یغمض عینیه) ظاهره التحریم قال فی البحر وینبغی ان تکون الکراهة تنزیهیة اذا کان لغیر ضرورية ولا مصلحة اه (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ١٩٤، ص ١٩٥، فصل فی المکروهات)

درمختار میں ہے (وتغمیض عینیه) للنهی الا لکمال الخشوع ،شامی میں ہے، (قوله للنهی) ای فی حدیث اذا قام احد کم فی الصلوٰة فلا یغمض عینیه رواه ابن عدی الا ان فی سنده من ضعف وعلل. فی البدائع بان السنة ان یری ببصره الیٰ موضع سجوده وفی التغمیض ترکها ثم الظاهر ان الکراهة تنزیهة کذا فی الحلیة والبحر وکانه لان علة النهی ما مر عن البدائع وهی الصارف له عن التحریم (قوله الا لکمال الخشوع) بان خاف فوت الخشوع بسبب رؤیة ما یفرق الخاطر فلا یکره بل قال بعض العلماء انه الاولیٰ ولیس ببعید حلیه وبحر (درمختار وشامی ص ٦٠٣ ج ١ ص ٦٠٤ مکروهات الصلوٰة)

غایۃ الاوطار میں ہے وتغمیض عینیه للنهی لکمال الخشوع اور مکروہ تنزیہی ہے کذا فی البحر بند کرنا اپنی آنکھوں کا بسبب نہی کے مگر کمال خشوع کے لئے بند کرنا مکروہ نہیں نہی کی حدیث کو ابن عدی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے اور بدائع میں وجہ کراہت یہ مذکور کی ہے کہ سجدہ گاہ کا تاکنا (نظر رکھنا) مسنون ہے اور آنکھوں کے بند کرنے سے یہ سنت متروک ہو جاتی ہے تو اس لئے حلیہ اور بحر الرائق میں کراہت کو تنزیہی کہا(کذا فی الشامی بتصرف (غایة الاوطار ترجمه درمختار ج ١ ص ٣٠١)

علم الفقہ میں ہے: (٢٢) حالت نماز میں آنکھوں کا بند کر لینا مکروہ تنزیہی ہے ہاں اگر آنکھ بند کر لینے سے خشوع زیادہ ہوتا ہو تو مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے (درمختار وغیرہ) (علم الفقه ج٢ ص ١١٨ مکروهات نماز) فقط واللّٰہ اعلم بالصواب۔

نماز میں آستین اتار سکتا ہے یا نہیں:

(سوال ١٦٧) ایک شخص نے وضو کیا، رکعت فوت ہو جانے کے خوف سے جلدی جلدی جماعت میں شامل ہو گیا اور آستینیں کھلی رہ گئیں، جماعت میں شامل ہونے کے بعد نماز میں وہ شخص اپنی آستین اتارے یا آستین چڑھے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پوری کرے افضل کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) افضل یہ ہے کہ عمل قلیل سے اپنی آستین اتارے ایسی صورت اختیار نہ کرے کہ عمل کثیر ہو جائے، اس کی صورت یہ ہے کچھ رکوع میں کچھ قومہ میں کچھ سجدہ میں کچھ جلسہ میں، اس طرح موقع بموقع عمل قلیل سے دونوں آستین اتارے شامی میں ہے ومثلہ مالو شمر للوضوء ثم عجل لا دراک۔ الرکعة مع الا مام واذا دخل فی الصلوٰۃ کذلک وقلنا با لکراهة فهل الا فضل ارخاء کمیه فیها بعمل قلیل او ترکهما لم اراه و الاظهر الا ول بدلیل قوله الا تی ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل تأ مل هذا وقید الکراهة فی الخلاصة والمنیة بان یکون رافعاً کمیه الی المرفقین وظاهره انه لا یکره الی ما دو نهما (شامی ص ۵۹۹ ج ۱) مطلب مکروهات الصلوٰۃ تحت قوله کمشمر کم او دیل) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مردوں کا ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا اور اس حالت میں نماز پڑھنا کیا حکم رکھتا ہے:

(سوال ۱۶۸) ٹخنوں سے نیچے ازار، لنگی پہننا کیسا ہے؟ جائز ہے یا حرام ہے؟ بہت سے لوگ نماز کے وقت ازار کو موڑ کر ٹخنوں سے اوپر کر لیتے ہیں، کیا نماز میں ازار کو ٹخنوں سے اوپر کرنا ضروری ہے؟ اگر ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکے ہوئے ہونے کی حالت میں نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟ کیا نماز کا اعادہ کرنا ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ٹخنوں سے نیچے پائجامہ (ازار) لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ ابوداؤد شریف میں حدیث ہے۔

حدثنا موسى بن اسمعيل ...... عن عطاء بن يسار عن ابی هريرة قال بينما رجل يصلی مسبلا ازاره اذقال له رسول اللهصلی اللهعليه وسلم اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء، ثم قال اذهب فتوضأ فذهب فتوضأ ثم جاء فقال له رجل يا رسول اللهصلی اللهعليه وسلم مالک امرته ان يتوضاء قال انه كان يصلی وهو مسبل ازاره وان اللهجل ذكره لا يقبل صلوة رجل مسبل ازاره. (ابو داؤد شريف ص ۱۰۰ جلد اول باب الا سبال فی الصلوٰۃ)

ترجمہ:۔ عطاء بن یسار حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی ازار ٹخنوں سے نیچی لٹکائے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا جاؤ دوبارہ وضو کر کے آؤ، وہ شخص وضوء کر کے آیا چنانچہ وہ شخص گیا اور وضو کر کے حاضر ہوا پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ وضو کر کے آؤ، وہ شخص گیا اور وضو کر کے آیا، ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا آپ نے اسے وضو کرنے کا حکم کیوں فرمایا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہونے کی حالت میں نماز پڑھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنی ازار ٹخنوں کے نیچے لٹکاتے ہوئے ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

حدثنا زيد بن اخزم ...... عن ابن مسعود قال سمعت رسول اللهصلی اللهعليه وسلم يقول من اسبل ازاره فی صلوته خيلاء (ای تكبراً) فليس من اللهجل ذكره فی حل ولا حرام، (ابو

داؤد شریف ص ۱۰۰ جلد اول باب الاسبال فی الصلوۃ)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص ازراہ تکبر نماز میں اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے ہو تو اللہ کی طرف سے نہ اس کے لئے جنت حلال ہوگی نہ اس پر جہنم حرام ہوگی۔

مردوں کے لئے ازار وغیرہ سے متعلق شرعی حکم یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو افضل صورت یہ ہے کہ نصف پنڈلی تک ہو، اگر اس سے نیچے ہو تو کم از کم ٹخنوں سے اوپر تک ہو، ازراہ کبر ٹخنوں سے نیچے لباس پہننا سخت حرام ہے، احادیث میں اس پر شدید وعید آئی ہے۔ چند احادیث ملاحظہ ہوں۔

(۱) عن ابی سعید رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ازارۃ المؤمن الی انصاف ساقیہ لا جناح علیہ فیما بینہ وبین الکعبین ما اسفل من ذلک ففی النار قال ذلک ثلث مرات ولا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ بطراً رواہ ابو داؤد وابن ماجہ (مشکوۃ شریف ص ۳۷۴ کتاب اللباس، فصل نمبر ۲)

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا مؤمن کی ازار نصف پنڈلی تک ہے، اور اس سے نیچے دونوں ٹخنوں کے اوپر تک ہو تو اس میں کوئی حرج (گناہ) نہیں اور ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہوگا تو وہ جہنم میں ہوگا، آپ ﷺ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت سے) اس شخص کو نہیں دیکھے گا جو اپنی ازار تکبر کے مارے لٹکائے۔

(۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اسفل من الکعبین من الازار فھو فی النار، رواہ البخاری (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ کتاب اللباس)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ازار کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہوگا۔ (بخاری، مشکوٰۃ)

حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ٹخنے سے نیچے قدم کے جتنے حصے پر ازار لگتی ہے وہ حصہ دوزخ میں جلے گا (مظاہر حق ص ۴۹۴ ج ۳ ملخص)

(۳) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا ینظر اللہ یوم القیمۃ الی من جر ازارہ بطراً متفق علیہ (بخاری و مسلم) (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ کتاب اللباس)

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (نظر رحمت) اس شخص پر نہیں کرے گا جو اپنی ازار ازراہ تکبر ٹخنوں سے نیچے دراز کرے (یعنی لٹکائے)

(۴) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من جر ازارہ خیلاء، لم ینظر اللہ یوم القیمۃ متفق علیہ. (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ ایضاً)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنی ازار تکبر سے کھینچے (یعنی ٹخنوں سے نیچے لٹکائے) اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن (نظر رحمت سے) نہیں

دیکھے گا۔

(۵)عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بینما رجل یجر ازارہ من الخیلاء خسف بہ فھو یتجلجل فی الارض الی یوم القیمۃ رواہ البخاری (مشکوۃ شریف ص ۳۷۳ ایضاً)

ترجمہ:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنی تہ بند کولٹکا کر زمین سے کھینچ کر چلا کرتا تھا، اس کو دھنسا دیا گیا وہ قیامت تک زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔

(۶)حدثنا حفص بن عمر...... عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ثلثۃ لا یکلمھم اللہ ولا ینظر الیھم یوم القیمۃ ولا یزکیھم ولھم عذاب الیم قلت من ھم یا رسول اللہ فقد خابوا وخسروا فاعادھا ثلثاً قلت من ھم یا رسول اللہ خابوا او خسروا قال المسبل والمنان والمنفق سلعتہ بالحلف الکاذب او الفاجر (شک الراوی)(ابو داؤد شریف ص ۲۱۰ جلد ثانی، کتاب اللباس باب ماجاء فی اسبال الازار)

ترجمہ:۔ حضرت ابوذرؓ نبی کریم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین قسم کے شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف قیامت کے دن (رحمت ورعایۃ) کی نظر سے دیکھے گا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا، میں نے عرض کیا اللہ کے رسول یہ کون لوگ ہیں وہ تو یقیناً ناکام ہوگئے اور خسارہ میں پڑ گئے، آپ ﷺ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا میں نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں وہ تو ناکام ہوگئے اور خسران میں پڑ گئے! آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (۱) (ازار) ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا (۲) احسان جتانے والا (۳) جھوٹی قسم کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔

ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانا اللہ تعالیٰ کو اس قدر ناپسند ہے کہ لیلۃ البراءۃ (شب برات نصف شعبان کی رات) میں بھی ایسا شخص اللہ کی رحمت اور مغفرت سے محروم رہتا ہے، چنانچہ مظاہر حق میں حدیث نقل کی ہے۔

''اور ایک روایت میں آیا ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب میں سب بخشے جاتے ہیں مگر عاق (والدین کی نافرمانی کرنے والا) اور مدمن خمر (ہمیشہ شراب پینے والا) اور مسبل ازار (ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے والا) نہیں بخشے جاتے (مظاہر حق ص ۴۹۵ ج ۳ کتاب اللباس)

الجواھر الزواھر ترجمہ البصائر میں ہے اور (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا آج شب بنوکلب کی بکریوں کے صوف اور بالوں کی مقدار خدا کی رہائی دیئے دوزخی چھوٹیں گے البتہ جو مشرک ہوگا اور جو کینہ ور ہوگا اور جو رشتہ ناطہ کے حقوق نہ سمجھے گا اور جو ٹخنہ سے نیچے کپڑا لٹکا ہوا پہنے گا اور جو والدین کا نافرمان ہوگا اور جو شراب خوری کا خوگر ہوگا اس کی طرف نگاہ رحمت نہ فرمائے گا (الجواہر الزوہر ص ۲۵۱ بیسویں بصیرت)

مذکورہ روایات میں غور کیجئے ٹخنوں سے نیچے ازار، پائجامہ لٹکانے پر کتنی سخت وعید ہے، ان روایات کے پیش نظر کوئی مؤمن اس بات کی ہمت نہیں کرسکتا کہ وہ اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے اور یہ فعل عموماً از راہ کبر اور غیروں کے تشبہ سے ہوتا ہے، جب شرعی حکم یہ ہے کہ لباس ٹخنوں سے نیچے نہ ہو تو اس میں غفلت اور لاپرواہی نہ ہونی چاہئے، لہٰذا

یوں لہنا کہ ہمارا یہ فعل از راہ تکبر نہیں ہے بے خیالی میں ہو جاتا ہے مسموع نہ ہوگا نیز دیکھنے والوں کو ایسے شخص سے بدظنی پیدا ہوتی ہے تو ایسی ہیئت کیوں اختیار کی جائے کہ جس کی وجہ سے لوگوں کو بدظنی پیدا ہو۔

عدالآثام میں ہے۔

مردوں کو ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا تہبند پہننے کی ممانعت:

چونکہ آنحضرت ﷺ نے مردوں کے لئے صاف طریق سے فرمادیا ہے کہ **ما اسفل من الکعبین ففی النار (بخاری شریف)** یعنی جو کوئی مرد کہ ٹخنوں سے نیچا پائجامہ پہنے گا وہ دوزخ میں ہوگا لہذا مردوں کو ایسا نیچا پائجامہ یا تہ بند پہننا قطعی حرام ہے، بعض احادیث میں فخریہ پہننے کی جو قید مذکور ہے اول تو وہ قید احترازی نہیں ہے اتفاقی ہے جیسا کہ علمائے محدثین کے اقوال سے صاف ظاہر ہے دوسرے اگر اس میں فخر کا لگاؤ نہیں ہے تو کیا وجہ ہے کہ ٹخنوں سے اونچا پائجامہ پہننے میں عار آتی ہے یا ایسے پہننے والوں کو نظر حقارت سے کیوں دیکھتے ہیں اور اس بابت ان سے مضحکہ بھی کرتے ہیں جو کفر ہی ہے کہ مسائل شرعیہ پر مضحکہ اڑانا صریح کفر ہے غرض کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری خرابی ضمیر ہی کی خرابی سے ہے ورنہ احکام شریعت کی بجا آوری کچھ مشکل نہ تھی **(عدالآثام معروف بہ احکام الاعضاء ص ۱۵۷، ۱۵۸)** مؤلفہ مولوی محمد یاور حسین حنفی گوپا موی، مطبع نول کشور لکھنؤ)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ **تقصیر الثیاب سنة واسبال الازار والقمیص بدعة ینبغی ان یکون الازار فوق الکعبین الی نصف الساق وهذا فی حق الرجال واما النساء فیرخین ازار هن اسفل من ازار الرجال یستتر ظهر قدمهن اسبال الرجل ازاره اسفل من الکعبین ان لم یکن للخیلاء ففیه کراهة تنزیه کذا فی الغرائب (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۳۳ ج ۵ کتاب الکراهیة، الباب التاسع)**

اس لئے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ٹخنوں سے اوپر ازار پائجامہ پہنیں اور یہ حکم صرف نماز کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر وقت اس پر عمل کرنا لازم اور ضروری ہے گو کہ نماز کے وقت عمل نہ کرنے کا گناہ نسبۃً زیادہ ہوگا اور اگر یہ فعل از راہ تکبر ہے تو اس حالت میں نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی، ثواب سے محرومی رہے گی۔

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے:۔

(سوال) نماز میں ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا کیسا ہے؟

(الجواب) نماز میں ٹخنوں سے نیچے پائجامہ لٹکا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے، ثواب سے محروم رہے گا، نماز کے علاوہ بھی ٹخنوں سے اوپر رکھنا ضروری ہے، حدیث میں ایسے شخص کے لئے بہت وعید آئی ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۲۷ ج ۴ مدلل ومکمل) فقط واللہ اعلم۔

بحالت نماز لکھی ہوئی چیز پڑھ لے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۱۶۹) اگر مسجد میں قبلہ والی دیوار پر کچھ لکھا ہو مثلاً ''مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا منع ہے۔'' یا کوئی آیت یا حدیث لکھی ہو اس کو کسی نے نماز کے دوران دل سے پڑھ کر سمجھ لیا تو کیا ایسی مکتوب چیز کے ماحصل اور مفہوم کو سمجھ لینے سے نماز فاسد ہو جائے گی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قصد اور ارادہ دل سے پڑھنا اور سمجھنا مکروہ ہے البتہ نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر پڑھنے میں زبان کو حرکت ہوئی تو یہ تلفظ ہوا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی اور بلا قصد وارادہ اتفاقاً نظر پڑ جائے تو معاف ہے مکروہ نہیں مگر نظر جمائے نہ رکھے، درمختار میں ہے۔(ولا یفسدها نظره الی مکتوب وفهمه) ولو مستفهما وان کره (درمختار) شامی میں ہے(قوله ولو مستفهما) اشاربه الی نفی ما قیل انه لو مستفهما تفسد عند محمد قال فی البحر والصحیح عدمه اتفاقاً لعدم الفعل منه الخ (قوله وان کره) ای لا شتغاله بما لیس من اعمال الصلوٰة واما لو وقع علیه نظره بلا قصد وفهمه فلا یکره (درمختار و شامی ص ۵۹۳ ج ۱، باب مایفسد الصلوٰة وما یکره فیها)

مراقی الفلاح میں ہے (لو نظر المصلی الی مکتوب وفهمه) سواء کان قرانا اوغیره قصد الاستفهام اولا أساء الادب ولم تفسد صلاته لعدم النطق، بالکلام. طحطاوی میں ہے۔(قوله لو نظر المصلی الیٰ مکتوب الخ) وجه عدم الفساد انه انما یتحقق بالقراءة وبالنظرو الفهم لم تحصل والیه اشار المؤلف بقوله لعدم النطق (قوله قصد الاستفهام) بهذا علم ان ترک الخشوع لا یخل بالصحة بل بالکمال ولذا قال فی الخانیة والخلاصة اذا تفکر فی الصلوٰة فتذکر شعراً او خطبة فقرأها بقلبه ولم یتکلم بلسانه لا تفسد صلاته کما فی البحر (قوله اساء الادب) لان فیه اشتغالاً عن الصلوٰة وظاهره ان الکراهة تنزیهیة وهذا انما یکون بالقصد واما لو وقع نظره علیه من غیر قصدو فهمه فلا یکره (مراقی الفلاح وطحطاوی علی مراقی الفلاح ص۱۸۷ فصل فی ما لا یفسد الصلوٰة)فقط و الله اعلم بالصواب.

نماز میں اپنے بدن اور کپڑوں سے کھیلنا:

(سوال ۱۷۰) نماز میں اپنے جسم پر بلاضرورت ہاتھ پھیرتا رہے، کپڑوں کو درست کرتا رہے تو یہ کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز نہایت خشوع وخضوع اور توجہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے، بلاضرورت بدن کھجانا، بدن پر ہاتھ پھیرتے رہنا مکروہ تحریمی ہے۔ درمختار میں ہے (وعبثه به) ای بثوبه (وبجسده) للنهی الا لحاجة ولا باس به خارج صلاة، شامی میں ہے(قوله للنهی) وهو ما اخرجه القضاعی عنه صلی الله علیه وسلم ان الله کره ثلاثا العبث فی الصلوٰة والرفث فی الصیام والضحک فی المقابر وهی کراهة تحریم کما فی البحر یعنی بلا ضرورت اپنے کپڑے اور بدن سے کھیلنا مکروہ ہے، حدیث میں اس پر نہی وارد ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ تین چیزوں کو پسند نہیں فرماتے (۱) نماز میں کھیلنا (۲) روزے میں گالی گلوچ کرنا (۳) قبرستان میں ہنسنا، اور یہ افعال مکروہ تحریمی ہیں۔ بحر میں اس کی صراحت ہے (درمختار وشامی ص ۵۹۹ ج ۱ مکروہات الصلوٰۃ) فقط واللہ اعلم۔

فرض نماز کے بعد امام سنت ونوافل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے؟:

(سوال ۱۷۱) امام فرض نماز پڑھانے کے بعد سنت اور نفل اسی جگہ پڑھے تو کیسا ہے؟

(الجواب) مناسب یہ ہے کہ امام مصلیٰ سے ہٹ کر دوسری جگہ سنت اور نفل پڑھے اسی جگہ پڑھنے کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، البتہ ہٹ کر پڑھنے کی جگہ نہ ہو تو مجبوری ہے، طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔ ویکرہ للامام ان یصلی فی مکانہ الذی صلی فیه الفرض کما فی البحر والکافی (طحطاوی ص ۱۰۳ قبیل باب الاذان تحت قوله الا سنة الفجر) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

کھلے سر نماز پڑھنا:

(سوال ۱۷۲) دن بدن آزاد خیال لوگوں نے کھلے سر نماز پڑھنے کو فیشن بنالیا ہے، اس کا کیا حکم ہے تحریر فرماویں، بینوا توجروا۔

(الجواب) سر چھپانا، ٹوپی پہننا اسلامی لباس میں داخل ہے اس کی خاص فضیلت واہمیت آئی ہے، کھلے سر لوگوں کے سامنے آنا جانا، بے ادبی اور بے حیائی ہے، آپ ﷺ اور حضرات صحابہؓ تابعین وسلف صالحین مشائخ ومحدثین اور ائمہ دین کی یہ عادت نہ تھی، بلکہ یہ تو یہود ونصاریٰ اور غیروں کی پیروی ہے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔ ویکرہ کشف راسه بین الناس ۔ یعنی لوگوں کے سامنے کھلے سر پھرنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳)

تلبیس ابلیس میں امام ابن جوزی رقم طراز ہیں۔ (ولا یخفی علی عاقل ان کشف الرأس مستقبح وفیه اسقاط مروة وترک ادب وانما یقع فی المناسک تعبد الله دلالة ص ۳۷۳)

عقلمند پر یہ بات مخفی نہیں کہ کھلے سر لوگوں کے سامنے پھرنا معیوب ہے اور اس میں اسقاط مروت وترک ادب ہے صرف احرام کی حالت میں اظہار عبدیت وعاجزی کے مدنظر سر کو کھلا رکھنے کا حکم ہے نہ کہ بطور فیشن کے، جب کھلے سر لوگوں کے سامنے آنا اور پھرنا مکروہ وبے ادبی سمجھا جاتا ہے تو پھر نماز جیسی عظیم الشان عبادت کھلے سر پڑھنے میں کس قدر خرابی اور بے ادبی لازم آئے گی؟ بڑوں کو کھلے سر گھومتے اور نماز پڑھتے چھوٹے بچے دیکھ کر وہ بھی ان کی نقالی کریں گے اور اس برائی کا سبب بڑے ہوں گے، حدیث شریف میں ہے۔

ومن سن فی الاسلام سنة سیئة کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعد من غیر ان ینقص من اوزارهم شئی (مشکوٰة ص ۳۳ کتاب العلم)

یعنی جس نے برا طریقہ جاری کیا اس پر اس کا گناہ ہے اور جس نے بعد میں اس پر عمل کیا اس کا بھی گناہ ہے بغیر اس کے کہ بعد والے کے گناہ میں کمی ہو، درمختار میں ہے۔ کہ کسل کے سبب کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور شامی میں ہے، علمائے کرام سے منقول ہے کہ گرمی کے سبب بھی کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

و (تکره صلاته حاسرا ای کاشفا رأسه للتکاسل (درمختار) عن بعض المشایخ انه لاجل الحرارة والتخفیف مکروه (شامی ج ۱ ص ۶۰۰ مکروهات الصلاة مطلب فی الخشوع)

نیز فقہاء نے تصریح کی ہے کہ کاہلی کے سبب کھلے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے، حتی کہ حالت نماز میں اگر ٹوپی گر جائے تو عمل کثیر کا ارتکاب کئے بغیر پہننے کا حکم ہے۔ ولو سقطت قلنسوته فاعادتها افضل الا اذا احتاجت

لتكرير او عمل كثير (ايضاً ص ٦٠٠) لہذا کھلے سر نماز پڑھنے کا فیشن قابل ترک اور فساق کا فعل ہے، اللہ تعالیٰ نوجوان طبقہ کو اچھے کاموں کی توفیق عنایت فرما کر اس نازیبا طریقہ سے باز رکھے آمین ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

محراب میں امام کا قیام کب مکروہ ہے:

(سوال ۱۷۳) امام صاحب مسجد کی محراب میں کھڑے ہوکر نماز پڑھائے تو کوئی حرج ہے؟

(الجواب) امام صاحب محراب میں اس طرح کھڑے ہوں کہ دونوں قدم داخل محراب ہوں تو مکروہ ہے، البتہ قدمین خارج محراب ہوں تو مکروہ نہیں، نمازیوں کے ازدحام اور جگہ کی تنگی کے سبب مجبوراً اندرون محراب قیام کی نوبت آوے تو مکروہ نہیں۔

ويكره قيام الا مام بجملته فى المحراب لا قيامه خارجه وسجوده فيه (الى قوله) واذا ضاق المكان فلا كراهة (مراقى الفلاح بهامش الطحطاوى ص ١٩٨ فصل فى المكروهات الصلاة) فقط و الله اعلم بالصواب.

نماز میں امام کی مکروہ حرکتیں:

(سوال ۱۷۴) ایک امام صاحب ہاتھ باندھنے کے بعد بار بار ہاتھ داڑھی اور منہ پر پھیرتے ہیں اور بار بار قمیص کھینچتے ہیں، ایسے ہی رکوع میں ازار کے پائینچے درست کر کے پھر سجدہ کرتے ہیں نماز میں ایسی حرکات کے مرتکب کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) امام یا غیر امام کو ایسی فضول حرکتوں سے اجتناب چاہئے، اس سے نماز مکروہ ہوتی ہے اور کبھی عمل کثیر ہوکر فساد نماز کی نوبت آ جاتی ہے، لہذا ایسے عبث فعل سے امام اور مصلیوں کو بچنا چاہئے۔ ويكره ايضا ان يكف ثوبه وهو فى الصلوٰة بعمل قليل بان يرفعه من بين يديه او من خلفه عند السجود او يده فيها وهو مكفوف كما اذا دخل وهو مشمر الكم والذيل وان يرفعه كيلا يتترب الخ (كبيرى ص ٣٣٧)......فقط و الله اعلم بالصواب .

مسبوق لاحق مدرک

حرم شریف میں بوقت ازدحام مسبوق کے لئے کیا حکم ہے

(سوال ۱۷۵) حرم شریف میں حجاج کو اکثر مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ دروازے میں جہاں سے لوگوں کی آمد و رفت ہے نماز کے لئے جگہ نصیب ہوتی ہے اور گاہ بگاہ ایک دو رکعتیں امام کے ساتھ نہیں ملتیں تو امام کے سلام کے بعد اسے پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔ خصوصاً عصر کے وقت چونکہ اس کے بعد سنن نہیں ہیں اس لئے لوگ باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں اور اتنی ساری بھیڑ ہو جاتی ہے کہ سجدہ کرنا دوبھر ہو جاتا ہے بلکہ پڑا پڑی میں کھڑے رہنا دشوار ہو جاتا ہے ایسے حالات میں مسبوق امام کے سلام پھرانے سے اول کھڑا ہو کر اپنی فوت شدہ رکعتیں جلدی سے پڑھ کر امام کے سلام کے بعد لوگوں کے اٹھنے سے پہلے فارغ ہو جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی۔ یا نہیں؟

(الجواب) ایسے حالات میں جب کہ فوت شدہ رکعتیں پڑھنے کا امکان نہ ہو تو امام کے ہمراہ قعدہ اخیرہ میں مقدار تشہد بیٹھ کر کھڑا ہو جائے اور اپنی فوت شدہ رکعتیں جلدی سے ادا کرلے، نماز صحیح ہو جائے گی۔ کبیری شرح منیہ میں ہے او یخاف مرور الناس بین یدیه ونحو ذلک فلا یکره ح ان یقوم قبل سلامه بعد قعوده قدر التشهد ولا یقوم قبل قعوده قدر التشهد اصلاً (مفسدات صلاة ص ۴۳۹) (ترجمہ) خطرہ ہے کہ لوگ اس کے سامنے سے گذریں گے یا اس طرح کا کوئی اور خدشہ ہے تو اس وقت یہ بات مکروہ نہیں ہے کہ امام جب قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھ چکے یعنی اتنی دیر گذر جائے جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاسکتی ہے تو وہ (مقتدی) کھڑا ہو جائے مگر اس کا پورا خیال رکھے کہ اس سے پہلے (یعنی جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاتی ہے اس سے پہلے) ہرگز کھڑا نہ ہو۔

مغرب کی ایک رکعت ملے تو بقیہ رکعات کس طرح ادا کرے:

(سوال ۱۷۶) مغرب کی آخری رکعت میں شرکت کی یعنی ایک رکعت ملی امام کے سلام کے بعد ایک رکعت ادا کر کے قعدہ کیا کہ امام کے ساتھ پڑھی ہوئی رکعت ملا کر دو رکعتیں ہوئی تھیں لیکن میرے ساتھی نے (جس کو آخری رکعت ملی تھی) ایک رکعت ادا کر کے قعدہ نہیں کیا بلکہ دو رکعت پڑھ کر قعدہ کیا اور مزید اینکہ سجدۂ سہو بھی نہیں کیا تو اس کی نماز ہوئی یا نہیں، کیا واجب الاعادہ ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا بہتر تھا آپ نے درست کیا۔ آپ کے ساتھی نے دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہے تاہم اس کی نماز ہوگئی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں اس صورت میں سجدۂ سہو بھی استحساناً لازم نہیں ہے لو ادرک مع الامام رکعة من المغرب فانه یقرأ فی الرکعتین الفاتحه والسورة ویقعد فی اولهما لانها ثنائیة ولو لم یقعد جاز الخ (کبیری ص ۴۴۱ مفسدات صلاة صغیری ص ۲۴۱ شامی ج ۱ ص ۵۵۸ قبیل باب الاستخلاف فتاویٰ محمدی ص ۸۷)

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت ابن مسعودؓ کے روبرو پیش ہوا تھا تو آپ نے فتویٰ دیا تھا کہ دونوں (مسروق، جندب) کی نماز ہوگئی مگر مجھے یہ پسند ہے کہ مسروق کی سی نماز پڑھوں یعنی ایک رکعت ادا کر کے قعدہ کروں (مجمع

الزوائد ج ۱ ص ۱۷۲)قال فی شرح المنیة ولولم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولو یلزمه سجود السهو لکون الرکعة اولیٰ من وجهه(شامی ج ۱ ص ۵۵۸ ایضاً)فقط و الله اعلم بالصواب.

مسبوق کے تحریمہ کہتے ہی امام نے سلام پھیر دیا:

(سوال ۱۷۷)مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیرا یعنی قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا، لہٰذا اسی ہے تو تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے یا وہی کافی ہے۔

(الجواب)امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی ہے تو جماعت میں شامل ہونے والا شمار ہوگا، تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔(۱) فقط و الله اعلم بالصواب.

کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے:

(سوال ۱۷۸)مسبوق آدمی سجدۂ سہو کا سلام پھیرنے میں امام کی متابعت کرے یا نہیں؟

(الجواب)مسبوق جس کو اپنی بقیہ نماز ابھی پوری کرنی ہے وہ سجدۂ سہو میں تو امام کی اتباع کرے مگر سلام نہ پھیرے (شامی ج ا ص ۶۹۶ باب سجود السہو)فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام جب قعدۂ اخیرہ میں بیٹھے تو مسبوق امام کے ساتھ درود، دعا پڑھے یا نہیں:

(سوال ۱۷۹)ایک شخص کی دو رکعت چھوٹ گئیں۔ امام صاحب قعدۂ اخیرہ میں بیٹھیں اور تشہد۔ درود دعا پڑھیں۔ تو یہ مسبوق کیا پڑھے؟ التحیات اور درود وغیرہ پڑھے یا خاموش بیٹھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب)مسبوق امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں التحیات (تشہد) اس طرح آہستہ آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام کے ساتھ ساتھ اس کا التحیات ختم ہو۔ یا اشهد ان لا اله الا الله مکرر سہ کرر پڑھتا رہے۔ درمختار میں ہے۔ و اما المسبوق فیترسل لیفرغ عند سلام امامه وقیل یتم وقیل یکرر کلمة الشهادة (درمختار) قوله فیترسل) ای یتمهل وهذا ما صححه فی الخانیة وشرح المنیة فی بحث المسبوق من باب السهو باقی الاقوال مصحح ایضاً قال فی البحر وینبغی الافتاء بما فی الخانیة کما لا یخفی ولعل وجهه کما فی النهر انه یقضی اخر صلاته فی حق التشهد ویاتی فیه بالصلوٰة و الدعاء وهذا لیس اخراً الخ (درمختار و الشامی ج ۱ ص ۴۷۷ فصل فی بیان تالیف الصلوٰة الخ) فقط و الله اعلم بالصواب.

رکوع میں جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۸۰)مقتدی نے تکبیر تحریمہ بحالت قیام توقف کر کے نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے اور رکوع میں جاتے ہوئے کہہ کر، امام کو رکوع میں پالیا تو یہ اقتداء صحیح ہوگی اور رکعت معتبر ہوگی یا نہیں؟

---

(۱) قوله وتنقضی قدوة بالاول ای بالسلام الاول قال فی التجنیس الامام اذا فرغ من صلاته فلما قال السلام جاء رجل واقتدیٰ به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلا فی صلاته لان هذا سلام الا تری انه لو اراد ان یسلم علی احد فی صلاته ساهیا فقال السلام ثم علم فسکت تفسد صلاته شامی، واجبات الصلاة ج ۱ ص ۴۳۶.

(الجواب) صورت مسئولہ میں تکبیر بحالت قیام نہیں کہی بلکہ جھکتے ہوئے کہی ہے اس لئے نماز میں داخل نہ ہوا، جب نماز میں داخل ہونا صحیح نہ ہوا تو رکعت کیسے معتبر ہوگی بلکہ نماز ہی صحیح نہ ہوگی۔ چنانچہ مجالس ابرار میں ہے۔ ومحل التکبیر القیام المحض حتی لو ادرک الامام فی الرکوع وکبر حال الانحطاط لا یصیر داخلا فی الصلوٰۃ لان شرط الدخول فیھا وقوع التکبیر فی محض القیام ولو قال فی القیام اللہ وفی الرکوع اکبر لا یصیر داخلا.

ترجمہ:۔ اور تکبیر کا موقع قیام ہے (یعنی حالت قیام میں پوری تکبیر کہنا چاہئے) اسی بناپر اگر امام کو رکوع میں پایا اور جھکتے ہوئے تکبیر کہی تو نماز میں داخل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ نماز میں داخل ہونے کی شرط تکبیر کا حالت قیام میں کہنا ہے لہذا اگر قیام میں "اللہ" کہا اور رکوع میں "اکبر" تو نماز میں داخل نہ ہوگا۔ (مجالس ابرار ص ۳۰۷ مجلس نمبر ۵۲ کبیری ص ۲۷۷) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

چار رکعت والی فرض نماز میں امام کے ساتھ ایک رکعت ملے تو چھوٹی ہوئی رکعتیں کس طرح ادا کرے:

(سوال ۱۸۱) تین رکعت پوری ہونے کے بعد ایک مقتدی امام کے پیچھے نماز میں شامل ہوا وہ مقتدی امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی تین رکعتیں کس طرح ادا کرے گا؟ یعنی کس کس رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورت ملائے گا؟ اور کون سی رکعت پر قعدہ کرے گا؟ مع حوالہ جواب عنایت کریں یہاں اس سلسلہ میں اختلاف ہو رہا ہے؟ بینوا توجروا (از جدہ)

(الجواب) اس صورت میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہوکر ثنا پڑھے پھر اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے اور رکوع وسجدہ کر کے قعدہ کرے دوسری رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے۔ مگر اس رکعت کے بعد قعدہ نہ کرے اور تیسری رکعت میں فقط سورۂ فاتحہ پڑھے اور پھر دستور کے موافق قعدۂ اخیرہ کر کے نماز پوری کرے۔ درمختار میں ہے۔ ویقضی اول صلوتہ فی حق قراءۃ واخرھا فی حق تشھد فمدرک رکعۃ من غیر فجر یاتی برکعتین بفاتحۃ وسورۃ وتشھد بینھما برابعۃ الرباعی بفاتحۃ فقط. (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامۃ) فقط واللہ اعلم بالصواب.

مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو بعد میں کس طرح ادا کرے:

(سوال ۱۸۲) مغرب کی نماز میں دو رکعت چھوٹ گئیں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کس طرح ادا کرے۔ مع حوالہ جواب عنایت کریں۔ یہاں اختلاف ہو رہا ہے۔ بینوا توجروا۔ (از جدہ)

(الجواب) صورت مسئولہ میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو اور پہلی رکعت میں ثناء، تعوذ، تسمیہ پڑھ کر سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکوع وسجدہ کر کے قعدہ کرے پھر دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت ملا کر نماز پوری کرے۔ یہ عام قاعدہ ہے۔ مگر حدیث ابن مسعودؓ کی وجہ سے بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر دو رکعت کر کے قعدہ کرے گا تب بھی اس

پر سجدۂ سہو یا نماز کا اعادہ لازم نہ ہوگا۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۷۶) کبیری میں ہے لو ادرک مع الا مام رکعة من المغرب فانه' یقرء فی الرکعتین الفاتحة والسورة ویقعد فی اولهما لانها ثانية ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمه سجود السهو (کبیری ص ۵۵۸) شامی میں ہے (قوله وتشهد بینهما) قال فی شرح المنية ولو لم یقعد جاز استحساناً لا قیاساً ولم یلزمه سجود السهو لکون الرکعة اولیٰ من وجه ا ه (شامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الا مامة) فقط و الله اعلم بالصواب.

فتاویٰ رحیمیہ کے ایک فتوی پر اشکال اور اس کا جواب:

(سوال ۱۸۳) فتاویٰ رحیمیہ اردو جلد پنجم ص ۱۵۳ پر فتویٰ ہے کہ مسبوق نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیرا یعنی قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہیں ہوا، کھڑا ہی ہے تو تکبیر تحریمہ دوبارہ کہے یا وہی کافی ہے؟
(الجواب) "امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہہ دی ہے تو جماعت میں شامل ہونے والا شمار ہوگا تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے،" اس جواب پر بعض مفتیان کرام کو اشکال ہے کہ جب اس شخص نے قعدہ میں شرکت نہیں کی تو اقتدا کیسے صحیح ہوگی؟ اس کا کیا جواب ہوگا؟ بینوا توجروا۔
(الجواب) جب مسبوق نے امام کے سلام سے پہلے اقتداء کی نیت سے تکبیر تحریمہ کہہ دی تو وہ حرمت صلوٰۃ میں داخل ہوگیا اور اقتدا صحیح ہوگئی، صحت اقتداء کے لئے اتنی شرکت کافی ہے، قعدہ میں شرکت شرط نہیں، البتہ اگر لفظ سلام کہنے کے بعد تکبیر تحریمہ کہی ہو تو اقتدا صحیح نہ ہوگی، شامی میں ہے۔ (قوله وتنتهی قدوة بالا ول) ای بالسلام الاول قال فی التجنيس الا مام اذا فرغ من صلوته فلما قال السلام جاء رجل واقتدیٰ به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلاً فی صلاته لان هذا سلام الخ (شامی ج ۱ ص ۴۳۶ واجبات الصلاة) اس سے معلوم ہوا کہ پہلی صورت میں اقتداء صحیح ہے صحت اقتداء کے لئے ادنیٰ مشارکت کافی ہے، صغیری میں ہے وفی الذخیرة قال وان سوی ظهره فی الرکوع یعنی حال کون الا مام راکعاً صار مدر کاً تلک الرکعة قدر علی التسبیح اولم یقدرای لا تشترط المشارکة قدر التسبیحة وهذا هو الا صح لان الشرط المشارکة فی جزء من الرکن وان قل وادناه ان ینتهی الی حد الرکوع قبل ان یخرج الامام عن حد الرکوع الخ (صغیری ص ۱۶۵، ص ۱۶۶)

اس کی تائید میں دو فتاویٰ پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) مفتیٔ اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کا فتویٰ

(سوال) مقتدی بہ نیت اقتدا صرف تکبیر تحریمہ ہی کہنے پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو کیا مقتدی اس تحریمہ سے اپنی نماز پوری کرے یا بار دگر انفرادی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع کرے۔
(الجواب) اگر سلام سے پہلے مقتدی نے تکبیر تحریمہ ختم کر لی تھی تو وہ نماز میں شریک ہوگیا اور اسی نماز کو پوری کرلے۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۹۸)

(۲) حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ سابق مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ

(سوال) زید نے تکبیر تحریمہ کہی اور امام نے سلام پھیر دیا اور زید نے امام کی شرکت قعود میں بالکل نہیں کی تو اب زید کو دوبارہ تکبیر تحریمہ کہنی چاہئے یا اول ہی تکبیر تحریمہ کافی ہے؟

(الجواب) پوری تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کہہ چکا ہے تو وہ شریک جماعت ہو گیا. اب اس کو دوبارہ تکبیر کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ قال فی الحلیة عند قول المنیة ولا دخول فی الصلوٰة الا بتکبیر الافتتاح (شامی) (فتاوی دارالعلوم مدلل ومکمل جلد ثالث باب الجماعت ص ۶۹) فقط واللہ اعلم

فتاویٰ رحیمیہ ج۵ ص ۱۵۳ کے فتویٰ کی تائید میں مزید دو فتوے.

(سوال ۱۸۴) فتاویٰ رحیمیہ اردو ص ۱۵۳ جلد پنجم پر جو فتویٰ ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔ مسبوق نے امام کے سلام پھیرنے سے پہلے تکبیر تحریمہ کہی اور بیٹھنے نہ پایا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو اس کی اقتداء صحیح ہوگئی اور وہ جماعت میں شامل ہو گیا، تکبیر تحریمہ دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، اس فتویٰ پر بعض اہل علم حضرت کو اشکال ہے، فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص ۱۵۵-۱۵۶ میں اس کا جواب دیتے ہوئے فتاویٰ رحیمیہ کی تائید میں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی دیوبندیؒ کا فتویٰ پیش کیا ہے، اس کے بعد مزید دو فتوے نظر سے گذرے وہ یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان دونوں فتاویٰ سے بھی صراحۃً فتاویٰ رحیمیہ کے فتویٰ کی تائید ہوتی ہے۔ والحمد للہ علی ذلک.

(الجواب) ان میں سے ایک فتویٰ امداد الاحکام میں ہے (امداد الاحکام یہ امداد الفتاویٰ کا تکملہ ہے، اس میں حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ عثمانی اور حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ کے فتاویٰ درج ہیں جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے زیر نگرانی لکھے گئے ہیں، مکتبہ دارالعلوم کراچی نمبر ۱۵ پاکستان ۱۴۰۰ھ میں شائع ہوا ہے)

ایک مسبوق کو دیکھ کر دوسرا مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتیں یاد کرے تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۱۸۵) دو آدمی ایک ساتھ جماعت میں شریک ہوئے، امام کے سلام کے بعد اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھتے میں ایک کو شک ہوا کہ کتنی رکعتیں فوت ہوئی ہیں؟ تو اس نے اپنے ساتھی کو دیکھ کر اس کے مانند اپنی نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا دہرانی پڑے گی۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں ہے، ہاں اگر اس نے ساتھی کی امام کی حیثیت سے اقتداء کی ہے تو نماز نہ ہوگی، نعم لونسی أحد المسبوقین فقضی ملاحظا للاخر بالا قتداء صح، درمختار مع شامی ج ۱ ص ۵۵۸ باب الامامۃ فقط واللہ اعلم.

حکم اقتداء مسبوق بوقت سلام امام:

(سوال ۱۸۶) اگر مسبوق نمازی جماعت میں ایسے وقت آکے ملے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے صرف

نیت ہی باندھنے پایا یا قعدہ میں ملنے کے لئے کچھ تھوڑی ہی جھکا تھا مگر قعدہ نہ مل سکا اور امام نے سلام پھیر دیا، تو یہ فرمائیے کہ وہ مسبوق نمازی جماعت میں شامل ہوا یا نہیں؟ اگر جماعت میں شامل ہوا نہیں تو اسی نیت سے اپنی نماز فرداً پوری کرے، یا پھر سے علیحدہ نماز کی نیت کرے؟

(الجواب) قال فی الدر لو کبر قائماً فرکع ولم یقف صح لان ما اتی به الی ان یبلغ الرکوع یکفیه قنیة ص ۲۶۳ ج ۱ وفی الشرنبلالیة والثانی من شروط صحة التحریمة الاتیان بالتحریمة قائمة او منحنیاً قلیلاً قبل وجود انحنائه بما هو اقرب للرکوع قال فی البرهان لو ادرک الامام راکعا فحنی ظهره ثم کبر ان کان الی القیام اقرب صح الشروع ولو ارادبه تکبیر الرکوع وتلغویته لان مدرک الامام فی الرکوع لا یحتاج الی تکبیر مرتین خلافاً لبعضهم وان کان الی الرکوع اقرب لا یصح التحریمة اه (ص ۱۳۷) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لئے بقدر اللہ اکبر قیام کافی ہے، زیادہ کی ضرورت اس وقت ہے جب کہ مصلی پر تحریمہ کے بعد قیام بھی فرض ہو، صرف صحت تحریمہ کے لئے ادراک رکوع وغیرہ میں قیام زائد علی قدر اللہ اکبر لازم نہیں، پس اگر سلام امام سے پہلے نیت صلوٰہ کے بعد اللہ اکبر کہہ لے تو اقتداء صحیح ہوگئی، تو جھکنے بھی نہ پایا ہو، بیٹھنے بھی نہ پایا ہو اور اللہ اکبر کے بعد وقفہ بھی نہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم ۔۲۲ صفر ۳۶ ھ۔ (امداد الاحکام ص ۴۵۷، ج ۱ ص ۴۵۸)

دوسرا فتویٰ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب۔لدھیانوی دامت برکاتہم پاکستان کا ہے۔

مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا:

(سوال ۱۸۷) ایک شخص تکبیر تحریمہ کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں ہے مقتدی بیٹھنے نہیں پایا کہ امام نے سلام پھیر لیا، کیا اس کی اقتداء صحیح ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) باسم ملہم بالصواب۔اقتداء صحیح ہوگئی قال فی شرح التنویر وتنقضی قدوة بالاول قبل علیکم علی المشهور عندنا وعلیه الشافعیة (ردالمحتار ج ۱ ص ۴۳۶) وفقط و اللّٰه اعلم بالصواب۔

۲ رجب ۸۴ ھ (احسن الفتاویٰ جدید ج ۳ ص ۲۷۰ باب الامامة والجماعة)

مسبوق کے لئے ثناء تعوذ اور تسمیہ کا حکم:

(سوال ۱۸۸) مسبوق جب اپنی چھوٹی ہوئی رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے ثناء تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسبوق جب اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو تو اسے ثناء، تعوذ اور تسمیہ پڑھنا چاہئے، درمختار میں ہے (والمسبوق من سبقه الامام بها او ببعضها وهو منفرد) حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ وان قرأ مع الامام لعدم الاعتداد بها لکراهتها مفتاح السعادة (قوله حتی یثنی) تفریع علی قوله منفرد فیما یقضیه بعد فراغ امامه فیأتی بالثناء والتعوذ لانه للقراءة ویقرأ لانه یقضی اول صلاته فی حق القراءة کما یأتی حتی لو ترک القراءة فسدت (درمختار و شامی باب الامامة ج ۱ ص ۵۵۷، ۵۵۸) فقط و اللّٰه اعلم بالصواب۔

صلوۃ المریض

بیمار آدمی فرض نماز بیٹھ کر کب پڑھ سکتا ہے؟:

(سوال ۱۸۹) آدمی بیمار رہتا ہے لیکن نماز کے لئے پیادہ چل کر آتا ہے اور بیٹھ کر نماز باجماعت ادا کرتا ہے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) فرض اور واجب نماز میں قیام فرض ہے۔ پوری رکعت کھڑے ہوکر نہیں پڑھ سکتا ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہیں۔ سہارے کے بغیر کھڑے نہ ہوسکیں تو دیوار یا عصا کا سہارا بھی لے لیں۔ اپنے خادم کا سہارا لے سکتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ تکبیر تحریمہ کہہ کر ایک آیت ہی کسی طرح کھڑے ہوکر پڑھ سکتے ہیں تو اتنی مقدار ضرور کھڑے ہوں۔ اتنی بھی طاقت نہ ہو یا خطرہ ہو کہ مرض میں شدت ہوجائے گی۔ تو بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہوگی۔ اسی طرح بیٹھنے کے متعلق بھی ہے۔ تکیہ لگا کر یا کسی صورت سے بھی بیٹھ سکتے ہے تو لیٹ کر نماز نہیں ہوگی۔ جب بیٹھ کر پڑھنے کی کوئی صورت نہ رہے تب لیٹ کر پڑھ سکتے ہیں۔ فرض، واجب اور صبح کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ البتہ نفل بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں لیکن نصف اجر ملے گا۔ قال فی الدر وان قدر علیٰ بعض القیام (و لو متکا علی عصا اوحائطاً)(قام) لزوما بقدر ما یقدرولو قدر آیة او تکبیر ة علی المذهب لان البعض معتبر بالکل (درمختار)(وقوله علی المذهب)فی شرح الحلوان نقلاً من الهند وانی لو قدر علی بعض القیام دون تمامه او کان یقدر علی القیام بعض القراء ة دون تمام یو مر بان یکبر قائماً ویقرٔ ما قدر علیه ثم یقعد ان عجز وهم المذهب الصحیح لایرویٰ خلافه عن اصحابنا ولو ترک هذا خفت ان لا تجوز صلاته . وفی شرح القاضی فان عجز عن القیام مستویاً فلم یقوم متکئاً لا یجزیه الا ذلک وکذا لو عجز عن القعود مستویاً قالوا یقعد متکا لا یجزیه الا ذالک فقال عن شرح التمر تاشی ونحوه فی العنایة بزیادة وکذلک لو قد ران یعتمد علی عصا اٴو کان له خادم لو اتکأ علیه قدر علی القیام اه .(درمختار مع الشامی ص ۱۰۷ ج ۱ باب صلوٰة المریض)فقط و اللّٰه اعلم بالصواب .وفیه ایضاً.....قوله ای الفریضه اراد بها ما یشتمل الواجب کالو ترو ما فی حکمه کسنة الفجر (ردالمختار باب صلوٰة المریض)

بیمار شخص نماز میں کھڑا نہیں رہ سکتا الگ نماز پڑھے تو کس صورت میں قیام کر سکتا ہے؟ اس کے لئے کیا حکم ہے:

(سوال ۱۹۰) بیمار گھر میں کھڑا کھڑا نماز پڑھ سکتا ہے لیکن مسجد میں نماز باجماعت کے لئے جائے تو کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہتی بیٹھ کر پڑھنی پڑتی ہے تو وہ کیا کرے؟ گھر میں کھڑے کھڑے پڑھے یا مسجد میں جا کر نماز باجماعت بیٹھ کر پڑھے؟

(الجواب) اس کے لئے ضروری ہے کہ گھر میں کھڑا ہو کر نماز پڑھے قیام فرض ہے۔ جماعت کے لئے فرض ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ گھر میں گھر والوں کے ساتھ جماعت کا انتظام ہو جائے تو بہتر ہے۔ (۱) فقط واللہ اعلم۔

مریض کے لئے تکیہ اونچا کیا گیا اور اس نے اس پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے:

(سوال ۱۹۱) مریض اشارے سے رکوع سجود کرتا ہے اگر اس کے لئے تکیہ رکھ دیا جائے اور اس پر وہ سجدہ کرے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ تکیہ پر سجدہ کرنے سے نماز نہیں ہوتی کیا یہ صحیح ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اشارہ سے جتنا جھک سکتا ہو اتنا سر جھکانا ضروری ہے اگر اسی مقدار پر تکیہ ہو تو نماز درست ہو جائے گی اور اگر تکیہ اس سے اونچا ہے تو جھکنا پورا نہیں پایا گیا تکیہ مخل اور مانع ہوا تو نماز درست نہ ہوگی وان لم یستطع الرکوع والسجود یؤمی براسہ قاعداً ویجعل سجودہ اخفض من رکوعہ لیتحقق الفرق بینھما ولا یرفع الیہ شیئی یسجد علیہ ان کان خفض رأسہ یصح ویکون صلاتہ بالایماء والا فلا۔ (مجالس الابرار م ۵۲ ص ۳۰۸) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست:

(سوال ۱۹۲) بیمار جو بستر پر ہو چلنے پھرنے سے معذور ہو اس کا جسم اور کپڑے پاک نہ رہتے ہوں، کیا وہ ایسی ناپاکی کے ساتھ بستر پر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ ہر نماز کے لئے پاکی حاصل کرنا مشکل ہے، اس میں کوئی گنجائش ہو تو تحریر فرمائیں؟ نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ استنجاء نہ خود کرنے کی طاقت ہوتی ہے اور نہ کوئی استنجاء کرانے والا ہوتا ہے تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (از حیدرآباد)

(الجواب) جسم اور کپڑے اور بستر پاک کرنے کی صورت نہ ہو تو ایسی بیماری کی حالت میں بھی نماز ادا کرے، چھوڑے نہیں، انشاء اللہ ادا ہو جائے گی، اسی طرح اگر ایسا شخص جس کے لئے ستر دیکھنا جائز ہو موجود نہیں ہے اور خود استنجاء کرنے سے بالکل عاجز ہے تو ایسے وقت استنجاء ساقط ہو جاتا ہے، اسی حالت میں نماز پڑھے، نماز قضاء نہ کرے۔

درمختار میں ہے مریض تحتہ ثیاب نجسۃ و کلما بسط شیئاً تنجس من ساعتہ صلی علی حالہ وکذا لو لم یتنجس الا ان یلحقہ مشقۃ بتحریکہ (درمختار ج ۱ ص ۵۱۷ باب صلوٰۃ المریض) دوسری جگہ ہے وکذا مریض لا یبسط ثوبا الا تنجس فوراً لہ ترکہ (درمختار) شامی میں ہے (وقولہ وکذا مریض الخ) فی الخلاصۃ مریض مجروح تحتہ ثیاب نجسۃ ان کان بحال لایبسط تحتہ شیئی الا تنجس من ساعتہ لہ ان یصلی علی حالہ وکذا لو لم یتنجس الثانی الا ان یزداد مرضہ لہ ان یصلی فیہ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۲۸۳ کتاب الطہارت مطلب فی احکام المعذور)

---

(۱) ولو اضعفہ عن القیام الخروج للجماعۃ صلی فی بیتہ قائما بہ یفتی خلافاً للاشباہ قال فی الشامیۃ تحت قولہ بہ یفتی وجھہ ان القیام فرض بخلاف الجماعۃ وبہ قال مالک والشافعی خلافا لا حمد بنآء علی ان الجماعۃ فرض عندہ الخ درمختار مع الشامی باب صفۃ الصلاۃ ج ۱ ص ۵۱۴

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (فرع) فی الخانیة مریض عجز عن الا ستنجاء ولم یکن له من یحل له جماعه' سقط عنه الا ستنجاء لا نه لا یحل مس فرجه الا لذلک و اللّٰه اعلم (طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی الا ستنجآء ص ۲۷)

بہشتی زیور میں ہے۔ مسئلہ نمبر ۱۳۔ فالج گرا اور اسی بیماری ہوگئی کہ پانی سے استنجا نہیں کرسکتی تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ ڈالا کرے۔ اور اسی طرح نماز پڑھے، اگر خود تیمم نہ کرسکے تو کوئی دوسرا تیمم کرادے، اور اگر ڈھیلے یا کپڑے سے پونچھنے کی بھی طاقت نہیں تو بھی نماز قضاء نہ کرے اسی طرح نماز پڑھے، کسی اور کو اس کے بدن کا دیکھنا اور پونچھنا درست نہیں، نہ ماں نہ باپ نہ لڑکا نہ لڑکی، البتہ بیوی کو اپنے میاں اور میاں کو اپنی بیوی کا بدن دیکھنا درست ہے۔ اس کے سوا کسی اور کو درست نہیں۔ (بہشتی زیور ص ۵۴ ص ۵۵ حصہ دوسرا، بیمار کی نماز کا بیان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ کرنے میں قطرہ آتا ہو تو نماز کس طرح پڑھے:

(سوال ۱۹۳) ایک عورت کی عمر ساٹھ برس ہے اسے قطرہ کا عارضہ ہے جب وہ نماز میں سجدہ میں ہوتی ہے تو دو تین قطرے پیشاب ہوجاتا ہے اور اگر بیٹھ کر پڑھتی ہے تو قطرہ نہیں آتا ہے تو وہ کس طرح نماز پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں قیام اور رکوع میں قطرہ نہ آتا ہو تو کھڑے ہوکر نماز شروع کرے اور رکوع بھی کرے اور سجدہ کھڑے کھڑے اشارہ سے کرے (شامی ص ۱۰۷ ج ۱)[1] یا بیٹھ جائے اور اشارہ سے سجدہ کرے، اور یہ بھی جائز ہے کہ بیٹھ کر پوری نماز اشارہ سے ادا کرے، اور فقہاء نے اس کو (بیٹھ کر اشارہ کرکے نماز پڑھنے کو کھڑے ہوکر پڑھنے کی بہ نسبت) افضل کہا ہے، سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو ملتقی الابحر میں ہے (وان قدر علی القیام وعجز عن الرکوع والسجود) اوعن السجود فقط (یؤمی قاعداً وهو افضل من الا یماء قائماً) لا ن القعود اقرب الی السجود وهو المقصود (ملتقی الا بحر) مجمع الا نهر میں ہے (قوله وان قدر علی القیام وعجز عن الرکوع والسجود یؤمی قاعداً) لان رکنیة القیام لکونه وسیلة الی السجود الذی هو نهایة التعظیم فسقط الوسیلة لسقوط الا صل (وهو) ای الا یماء قاعدا (افضل من الایماء قائماً) لکون رأسه فیه اقرب الی الارض قال شیخ الا سلام یؤمی للرکوع قائماً والسجود قاعداً وقال زفرو الشافعی یصلی قائما بالا یماء کذا فی التبیین (مجمع الا نهر شرح ملتقی الا بحر ص ۱۵۴، ص ۱۵۵، باب صلوة المریض)

مراقی الفلاح میں ہے (وان تعذر الرکوع والسجود) وقدر علی القعود لو مستنداً (صلی قاعدا بالا یماء) للرکوع والسجود برأسه ولا یجزیه مضطجعا (وجعل ایماء ه لا) براسه (للسجود اخفض من ایماء ه) براسه (للرکوع) وکذا لو عجز عن السجود وقدر علی الرکوع یؤمی بهما لان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم عاد مریضاً فرأ ه یصلی علی وسادة فاخذها فرمی بها

---

(۱) وفی الذخیرة رجل بحلقه خراج ان سجد سال وهو قادر علی الرکوع والقیام والقرأ ة یصلی قاعداً یؤمی ولو صلی قائما برکوع وقعد او ما بالسجود واجزاه والا ول لم یشرعا قربة بنفسها بل لیکونا وسیلتین الی السجود، باب صلاة المریض)

فاخذ عوداً لیصلی علیه فرمی به و قال صلی علی الارض ان استطعت والا فاوم ایماء واجعل سجودک اخفض من رکوعک.

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله صلی قاعداً بالایماء) او قائما به والاول افضل لانه اشبه بالسجود لکونه اقرب الی الارض وهو المقصود کذا فی التبیین وفی البحر ظاهر المذهب جواز الایماء قائما او قاعدا کما لا یخفی اھ قال الحلبی لو قیل ان الایماء قائما هو الافضل خروجاً من الخلاف یعنی خلاف من یشترط القیام عند القدرة علیه لکان موجها (قوله و کذا لو عجز عن السجود الخ) قال فی الفتح رجل بحلقه جراح لا یقدر علی السجود ویقدر علی غیره من الافعال یصلی قاعدا بالایماء ولو قام وقرأ ورکع ثم قعد وأومأ للسجود جاز والاول اولیٰ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۳۵ باب صلاة المریض)

درمختار میں ہے:۔ (ومنها القیام) ...... (فی فرض) ...... (لقادر علیه) وعلی السجود فلو قدر علیه دون السجود ندب ایماءه قاعداً وکذا من یسیل جرحه لو سجد وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحه اذا قام او یسلس بوله ...... الخ (درمختار) شامی میں ہے (قوله فلو قدر علیه) ای علی القیام وحده او مع الرکوع کما فی المنیة (قوله ندب ایماءه قاعداً) ای لقربه من السجود وجاز ایماءه قائماً کما فی البحر ...... الخ (قوله وکذا) ای یندب ایماءه قاعداً مع جواز ایمائه قائما لعجزه عن السجود حکماً لانه لو سجد لزمه فوات الطهارة بلا خلف واو مأ کان الایماء خلفاً عن السجود (درمختار و شامی ص ۴۱۴، ص ۴۱۵ ج ۱، باب صفة الصلوة) غایۃ الاوطار میں ہے لقادر علیه وعلی السجود قیام فرض ہے اس شخص پر جو قادر ہو قیام پر اور سجدہ پر فلو قدر علیه دون السجود ندب ایماءه قائما پھر اگر صرف قیام پر قادر ہو نہ سجدہ پر تو مستحب ہے اشارہ سے پڑھنا بیٹھ کر اس لئے کہ قیام ذریعہ ہے سجدہ کا جب اصل پر قدرت نہیں تو ذریعہ کو بھی ترک کرے طحطاوی نے کہا کہ اس مسئلہ میں اشارہ سے کھڑے ہو کر پڑھنا بھی جائز ہے وکذا من یسیل جرحه لو سجد اور اسی طرح اشارہ سے بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے اس شخص کو کہ اگر سجدہ کرے تو اس کا زخم بہنے لگے کیونکہ یہ شخص بھی گویا سجدہ سے عاجز ہے اس لئے کہ سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹتا ہے تو جب سجدہ ساقط ہوا تو قیام بھی ساقط ہوا۔ کذا فی الحلبی (غایۃ الاوطار ص ۲۰۶ ج ۱ ص ۲۰۷)

درمختار میں ایک اور مقام پر ہے (وان تعذرا) لیس تعذرهما بل تعذر السجود کاف (لا القیام اومأ قاعداً) وهو افضل من الایماء قائماً لقربه من الارض (ویجعل سجوده اخفض من رکوعه) لزوماً (درمختار) شامی میں ہے (قوله او ما قاعداً) لان رکنیة القیام للتوصل الی السجود فلا یجب دونه وهذا اولیٰ من قول بعضهم صلی قاعدا اذا یفترض علیه ان یقوم للقرأة فاذا جآء او ان الرکوع والسجود اومأ قاعداً کذا فی النهر اقول التعبیر یصلی قاعدا هو ما فی الهدایة والقدوری وغیرهما واما ما ذکره من افتراض القیام فلم اره لغیره فیما عندی من کتب المذهب بل کلهم متفقون علی التعلیل بان القیام سقط لانه وسیلة الی السجود بل صرح فی الحلیة بان هذه

المسئلة من المسائل التي سقط فيها وجوب القيام مع انتفاء العجز الحقيقي والحكمي اه ويلزم على ما قاله انه لو عجز عن السجود فقط ان يركع قائماً وهو خلاف المنصوص كما علمته آنفا نعم ذكر القهستاني عن الزاهدي انه يومي للركوع قائما وللسجود جالسا ولو عكس لم يجز على الاصح اه وجزم به الولوالجي لكن ذكر ذلك في النهر وقال الا ان المذهب الاطلاق اه اي يؤمي قاعدا او قائما فيهما فالظاهر ان ما ذكره هنا سهو فتنبه له (درمختار وشامی ص ۱۰۷ ج ۱ ،باب صلوة المريض)

غایۃ الاوطار میں ہے وان تعذرا ويجعل سجوده اخفض من ركوعه اگر رکوع اور سجدہ دونوں نہ ہوسکیں تو اشارہ کرے بیٹھ کر اور بیٹھ کر اشارہ سے پڑھنا افضل ہے کھڑے ہوکر اشارہ کرنے سے بسبب قریب ہونے بیٹھے ہوئے کے اشارہ کے زمین سے یعنی مشابہت سجدہ کی اس صورت میں زیادہ ہے اور کرے اپنے سجدہ کو زیادہ پست بہ نسبت رکوع کے بطور لزوم کے یعنی بدون اس کے سجدہ جائز نہ ہوگا۔ شارح نے کہا کہ رکوع اور سجدہ دونوں کا متعذر ہونا شرط نہیں بلکہ سجدہ کا نہ ہوسکنا اشارہ کے لئے کافی ہے نہ قیام کا متعذر ہونا۔ الخ (غاية الاوطار ص ۳۴۶ ج ۱)
فقط و اللہ اعلم بالصواب.

آنکھ کے آپریشن کے بعد نماز پڑھنے کا طریقہ:

(سوال ۱۹۴) میری آنکھ کا آپریشن ہوا ہے، رکوع و سجدہ کے لئے گردن جھکاتا ہوں تو آنکھوں میں ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے اور درد ہوتا ہے آنکھ سرخ ہوجاتی ہے، ایسی حالت میں رکوع و سجدہ کا میرے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر واقعی رکوع و سجدہ کرنے پر آنکھوں میں ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہو یا آنکھوں کو نقصان ہوتا ہو تو ایسی صورت میں بیٹھ کر نماز ادا کرسکتے ہیں، رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کریں، سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہونا چاہئے۔ مراقی الفلاح میں ہے وان تعسر كل القيام بوجود الم شديد صلى قاعدا بركوع وسجود (قوله بوجود الم شديد) كدوران رأس ووجع ضرس او شقيقة او رمد كما في القهستاني (طحطاوی علی مراقی الفلاح) اس کے بعد فرماتے ہیں (وان تعذر الركوع والسجود) وقدر على الركوع ولو مستنداً (صلى قاعداً بالا يماء) للركوع والسجود براء سه ولا يجزيه مضطجعا (وجعل ايماءه) برأسه (للسجود اخفض من ايمائه) برائسه (للركوع) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۳۵ باب صلوۃ المریض). فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

مؤذن کا معذوری کی وجہ سے اپنے لئے مصلی بچھانے پر اصرار کرنا:

(سوال ۱۹۵) ہمارے مؤذن صاحب کو پاؤں میں کچھ تکلیف ہے جس کی وجہ سے وہ قعدہ میں داہنا پاؤں بچھا کر نہیں بیٹھ سکتے، وہ پیر پھیلا کر اس طرح بیٹھتے ہیں کہ کافی جگہ رک جاتی ہے اور دوسرے مصلیوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس وجہ سے وہ امام صاحب کے پیچھے علیحدہ مصلی بچھانا چاہتے ہیں تاکہ لوگ مصلی کی پوری جگہ ان کے لئے چھوڑ دیں مگر اس

صورت میں صف کے درمیان خلاء رہتا ہے، صفوں میں اتصال نہیں ہوتا تو مؤذن صاحب کے لئے علیحدہ مصلی بچھانا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) احادیث میں صفیں سیدھی اور درست کرنے کی بہت ہی تاکید آئی ہے، ایک حدیث میں ہے۔

عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رصوا صفوفکم وقاربوا بینہا وحاذوا بالاعناق فوالذی نفسی بیدہ انی لاری الشیطان یدخل من خلل الصف کانہا الحذف رواہ ابو دائود. (مشکوۃ شریف ص ۹۸ باب تسویۃ الصفوف)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی صفوں کو درست کرو اور قریب قریب ہو کر کھڑے رہو اور کندھا کندھے کے برابر (محاذ میں) رکھو (یعنی کوئی بلند جگہ پر کھڑا نہ رہے بلکہ برابر جگہ پر کھڑے رہو تا کہ کندھے برابر رہیں) بان لا یقف احدکم فی کان ارفع من مکان آخر ولا عبرۃ بالاعناق انفسہا اذلیس علی الطویل ان یجعل عنقہ محاذیاً لعنق القصیر (التعلیق الصبیح ۲/۴۵) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں شیطان کو دیکھتا ہوں کہ وہ بکری کے بچہ کی طرح صفوں کے درمیان خالی جگہوں میں گھس جاتا ہے۔ (مشکوۃ شریف)

(۲) عن ابی مسعود الانصاری رضی اللّٰہ عنہ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یمسح منا کبنا فی الصلوۃ ویقول استوا ولا تختلفوا فتختلف قلوبکم. الی. قال ابو مسعود فانتم الیوم اشد اختلافاً رواہ مسلم. (مشکوۃ شریف ص ۹۸ باب تسویۃ الصفوف)

(۲) حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جماعت کھڑی ہونے کے وقت ہمارے کندھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے "سیدھے کھڑے رہو ورنہ تمہارے دل باہم مختلف ہو جائیں گے (اور اس کی وجہ سے آپس میں اختلاف پیدا ہوگا)۔ الی قولہ۔ راوی حدیث فرماتے ہیں" آج (اسی وجہ سے) تمہارے آپس میں شدید اختلاف ہے۔

(۳) عن النعمان بن بشیر رضی اللّٰہ عنہ قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یسوی صفوفنا...... ثم خرج یوماً حتی کادان یکبر فرأی رجلاً بادیاً صدرہ من الصف فقال عباد اللّٰہ لتسون صفوفکم اولیخالفن اللّٰہ بین وجوھکم رواہ مسلم (مشکوۃ شریف ص ۹۸ ایضاً)

(۳) حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو درست فرمایا کرتے تھے...... ایک دن آپ ﷺ تشریف لائے (اور) قریب تھا کہ آپ تکبیر کہیں کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صف سے اپنا سینہ باہر نکالے ہوئے ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" اللہ کے بندو! تم اپنی صفوں کو سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں کو ایک دوسرے کے مخالف کر دے گا (یعنی تم میں پھوٹ پڑ جائے گی)

(۴) عن انس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم سووا صفوفکم فان تسویۃ الصفوف من اقامۃ الصلوۃ متفق علیہ. (بخاری شریف، مسلم شریف) (ایضاً مشکوۃ شریف ص ۹۸)

(۴) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگو! نماز میں صفوں کو درست کیا کرو۔ کیونکہ صفوں کا سیدھا اور درست رکھنا ''اقامت صلوٰۃ'' میں سے ہے۔ (یعنی اچھی طرح نماز ادا کرنے کا ایک جزء ہے)

ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں، مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ صفیں بالکل سیدھی ہونا ضروری ہے۔ نمازی آگے پیچھے نہ ہوں، درمیان میں جگہ خالی نہ رہے۔

صورت مسئولہ میں مؤذن صاحب اگر حقیقت میں معذور ہوں، ان کے پیروں میں ایسی تکلیف ہو کہ جس کی وجہ سے وہ دوسرے مقتدیوں کی طرح مسنون طریقہ کے مطابق نہ بیٹھ سکتے ہوں، پیر پھیلا کر بیٹھنے کی وجہ سے درمیان میں جگہ خالی رہتی ہو تو ایسی صورت میں مؤذن صاحب صف کے ایک کنارے پر یا آخری صف میں کھڑے رہیں وہاں کھڑے رہنے سے بھی انشاء اللہ ان کو صف اول کا ثواب ملے گا، شامی میں ہے (تنبیہ) قال فی المعراج الافضل ان یقف فی الصف الآخر اذا خاف ایذاء احد قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من ترک الصف الاول مخافۃ ان یؤذی مسلما اضعف لہ اجر الصف الاول وبہ اخذ ابو حنیفۃ (شامی ص ۵۳۲ ج ۱، باب الامامۃ)

اس صورت میں مؤذن صاحب اقامت کے لئے کسی دوسرے شخص کو اجازت دے دیں یا جس جگہ مؤذن صاحب کھڑے ہوں اس جگہ سے بھی مذکورہ مجبوری کی وجہ سے اقامت کہہ سکتے ہیں، یا امام صاحب خود اقامت کہہ کر اپنے مصلی پر جا کر نماز پڑھائیں، مؤذن صاحب کے لئے مستقلاً مصلی بچھانے کی وجہ سے اگر درمیان میں جگہ خالی رہتی ہو، صفوں میں اتصال نہ رہتا ہو تو یہ کراہت سے خالی نہ ہوگا اور احادیث میں صفیں درست کرنے کی جو تاکید آئی ہے اس پر عمل کرنے کے لئے رکاوٹ بنے گا، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع وسجدہ کرنے سے ریح خارج ہو جاتی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۱۹۶) مجھے سخت ریاحی تکلیف ہے نماز میں جب رکوع اور سجدہ میں جانا ہوتا ہے اور پیٹ پر دباؤ پڑتا ہے تو پیٹ پر دباؤ کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، میں نماز کس طرح ادا کروں اس کی بڑی فکر رہتی ہے، احقر کی رہنمائی فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) پیٹ پر دباؤ آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو آپ اس طرح نماز ادا کریں کہ پیٹ پر دباؤ نہ آئے اور وضو کی حفاظت ہو سکے، اگر رکوع اور سجدہ کرنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہو تو آپ بیٹھ کر رکوع وسجدہ کا اشارہ کر کے نماز ادا کریں سجدہ کا اشارہ رکوع کی بہ نسبت زیادہ جھکا ہوا ہو۔

درمختار میں ہے (ومنھا القیام) ...... (فی فرض) ...... (لقادر علیہ) و علی السجود فلو قدر علیہ دون السجود ندب ایماؤہ قاعداً و کذا من یسیل جرحہ لو سجد وقد یتحتم القعود کمن یسیل جرحہ اذا قام او یسلس بولہ ...... الخ (درمختار مع ردالمحتار ج ۱ ص ۴۱۵، باب صفۃ الصلوٰۃ)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے قال فی الفتح رجل بحلقہ جراح لا یقدر علی السجود

ویقدر علی غیرہ من الا فعال یصلی قاعداً بالا یماء ولو قام وقرأ ورکع ثم قعدواوما للسجود جازو الا ول اولیٰ (ص ۲۳۵ باب صلوٰۃ المریض)فقط و اللہ اعلم ۔

بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کا بوقت رکوع زیادہ جھکنا:

(سوال ۱۹۷)اگر بیٹھ کر نفل نماز پڑھتے ہوئے رکوع میں اتنا جھک جائے کہ سجدہ کے قریب ہوجائے تو رکوع صحیح ہوگا یانہیں؟اورنماز کیسی ہوگی!میرے رکوع میں زیادہ جھکنے کی وجہ سے ایک شخص کو اعتراض ہے۔

(الجواب)حامداًومصلیاًومسلماً بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص رکوع اس طریقہ سے کرے کہ پیشانی اس کے دونوں زانوؤں کے مقابل آجائے۔ولو کان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبهته قدام رکبته لیصل الرکوع اھ (شامی ج ۱ ص ۴۱۶ باب صفة الصلاة)

اگر اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ جھکا جائے تب بھی رکوع صحیح اور نماز درست ہوجائے گی مگر قانون رکوع وہی ہے جو مذکور ہوا،شامی میں ہے قلت ولعله محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصوله باصول طأطأۃ الرأس ای مع انحناء الظهر (ایضاً)فقط و اللہ اعلم بالصواب ۹ محرم الحرام ۱۳۸۰ھ۔

باب ما يتعلق بالسفر و المسافر

امام اور مقتدی مسافر یا مقیم:

(سوال ۱۹۸) اگر مسافر نے مقیم کی اقتدا میں قصر ہی پڑھی تو مسافر کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) مسافر مقیم امام کی اقتداء کرے تو پوری پڑھے قصر کرے گا تو نماز نہیں ہوگی۔[1]

(سوال ۱۹۹) اگر امام مسافر تھا اور مقتدی مقیم تھا امام نے قصر کیا پھر مقتدی اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوئے تو باقی رکعت میں فاتحہ وسورۃ پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مقیم شخص مسافر امام کے سلام کے بعد اپنی باقی رکعتوں میں نہ سورۃ پڑھے نہ فاتحہ۔[2]

سفر میں سنت مؤکدہ کا حکم

(سوال ۲۰۰) فرض نماز کے علاوہ سنت موکدہ اور غیر موکدہ ونوافل میں قصر ہے یا نہیں؟ تشریح فرمائیں۔

(الجواب) سنن ونوافل میں قصر کا حکم نہیں ہے۔[3]

(سوال ۲۰۱) سفر میں سنتوں کا کیا حکم ہے؟ پڑھے یا چھوڑ دے؟

(الجواب) سنتوں کے لئے قصر کا حکم نہیں ہے۔ اتنی سہولت ہے کہ جاری سفر میں جب کہ اطمینان نہیں ہوتا ساتھیوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس وقت سنت چھوڑ دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے اور منزل پر جب کہ اطمینان ہوتا ہے ترک نہ کرنا چاہئے الفعل افضل حالة النزول و الترک حالة السير (كبيری ص ۵۰۶ فصل فی صلوة المسافر)

(سوال ۲۰۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید حج بیت اللہ کا ارادہ رکھتا ہے اور اپنے گھر سے یہی نیت کرے کہ مکہ شریف میں دو ماہ قیام کروں گا تو اس صورت میں زید کو راستہ میں نماز قصر کرنی ہوگی یا پوری؟

(الجواب) جو شخص مسيرة ثلاثه ايام (تقریباً ۴۸ میل) کے قصد سے نکلے وہ شرعی مسافر ہے اسے راہ میں قصر لازم ہے جب تک کسی ایک جگہ پندرہ روز قیام کی نیت سے ٹھیر نہ جائے قصر کرتا رہے لہذا دو ماہ مکہ معظمہ میں قیام کی نیت سے جانے والا ہندوستانی حاجی بھی راستہ میں قصر ہی کرے گا فقط۔[4] و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نماز قصر کرنے کے لئے کتنی مسافرت شرط ہے:

(سوال ۲۰۳) میں اپنے والد صاحب کے ساتھ ہانسوٹ میں مقیم رہا۔ ملازمت کی مدت میں جمبوسر ڈیڑھ برس بھی

---

(۱) وفی شرح الطحاوی ، ولو ان المسافر سلم علی رأس الرکعتین بعد ما اقتدیٰ بالا مام او افسد علی نفسه صلاته بالکلام أو غير ذلک لا يجب عليه قضآء الرکعتين الخ فتاوی تاتار خانية فی صلاة السفر.

(۲) وان صلی المسافر بالمقمين رکعتين مسلم واتم المقيمون صلاتهم كذا فی الهداية. صارو امنفردين كالمسبوق الا انهم لا يقرؤن فی الأ صح هكذا فی التبين. فتاویٰ هنديه صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۴۲.

(۳) ولا قصر فی السنن كذا فی المحيط ، ايضاً.

(۴) من خرج من عمارة موضع اقامة قاصدا مسيرة ثلاثة ايام ولياليها ... بالسير الوسط مع الا ستراحات المعتادة ... صلی الرباعی رکعتين وجوبا درمختار علی ... المحتار صلاة المسافر ص ۲۳۲ ج ۱ - ۲۳۵

ٹھیرتا ہوں۔ جمبوسر سے ہانسوٹ تقریباً اڑتالیس میل دور ہے تو اثنائے راہ میں قصر ہے یا نہیں؟

(الجواب) جب ہانسوٹ سے جمبوسر اڑتالیس میل پر واقع ہے تو جب جمبوسر کے قصد سے نکلے تو ہانسوٹ کی فناء (آبادی) چھوڑنے کے بعد مسافر ہو جائے گا اور قصر لازم ہو جائے گا۔ حوالہ بالا۔

(سوال ۱۷۴) دریافت ہے کہ چھ سات دن قیام کرتا ہوں پھر چلا جاتا ہوں تو ہانسوٹ میں قصر کروں یا نہ کروں کل ہانسوٹ سے چھ سات میل پر واقع ایک گاؤں گیا تھا وہاں میں نے قصر کیا اور امامت کرائی تو نماز صحیح ہوگئی یا اعادہ ضروری ہے؟

(الجواب) جب ہانسوٹ وطن اصلی ہے تو قصر کا حکم نہیں[1] اور ہانسوٹ سے چھ سات میل کی مسافت سے بھی قصر صحیح نہیں ہے۔ کرے گا تو گنہگار ہوگا اور قصر پڑھی ہوئی نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ چار رکعت والی نماز کی امامت کی ہو تو اعادہ واجب ہے مقتدیوں پر نماز کا اعادہ ہے۔ مسئلہ جانے بغیر امامت کرنا غلط ہے۔ امامت کی بڑی ذمہ داری ہے۔ غلطی کی خدا سے معافی طلب کرے۔ خدائے پاک معاف فرمانے والے ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نیت اقامت کی صحت کے لئے ایک ہی جگہ کی تعیین شرط ہے:

(سوال ۲۰۴) ایک مولوی دوست مدینہ سے تیسری ذی الحجہ کو مکہ تشریف لائے۔ وہ بیسویں ذی الحجہ کو اسٹیمر سے وطن آنے والے تھے اس بنا پر یہاں سولہ سترہ دن قیام کرنے والے تھے اس لئے نماز پوری پڑھتے تھے۔ منیٰ عرفات اور مزدلفہ میں بھی امام بن کر نماز پوری پڑھائی۔ لیکن ایک مولوی صاحب سے گفتگو کر کے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب مقیم نہیں ہو سکتے۔ وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ میں نے ایک اردو کی کتاب میں دیکھا ہے لیکن وجہ نہ بتا سکے۔ جب پندرہ دن سے زیادہ کی نیت کی ہے تو اتمام نہ کرے کیا وجہ ہے؟ قصر کیوں کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مولوی صاحب مسافر ہیں مقیم نہیں ہیں کہ مقیم ہونے کے لئے ایک ہی جگہ پندرہ دن کی اقامت کی نیت ضروری ہے اس صورت میں کہ منیٰ، عرفات اور مزدلفہ میں پانچ سات دن رہنا ہوگا یہ مقامات مکہ معظمہ سے اتنے فاصلہ پر ہیں کہ ایک جگہ کی اذان دوسری جگہ نہیں سنی جاتی لہذا ان کو الگ الگ مقام مانا جاتا ہے۔ یہ صاحب منیٰ وغیرہ میں پانچ چھ دن قیام کریں گے تو مکہ میں قیام کے لئے صرف گیارہ یا بارہ دن رہ جائیں گے۔ گیارہ بارہ دن کے قیام سے مقیم نہیں ہوتا لہذا وہ مسافر ہی ہیں۔ چار رکعت نہ پڑھ سکتے ہیں نہ پڑھا سکتے ہیں۔ (۲) اگر چار رکعت پڑھیں تو اگرچہ نماز ہو جائے گی مگر اس کا اعادہ ضروری ہوگا اور قصداً یہ بے ضابطگی موجب گناہ ہوگی البتہ اگر بھول کر چار رکعت پڑھ لیں تو سجدہ سہو کافی ہوگا۔ (ردالمحتار ج ۱ ص ۶۳۸ باب صلاۃ المسافر) لیکن مقتدی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ اس امام کی تیسری اور چوتھی رکعت نفل ہوگی۔ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ لانہ اقتداء المفترض بالمتنفل ردالمحتار ج ۱ ص ۵۴۱ ایضاً) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

---

(۱) وبطل وطن الاصلی بالوطن الاصلی اذا انتقل عن الاول باھلہ وما اذا لم ینتقل باھلہ ولکنہ استحدث اھلاً ببلدۃ اخری فلا یبطل وطنہ الاول فیتم فیھما ولا یبطل وطن الاصلی بانشاء السفر فتاویٰ ھندیہ صلاۃ المسافر ج ۱ ص ۱۴۲

(۲) قولہ لا بمکۃ ومنی ای لو نوی الاقامۃ بمکۃ خمسۃ عشر یوماً فانہ لا یتم الصلاۃ لأن الاقامۃ لا لکون فی المکانین وذکر فی کتاب المناسک ان الحاج اذا دخل مکۃ فی ایام العشر ونوی الاقامۃ نصف شھر لا یصح لأنہ لا بد لہ من الخروج الی العرفات فلا یتحقق الشرط بحر الرائق باب صلاۃ المسافر ج ۲ ص ۱۳۲

چھوٹا بڑا راستہ:

(سوال ۲۰۵) میرے گاؤں سے ایک عزیز کا مکان بیل گاڑی کی راہ سے چالیس میل دور واقع ہے اور ریل گاڑی کی راہ سے بچاس میل دور ہے ایک دو دن قیام کرتا ہوں تو نماز کا قصر لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں ریل گاڑی کے راستہ سے سفر کرے تو قصر کرنا ضروری ہے اور اگر بیل گاڑی کی راہ سے جائے تو قصر کا حکم نہیں۔ کہ تین منزل سے کم فاصلہ میں قصر کا حکم نہیں۔ (ردالمحتار ج۱ص ۷۳۰)[1] و اللہ تعالی اعلم بالصواب.

سفر کے احکام کب جاری ہوں گے:

(سوال ۲۰۶) بہشتی زیور ج۲ ص ۷۴ پر مسافر کی نماز کے قصر کرنے کے پہلے مسئلہ میں تحریر ہے کہ ایک یا دو منزل تک سفر کا حکم نہیں ہے تو دریافت یہ ہے کہ کیا تیسری منزل کی آغاز ہی سے ہے یعنی ۳۳ میل سے سفر کا حکم ہے کہ میں ۳۳ سے ۴۷ میل کا سفر کرتا ہوں اور کبھی ۴۸ میل کا تو سفر کا حکم کب ہے؟

(الجواب) جس جگہ کا قصد ہے وہ ۴۸ میل پر واقع نہ ہو تو سفر کا حکم نہیں۔ جب ۴۸ میل یا اس سے زیادہ مسافت کا قصد ہو تو شرعی مسافر ہے اور آبادی چھوڑنے پر سفر کے احکام جاری ہوں گے۔[2] فقط و اللہ اعلم بالصواب.

نصف مسافت سے واپس ہو جائے:

(سوال ۲۰۷) سفر میں گیا مگر تین منزل نہ پہنچا کہ واپسی ہوئی تو اثنائے سفر قصر کرے یا نہ کرے؟

(الجواب) اس صورت میں قصر نہیں کرے گا کیونکہ جب تین منزل سے پہلے واپس ہو گیا تو مسافر نہ رہا۔[3] فقط و اللہ اعلم بالصواب.

قصر کب کرے اور کب نہ کرے:

(سوال ۲۰۸) میرا وطن بھروچ ہے مگر ملازمت بمبئی میں ہے بمبئی سے پندرھویں چاند کو بھروچ پہنچا تین دن بمبئی میں رہا یہاں بارہ دن قیام کر کے عید کی تعطیل میں بھروچ جانا ہے تو قیام بمبئی کے بارہ دن میں نماز قصر کروں یا اتمام؟

(الجواب) اس صورت میں بارہ دن کے قیام کا عزم ہے تو قصر کا حکم لاحق ہوگا۔ پوری نماز نہیں پڑے گا۔[4] فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) ولو لموضع طریقان احدھما مدة السفر والآخر اقل قصر فی الاول لا الثانی)

(۲) قوله ومن جاوز بیوت مصره مریداً سیرا وسطا ثلاثة أیام فی برأ وبحراؤ جبل قصر فرض الرباعی بیان للموضع الذی یبدأ فیه القصر و لشرط القصر و مدته وحکمه بحر الرائق، باب المسافر ج۲ ص ۱۲۸.

(۳) لکن المذکور فی الشرح أنه یتم اذا سار اقل بمجرد العزم علی الرجوع وان لم یدخل مصره لانه نقض للسفر قبل الاستحکام ایضاً ص ۱۳۱.

(۴) اگر بمبئی میں دوران ملازمت کسی بھی وقت پندرہ دن قیام کی نوبت آئی ہو تو ایسی صورت میں بمبئی وطن اقامت بن چکا ہے جب تک وطن اقامت کو ترک نہیں کرے گا پوری نماز پڑھے گا فقط و اللہ اعلم بالصواب. کوطن الاقامة تبقی ببقاء الثقل وان أقام بموضع آخر بحر الرائق باب المسافر ص ۱۳۶.

اصلی وطن پہنچنے سے اتمام کا کیا حکم ہے :

(سوال ۲۰۹) جمبوسر میرا وطن ہے، تجارت کے لئے بمبئی میں قیام پذیر ہوں، شادی غمی کے موقعوں پر جمبوسر دو چار دن کے لئے جاتا ہوں اور وہاں سے پانچ سات میل دور کے گاؤں میں اپنے خویش واقارب کے پاس جاتا ہوں تو یہاں نماز اتمام ادا کروں یا قصر۔

(الجواب) آپ پوری نماز پڑھیں۔ جمبوسر آپ کا وطن اصلی ہے۔ وطن اصلی میں قصر نہیں ہوتا۔ جیسے ہی کوئی مسافر وطن اصلی میں پہنچ جاتا ہے مقیم بن جاتا ہے۔(۱) اب پانچ سات میل کی مسافت پر قصر نہیں (۲) البتہ اگر شرعی حد کے بموجب مسافت کے ارادہ سے روانہ ہو گئے تو حدود شہر سے نکلنے کے بعد قصر کرنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سے وطن اصلی میں آئے تو اثناء راہ قصر ہے یا اتمام :

(سوال ۲۱۰) میں وطن سے تقریباً ایک سو تیس میل دوری پر ملازمت کرتا ہوں جب وطن پہنچتا ہوں تب مجھے اثناء راہ دو نمازیں پڑھنی پڑھتی ہیں۔ وطن میں تو قصر نہیں راستہ میں قصر کروں یا نہ کروں؟ بعض قصر کا حکم دیتے ہیں اور بعض اتمام کا۔ لہذا بالتفصیل جواب دیں۔

(الجواب) اس صورت میں وطن آتے جاتے وقت راستہ میں قصر کرنا ضروری ہے۔ نور الایضاح میں ہے: ولا یزال یقصر حتیٰ یدخل مصرہ او ینوی اقامة نصف شهر ببلد او قرية . ترجمہ:۔ یعنی جب تک اپنے شہر میں داخل ہو یا کسی دوسرے شہر یا گاؤں میں پندرہ دن ٹھیرنے کی نیت کرے اس وقت تک قصر کرتا رہے گا۔ باب صلوٰۃ المسافر (ص ۱۰۸)

وطن اصلی، وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق:

(سوال ۲۱۱) میں پرتیج ضلع بھروچ کا رہنے والا ہوں۔ والدین وغیرہ وہاں ہیں فی الحال سون گڑھ ضلع سورت میں ملازم ہوں جو میرے وطن سے سو ۱۰۰ میل پر واقع ہے یہاں دو ۲ برس تک قیام کا ارادہ ہے، مکان کرایہ کا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ملازمت کے سلسلہ میں ضلع کے بعض مقامات میں سرکاری کام سے جاتا ہوں۔ اڑتالیس (۴۸) میل سے زیادہ سفر طے کرنا پڑتا ہے پھر سون گڑھ واپس آ کر دوبارہ جاتا ہوں تو اس درمیان میں دو چار دن کی نماز قصر کروں تو صحیح ہے یا نہیں؟ مثلاً ۲۰ جون ۱۹۶۸ء کو سورت کا ارادہ ہے تاریخ ۲۲ سے ۲۵ کے درمیانی ایام میں نماز قصر کروں تو صحیح ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب کہ آپ نے پرتیج چھوڑ کر سون گڑھ کو وطن اصلی نہیں بنایا تو آپ کا وطن اصلی پرتیج ہے اور سون گڑھ وطن اقامت ہے۔ ''نور الایضاح'' میں ہے۔ الوطن الا صلی هو الذی ولد فيه او

---

(۱) حتیٰ یدخل مصره او نوى الا قامة نصف شهر بلداً وقرية اى قصر الى غاية دخول المصر او نية الا قامة فى موضع صالح للمدة المذكورة فلا يقصر ، بحر الرائق باب المسافر ج ۲ ص ۱۳۱

(۲) وذكر الا سبيجابى المقيم اذا قصد مصرا من الا مصار وهو مادون سيرة ثلاثة ايام لا يكون مسافراً ايضاً ج ۲ ص ۱۲۹

تزوج اولم یتزوج وقصد التعیش لا الارتحال عنه ووطن الاقامة موضع نوی الاقامة فیه نصف شهر فما فوقه.

ترجمہ:۔یعنی وطن اصلی وہ ہے جہاں پیدا ہوا ہو یا جہاں شادی کی ہو یا جہاں زندگی بسر کرنے کا قصد کرلیا ہو اور وہاں سے چلے جانے کا ارادہ نہ ہو۔اور وطن اقامت وہ جگہ ہے جہاں آدھا مہینہ یا اس سے زیادہ مدت قیام کرنے کا ارادہ ہو(ص ۱۰۹ ...... ایضاً اعزازیہ)لہذا جب تم نے سون گڑھ سے اتنی مسافت کا قصد کیا جس پر قصر لازم ہوجاتا ہے تو تم شرعی مسافر ہوگئے اور جب تک کسی مقام پر پندرہ روز قیام کا ارادہ نہ کرو مسافر ہی رہوگے۔اب اگر سون گڑھ واپس آئے تو اگر پندرہ روز قیام کا ارادہ نہیں ہے تو یہاں بھی مسافر بھی رہوگے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا۔(۱)

''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے۔ولا یزال علیٰ حکم السفر حتی ینوی الاقامة فی بلدةٍ اوقریة خمس عشر یوماً اواکثر الباب الخامس عشرافی صلاة المسافر ج۱ ص ۱۳۹ یعنی جب تک کسی شہر یا قریہ میں پندرہ یوم یا اس سے زیادہ مدت تک اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک مسافر رہے گا۔

مسافر نے ظہر کی چار رکعت پڑھی:

(سوال ۲۱۲)مسافر نے دو۲ رکعت ظہر کی جگہ چار ادا کی تو کیا حکم ہے؟

(الجواب)عمداً چار رکعت پڑھنے والا گنہگار ہوگا اور نماز کا اعادہ ضروری ہے۔اگر چہ سجدۂ سہو بھی کرلیا ہو۔اس لئے کہ عمدا کی صورت میں سجدہ سہو کافی نہیں ہوتا اور اگر بھول سے چار رکعت پڑھی ہیں تو سجدۂ سہو کرنے سے دو۲ رکعت فرض اور دو۲ رکعت نفل ہوں گی۔بشرطیکہ دو۲ رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو۔ورنہ فرض باطل ہوجائے گا۔اور یہ چار رکعت نفل ہوں گی۔اس صورت میں سجدہ سہو بھی کرے۔''مالا بدمنہ'' میں ہے۔''آن شخص فرض چہارگانہ را دوگانہ گذارد واگر چہار رکعت کرد پس اگر بر دو رکعت قعدہ کردہ نماز ادا شود دو۲ رکعت فرض و دو۲ رکعت نفل شود و بسبب آمیزش نفل با فرض بزہ کار باشد و اگر سہواً این چنیں کرد بسبب تاخیر سلام سجدۂ سہو کند۔واگر بر دو رکعت ننشستہ است فرض او تباہ باشد و ہر چہار رکعت نفل شد و سجدۂ سہو کند۔(ص ۵۳)فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر نماز پوری پڑھے تو اعادہ ہے:

(سوال ۲۱۳)اگر مسافر بجائے قصر کے نماز پوری پڑھے تو کیا اعادہ ہے؟سجدۂ سہو کرنے یا نہ کرنے سے کچھ فرق ہوگا؟

(الجواب)مسافر کے لئے اصل فرض دو رکعت ہی ہیں چار رکعت کی دو۲ رکعت نہیں ہوئی۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بہ سند صحیح روایت ہے کہ اولاً دو رکعت فرض ہوئی تھی۔پھر قیام کی حالت میں دو رکعت بڑھا کر چار رکعت فرض کردی گئیں اور سفر کی حالت میں دو رکعت بدستور قائم رہیں۔یہ دو رکعت بظاہر تخفیف معلوم ہوتی ہیں۔اور اس بناء پر

---

(۱)جب سون گڑھ میں ایک مرتبہ پندرہ دن قیام کرلیا تو وہ وطن اقامت بن چکا ہے جب تک اس کو ختم کرکے کسی اور جگہ نہیں جائے گا تو وہ وطن اقامت ہی رہے گا لھذا جب سون میں داخل ہوجائے اگر چہ پندرہ دن سے کم رہنے کا ارادہ ہو مسافر نہیں رہے گا مکمل نماز پڑھے گا۔ کوطن الاقامة یبقی ببقآء الثقل وان اقام بموضع آخر بحر الرائق. باب المسافر ج۲ ص ۱۳۶ مرتب.

قصر کو رخصت اور رعایت کہا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اصل یہی ہے۔ پس جس طرح فجر کی دو رکعت کی بجائے چار رکعت پڑھنا غلط ہے۔ اسی طرح مسافر کے لئے ظہر۔ عصر اور عشاء کی دو ۲ رکعت کے بجائے قصداً چار رکعت پڑھنا مکروہ تحریمی اور گناہ کا باعث ہے۔ جس کا اعادہ ضروری ہے۔ سجدۂ سہو کافی نہیں ہے۔ البتہ اگر سہواً پڑھے تو گنہگار نہ ہوگا۔ اور سجدۂ سہو کرنے سے نماز صحیح ہو جائے گی۔ بشرطیکہ دوسری رکعت پر قعدہ کیا ہو اگر دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو جائے گا۔ اور چار رکعت نفل ہو گی۔ اس صورت میں سجدۂ سہو بھی کرنا ہوگا۔ ''مالا بد منہ'' میں ہے۔ اگر چہار رکعت کرد پس اگر بر دو رکعت قعدہ کردہ نماز ادا شود دو ۲ رکعت فرض و دو رکعت نفل شود و بسبب آمیزش نفل با فرض بزہ کار (گنہگار) باشد و اگر سہواً این چنیں کرد بسبب تاخیر سلام سجدۂ سہو کند و اگر بر دو رکعت نہ نشستہ است فرض او تباہ باشد و ہر چہار رکعت نفل شد و سجدۂ سہو کند۔ یعنی:۔ اگر چار رکعت پڑھی تو اگر دوسری رکعت پر قعدہ کر لیا تو دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل ہوں گی۔ اور فرض کے ساتھ نفل شامل کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ اور اگر سہواً ایسا کیا تو سلام میں تاخیر کرنے کی وجہ سے سجدۂ سہو کرے اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا ہو تو فرض باطل ہو گئے اور یہ چاروں رکعتیں نفل ہوں گی۔ اور سجدۂ سہو کرنا ہوگا (ص ۵۳) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے:

(سوال ۲۱۴) مجھے تسلیم ہے کہ وطن اقامت (سون گڑھ) سے جب شرعی سفر کا قصد کر کے باہر جاتا ہوں اس وقت میرا وطن باطل ہو جاتا ہے۔ اس لئے واپسی پر سون گڑھ میں اقامت کی نیت نہ کرو وہاں تک میرے لئے سون گڑھ وطن اقامت نہ ہوگا۔ کہ اس کو سفر کر کے باطل کر دیا ہے۔ جس کی بناء پر قصر کرتا ہوں۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ اس طرح پر قصر کرنا غلط ہے۔ جس سے شبہ ہوا۔ تین منزل سے زیادہ دور کی مسافت میں نماز قصر کی جاتی ہے آیا یہ فرض ہے یا واجب؟

(الجواب) تمہارا فعل صحیح ہے۔[۱] ''نور الایضاح'' میں ہے۔ " **ویبطل الا قامة بمثله وبالسفر و بالاصلی.** " ترجمہ:۔ وطن اقامت اپنے مثل یعنی وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے اور شرعی سفر سے اور وطن اصلی سے بھی۔ (ص ۱۰۹) مسافر کے لئے حکم شرعی ہے اور واجب ہے۔ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے۔ **والقصر واجب عندنا.** ترجمہ:۔ ہمارے نزدیک قصر کرنا واجب (ص ۱۳۹ ج ۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اصلی وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا:

(سوال ۲۱۵) میں اپنے وطن پر پہنچ کی حد میں پہنچنے کے بعد نماز قصر نہیں کرتا۔ تو یہ صحیح ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب استدلال کرتے ہیں۔ " **وطن اصلی به وطن اقامت باطل شود** " تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وطن اصلی میں قصر کرنا پڑے گا۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور اکرم ﷺ مکہ حج کیلئے تشریف لے جاتے تھے اس وقت قصر فرماتے تھے

---

(۱) یہ سوال درحقیقت اس سوال کا تتمہ ہے جو اس سے پہلے بعنوان وطن اصلی وطن اقامت اور شرعی سفر کی تحقیق سے گذرا ہے یہ جواب اس صورت میں درست ہوگا جب نوکری چھوڑ کر کسی اور جگہ سفر کرے اگر کسی کام کے سلسلے میں مسافت سفر پر کسی اور جگہ جاتا ہے اور دوبارہ سون آ جاتا ہے تو وطن اقامت ختم نہیں ہوگا اس کی دلیل اگلا سوال جس میں اس کو وہ (یعنی سائل) وطن اقامت قرار دے رہا ہے۔ اس کی وضاحت پہلے سوال میں ہو چکی ہے۔ مرتب۔

حالانکہ مکہ مکرمہ آنحضرت ﷺ کا وطن اصلی ہے۔
(الجواب) پربتیج آپ کا وطن اصلی ہے لہذا آبادی میں داخل ہوتے ہی آپ مقیم ہوگئے چاہے قیام کا قصد ہو یا نہ ہو۔ اب قصر کا حکم ختم ہوگیا۔ لہذا آپ کا قصر نہ کرنا صحیح ہے۔ مولوی صاحب کی دلیل" وطن اصلی به وطن اقامت باطل شود " غلط ہے۔ صحیح یہ ہے وطن اصلی باطل شود بہ وطن اصلی۔ اوراس کا مطلب یہ ہے کہ وطن اصلی جب باطل ہوتا ہے جب اس کو ترک کر کے اس کے بجائے دوسرے کسی مقام کو وطن اصلی بنالے۔ وطن اصلی سفر سے اور وطن اقامت سے باطل نہیں ہوتا۔ (مالابد منہ ص ۵۴) اور اگر پہلے وطن کو ترک نہیں کیا اور کاروبار کے سلسلہ میں کسی دوسری جگہ اس طرح ٹھیر گیا کہ اب وہیں زندگی گذارنے کا ارادہ ہے تو اس صورت میں وطن قدیم ہی وطن اصلی رہا اور یہ دوسرا مقام بھی وطن اصلی کے حکم میں ہوگیا۔ جہاں زندگی گذارنے کا ارادہ ہے۔ باقی یہ دلیل کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ میں وطن اصلی ہونے کے باوجود قصر کیا یہ قطعاً غلط ہے۔ بلکہ شرعی مسافر ہونے کی وجہ سے قصر فرمایا۔

ان مولوی صاحب نے ہجرت کے معنی پر توجہ نہیں فرمائی۔ ہجرت کا مطلب ہی یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ معظمہ کی وطنیت ترک فرمادی تھی۔ مکہ معظمہ میں دوبارہ قیام کا ارادہ تو درکنار آپ یہ بھی اچھا نہیں سمجھتے تھے کہ کسی مہاجر کی وفات مکہ معظمہ میں ہو۔ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ مہاجر تھے وہ مکہ معظمہ میں کسی ضرورت سے تشریف لائے تھے وہاں ان کی وفات ہوگئی تو آنحضرت ﷺ افسوس کیا کرتے تھے (بخاری شریف ص ۵۶۰)(۱)

جو مہاجر حج کے لئے آتے تھے ان کے لئے آپ کی ہدایت یہ تھی کہ آخری طواف کے بعد تین دن سے زیادہ قیام نہ کریں۔ (بخاری شریف ص ۵۶۰)(۲) فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب .

وطن اقامت سفر سے باطل ہوجاتا ہے:

(سوال ۲۱۶) ایک آدمی انڈیا سے مدرس بن کر رے یونین کے ایک گاؤں میں آئے ہیں اور یہ مدرس یہاں چار برس سے ہیں۔ اب وہ پچاس ساٹھ میل کا سفر کر کے سینٹ ڈینس (SAINT DENIS.) گاؤں میں پہنچے ہیں اور وہاں دو چار دن مسافر کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ پھر وہاں سے دو چار مہمانوں کو لے کر اپنے گاؤں میں آتے ہیں۔ لیکن انہوں نے سینٹ ڈینس سے نکلتے وقت یہ ارادہ کیا تھا کہ اپنے گاؤں دو۲ دن مہمانوں کے ساتھ رہیں گے۔ دو چار دن گاؤں کے قرب وجوار میں مہمانوں کے ساتھ دورہ کریں گے تو یہ مدرس سینٹ ڈینس سے ایسے ارادہ سے نکلے ہیں تو اپنے گاؤں میں جاکر وہ مسافر ہیں یا مقیم ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ اطراف میں پھرنے کا قصد ہے۔ اس لئے وہ مسافر ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ تین سال کی پروانگی سے آئے ہیں اس لئے یہ گاؤں ان کا وطن ہے۔ تو صحیح کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں مدرس صاحب مقام ملازمت سے پچاس ساٹھ میل کی مسافت کے ارادے سے نکلے ہیں تو وہ شرعی مسافر بن گئے اور وطن اقامت باطل ہوگیا۔" مالا بدمنہ" میں ہے۔" وطن اقامت ہم بوطن اقامت باطل شود وہم بہ بوطن اصلی وہم بہ سفر۔ ترجمہ۔ وطن اقامت وطن اقامت سے باطل ہوجاتا ہے۔ اور وطن اصل اور سفر

---

(۱) اللهم مض لأصحابي هجرتهم ولا تردعلى اعقابهم لكن البأس سعد بن خولة يرثى له رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يتو في بمكة باب قول النبي صلى الله عليه وسلم اللهم امض لأصحابي هجرتهم ومر ثيته لمن مات بمكة)
(۲) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلث للمهاجرين بعد لصدر، باب الاقامة المهاجر بمكة بعد قضاء نسكه)

سے بھی (وطن اقامت) باطل ہوجاتا ہے (ص ۵۴) اب واپس آنے کے بعد اس گاؤں میں پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو اور اس اثناء میں دوسری جگہ جاکر ایک دو دن قیام کا ارادہ بھی ہو جیسا کہ سوال میں ہے تو مقیم نہ ہوں گے مسافر ہی مانے جائیں گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی مقیم ہوجائے گا:

(سوال ۲۱۷) گودھرا سے سورت جانا ہوا۔ (تقریباً سوا سو میل) پراسی روز سورت سے گودھرا ہوتے ہوئے لوناواڑہ جانا تھا (جو تقریباً گودھرا سے ۳۵ میل دور ہے) تو ظہر و عصر لوناواڑہ میں قصر کرنا چاہئے تھا یا نہیں چونکہ گودھرا کی بستی سے ہم بہ نیت سفر گذرے تھے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر گودھرا آپ کا وطن اقامت ہو تو لوناواڑہ میں ظہر و عصر قصر کرنا لازم تھا۔ اور اگر گودھرا وطن اصلی ہو تو گودھرا میں داخل ہوتے ہی مقیم ہوگئے چاہے نیت سفر ہی کی ہے اب گودھرا سے لوناواڑہ کے سفر سے آپ شرعی مسافر نہیں ہوئے۔ لہٰذا نماز پوری پڑھنی ضروری ہے۔

الثانی ان یدخل وطن الا صلی ولو بنیة السفر فیتم حتی لو خرج عنه فتذکر حاجته قبل ان یسیر ثلثة ایام ترجع لها لزمه الا تمام من حین توجه راجعاً .(زاد الفقیر ص ۱۲۹) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

مقیم، مسافر امام کی اقتداء کرے تو قراءت کا کیا حکم ہے :

(سوال ۲۱۸) مقیم، مسافر امام کی اقتداء میں ظہر۔ عصر اور عشاء کی نمازیں ادا کرے تو امام کے سلام کے بعد دو۲ رکعتیں کس طرح ادا کرے؟ یعنی قراءت پڑھے یا بلاقراءت ادا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں بلاقراءت ہی دو رکعت ادا کرے۔ و لا یقرء المقیم فیما یتم. (زاد الفقیر ص ۷۰) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

حالت سفر میں سنتوں کا حکم:

(سوال ۲۱۹) چند روز ہوئے ریل گاڑی میں مغرب کی نماز جماعت سے پڑھی، اس کے بعد میں نے سنت اور نفل پڑھی، اس لئے کہ سہولت تھی مگر میرے ساتھیوں نے نہیں پڑھی اور کہا کہ سفر میں سنت نفل کے درجہ میں ہے اور نفل پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ بحالت سفر صرف فرض نمازوں میں قصر ہے باقی سنت اور نفل اگر موقع ہو تو پوری پڑھنی چاہئے، آپ تحریر فرمائیں کہ سفر میں سنت و نوافل کا کیا حکم ہے؟ پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (از بمبئی)

---

(۱) حضرت مفتی صاحب سے سبقت قلمی ہوئی ہے یہ مدرس جب تک رے یونین کے گاؤں میں مدرس بن کر رہے گا، وطن اقامت ہی کہلائے گا، رے یونین کے گاؤں سے کسی اور جگہ جو مدت سفر پر ہو کسی غرض سے جائے اور دوبارہ رے یونین کے گاؤں آئے تو ہو تو چونکہ وطن اقامت میں پہنچا ہے اگر چہ پندرہ دن سے کم کے لئے ہو۔ مسافر نہیں رہے گا مکمل نماز پڑھے گا لما فی البحر کوطن الا قامة یبقی ببقآء الثقل و ان اقام بموضع آخر باب المسافر ۲/۱۳۶ ہاں رے یونین کے گاؤں سے نوکری چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا جائے تو ختم ہوجائے گا۔

(الجواب) وباللہ التوفیق۔ سنتوں میں قصر نہیں ہے، اطمینان کی حالت ہو، جلدی نہ ہو، ساتھیوں سے الگ ہو جانے کا ڈر نہ ہو، اور ساتھیوں کو انتظار کرنے کی زحمت بھی نہ ہو تو مؤکدہ سنتیں خصوصاً فجر کی اور مغرب کے بعد کی سنت نہ چھوڑے، ہاں اگر اطمینان نہ ہو تو نہ پڑھے بعض کے نزدیک اطمینان ہو تب بھی مؤکدہ سنتیں ترک کرنا جائز ہے لیکن مختار یہ ہے کہ نہ چھوڑے، ولا قصر فی السنة کذا فی محیط السرخسی و بعضهم جوزوا للمسافرین ترک السنة والمختار انه لا یأتی بها فی حال الخوف ویأتی بها فی حال القرار والا من هکذا فی وجیز الکردری (فتاویٰ عالمگیری ج ص ۸۹)(ویأتی) المسافر (بالسنن) ان کان (فی حال امن وقرار والا) بان کان فی خوف وفرار (لا) یأتی بها هو المختار الخ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۴۲ باب صلاة المسافر) والا فضل ان یأتی بسائر السنن الا حال السیر کذا قالوا (رسائل الا رکان ص ۱۴۴ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

مسافت شرعی سے پہلے ہی واپسی کا ارادہ کرلیا:

(سوال ۲۲۰) سورت سے بمبئی جانے کے ارادہ سے نکلا ابھی نوساری ہی تک (تقریباً تیس میل) گیا تھا کہ واپسی کا ارادہ ہو گیا تو اب یہ شخص مسافر رہا یا مقیم بن گیا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسافت سفر شرعی (۷۷ کلومیٹر اور ۲۴۷ میٹر) طے کرنے سے پہلے ہی سفر موقوف کر کے واپسی کا ارادہ کرلیا یا اس جگہ پندرہ روز قیام کی نیت کرلی تو اب وہ مسافر نہیں رہا، نماز پوری پڑھے، سفر مستحکم نہ ہونے کی وجہ سے قصر جائز نہیں۔ اما اذا لم یسر ثلثة ایام فعزم علی الرجوع او نوی الا قامة یصیر مقیماً وان کان فی المفازة فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۸۹ الباب الخامس عشرفی صلاة المسافر) زادالفقیر میں ہے ۔حتی لو خرج عنه (ای الو طن الا صلی) فتذکر حاجته قبل ان یسیر ثلثة ایام فرجع لها لزمه ا الاتمام من حین توجه راجعاً (زاد الفقیر ص ۱۶۸)

اور اگر مسافت سفر طے کر لینے کے بعد واپس ہوا تو وہ مسافر ہی رہے گا تاوقتیکہ وطن نہ پہنچ جائے یا کسی جگہ پندرہ روز رہنے کی نیت نہ کرے (حتی یدخل موضع مقامه) ان سار مدة السفر والا فیتم بمجرد نیة العود لعدم استحکام السفر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۳۲ باب صلاة المسافر)

ولا یزال علی حکم السفر حتی ینوی الا قامة فی بلدة او قریة خمسة عشر ماً او اکثر کذا فی الهدایة هذا اذا سار ثلاثة ایام اما اذا لم یسر الخ (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۹ الباب الخامس عشر فی صلاة المسافر) اور " غایة الا وطار ترجمه درمختار " میں ہے۔ صورت مسئلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص بارادۂ سفر چار منزل کے اپنے شہر سے نکلا، اور دو منزل جا کر پھرنے کی نیت کی تو اس صورت میں اسی وقت سے نماز پوری پڑھے اور اگر تین منزل جا کر پھرے تو اپنے شہر میں آنے تک قصر کرے، شامی نے کہا ہے کہ جیسے ابتداء قصر کے لئے شہر سے نکلنا شرط ہے ویسے ہی بقاء قصر کے لئے مدت سفر کا پورا ہو جانا شرط ہے (غایة الاوطار ص ۳۶۱ ج ۱) (ہدایہ اولین ص ۱۴۶) فقط واللہ اعلم۔

وطن اقامت صرف نیت سفر سے باطل نہیں ہوتا:

(سوال ۲۲۱) سورت سے بمبئی بیس روز قیام کے ارادہ سے گیا اور وہاں پہنچ کر بھی پندرہ روز سے زیادہ اقامت کی نیت کر لی مگر ہفتہ عشرہ ہی میں کام پورا ہو گیا اور واپسی کی نیت کر لی تو روانگی سے پہلے بمبئی میں جو نماز پڑھے (مثلاً ظہر عصر) تو قصر کرے یا پوری پڑھے؟ بینوا توجروا۔ از سورت۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً:۔ یہ شخص مقیم ہو گیا تھا اور بمبئی وطن اقامت بن چکا تھا، اس لئے صرف نیت بدلنے سے وطن اقامت باطل نہ ہوگا، تاوقتیکہ سفر شروع کر کے مسافر شرعی نہ بن جائے، یعنی بمبئی کی آبادی سے باہر نہ ہو جائے، آبادی چھوڑنے کے بعد سفر کے احکام لاحق ہوں گے (ویبطل وطن الاقامة بمثله و) بانشاء السفر (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۴۳ باب صلاة المسافر) ہدایہ میں ہے ولهذا يصير المسافر مقيما بمجرد النيةولا يصير المقيم مسافر ابالنية الا بالسفر (هدايه اولين ج ۱ ص ۱۶۷ كتاب الزكوة) بخلاف المقيم حيث لا يصير مسافراً بالنية لان السفر انشاء الفعل فلا يصير فاعلاً بالنية (الاختيار)(شرح المختار ج ۱ ص ۸۰ صلاة المسافر) فقط و الله اعلم بالصواب

دوسرا وطن اقامت مسافت شرعی پر نہ ہو تو پہلا وطن اقامت باطل ہوگا یا نہیں:

(سوال ۲۲۲) احقر کا وطن سورت ہے، دیوبند بغرض تعلیم پورے سال مقیم رہا، پھر رمضان المبارک کا پورا مہینہ سہارنپور میں حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی خدمت اقدس میں گذارا، اس کے بعد یکم شوال کو دیوبند پہنچا اور یہاں دو تین روز رہ کر سورت سفر کا ارادہ ہے، تو سوال یہ ہے میں دیوبند میں اتمام کروں یا قصر؟ منشاء سوال یہ ہے کہ وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے تو ان کے درمیان مسافت سفر ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

نوٹ:۔ دیوبند اور سہارنپور کے درمیان مسافت سفر شرعی نہیں ہے ۱۲۔

(الجواب) وطن اقامت، وطن اقامت سے باطل ہو جاتا ہے چاہے ان دونوں کے درمیان مسافت شرعی ہو یا نہ ہو، لہذا جب آپ یکم شوال کو دیوبند پہنچے اور دو تین روز قیام کر کے سورت سفر کا ارادہ ہے تو آپ مسافر ہیں (اس لئے کہ دیوبند وطن اقامت باطل ہو چکا ہے) نماز قصر پڑھتے رہیں۔ ویبطل وطن الاقامة بمثله (قوله بمثله) ای سواء كان بينهما مسيرة سفر اولا. قهستانی (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۴۳ باب صلاة المسافر)(الجوهرة النيرة ج ۱ ص ۸۸ ايضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

قیدی نماز کب قصر کرے:

(سوال ۲۲۳) بعد سلام مسنون! احقر کے بڑے بھائی کو حکومت وقت نے "میسا" کے تحت جیل میں بند کر دیا ہے اور ان کے ساتھ پچاس ساٹھ مسلمان بھی ہیں، ان کی حالت یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے دنوں کے بعد ایک جیل سے دوسری جیل میں منتقل کر دیا جاتا ہے اور یہ بھی کچھ معلوم نہیں کہ ان کو کب رہا کیا جائے گا تو ایسی حالت میں وہ مسافر ہیں یا نہیں؟ اگر کبھی یہ ظن غالب ہو جائے کہ ایک جگہ ہم کو پندرہ یا پندرہ دن سے زیادہ رکھا جائے گا تو اس وقت وہ مسافر ہیں

یا مقیم؟ اگر اس وقت وہ شرعی اعتبار سے مسافر ہوں اور انہوں نے نماز میں قصر نہیں کیا تو ان نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں؟ اور جیل میں بعض قیدی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی قید کی مدت متعین ہوتی ہے اور جیل متعین ہوتا ہے تو وہ نماز پوری پڑھیں یا قصر کریں؟ اور قصر کن نمازوں میں ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) قیدی کو اگر اڑتالیس میل یا اس سے دور لے جایا گیا تو اس پر قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھے، قصر لازم ہونے کے باوجود غلطی سے نماز پوری پڑھ لی اور دورکعت پر قعدہ کیا ہے تو فرض ادا ہو گیا مگر سجدۂ سہو لازم ہے اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے اور اگر قعدہ کرنا بھول گیا تو سرے سے نماز ہی نہ ہوگی ۔جیلر نے اگر مدت قید پندرہ یا پندرہ روز سے زیادہ متعین کردی ہو کہ اب تم کو یہاں پورے پندرہ روز رہنا ہے تو نماز پوری پڑھے ورنہ قصر کرے، اپنے گمان کا کچھ اعتبار نہیں ،ظہر ،عصر اور عشاء کی فرض نمازوں میں قصر واجب ہے، فجر ،مغرب اور نماز وتر میں قصر نہیں ہے اور اسی طرح سنن میں بھی قصر نہیں ہے۔

ویشترط الصحة نية السفر ثلاثة اشياء الا ستقلال بالحكم الخ (قوله الا ستقلال بالحكم) ای الا نفراد بحكم نفسه بحيث لا يكون تابعاً لغيره فی حكمه (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۴۶ باب صلاة المسافر) اور صاحب مراقی الفلاح نے ''تابع'' میں اسیر (قیدی) کو شمار کیا ہے۔فرماتے ہیں۔ والتابع كالمرأة مع زوجها الی قوله . والا سير (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۴۶ ایضاً) فيقتصر المسافر الفرض الربائی فلا قصر للثنائی والثلاثی ولا للوتر ولا فی السنن (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۴۵ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب .

وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں یا نہیں :

(سوال ۲۲۴) احقر کا وطن اصلی راندیر ہے، اس کی بعد بمبئی مستقل قیام کے ارادے سے راندیر سے منتقل ہوا اور اب آج کل حیدرآباد کاروبار کے سلسلے میں مقیم ہوں ،اب اگر میں بمبئی دو چار روز قیام کی ارادے سے جاؤں تو نماز قصر پڑھوں یا پوری؟ اسی طرح احقر کی اہلیہ جن کا وطن اصلی راندیر ہے اور میرے ہمراہ یہی حیدرآباد میں مقیم ہیں وہ اگر راندیر جائیں تو کیا کریں؟ وطن اصلی دو ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) راندیر کے وطن اصلی ہونے میں کوئی کلام نہیں ،اب اگر اسے بالکل چھوڑ دیا ہو اور کوئی تعلق نہ رہا ہو اور حیدرآباد کو ہمیشہ رہنے کی غرض سے وطن اصلی بنالیا ہو تو راندیر وطن اصلی باطل ہو گیا اور جب بھی راندیر بطور مہمان یا کسی ضرورت سے آنا ہو اور پندرہ روز سے کم رہنے کا ارادہ ہو تو قصر لازم ہے ورنہ نماز پوری پڑھنا ہوگی ،بمبئی کا بھی یہی حکم ہے، اور اگر راندیر کو وطن اصلی قائم رکھتے ہوئے حیدرآباد یا بمبئی کو ہمیشہ رہنے کی نیت سے وطن اصلی بنالیا ہو تو دونوں مقام (راندیر اور بمبئی یا راندیر اور حیدرآباد) وطن اصلی ہوں گے، وطن اصلی متعدد ہو سکتے ہیں اور اگر ہمیشہ رہنے کی غرض سے حیدرآباد یا بمبئی کو وطن اصلی نہیں بنایا ہے اور راندیر سے تعلقات ختم نہیں کئے ہیں تو راندیر وطن اصلی ہے اور حیدرآباد

اور بمبئی وطن اقامت۔ جو حکم آپ کے لئے ہے وہی آپ کی اہلیہ کے لئے بھی ہے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہوجاتا ہے:

(سوال ۲۲۵) میرا وطن اصلی کفلیتہ ہے، بوڈھان ضلع سورت میں ملازمت کرتا ہوں، ایک مرتبہ میں بوڈھان سے بارڈولی جانے کے ارادہ سے نکلا اور یہ بوڈھان سے تقریباً ۵۰۔۶۰ میل دور ہے پہلے سورت آیا (کہ سورت ہوتے ہوئے جانے کا ارادہ تھا) پھر بارڈولی گیا، وہاں اپنا کام کر کے سورت ہوتا ہوا بوڈھان پہنچا۔ بوڈھان میں دو تین دن قیام کر کے پھر سورت جانے کا ارادہ ہے، اس مرتبہ بوڈھان میں قیام کے دوران نمازوں میں قصر کروں یا اتمام؟ میرا گمان یہ ہے کہ مجھے نمازوں میں قصر کرنا چاہئے، اس لئے کہ بوڈھان میرا وطن اقامت ہے اور وطن اقامت سفر شرعی سے باطل ہوجاتا ہے مگر میرے ایک ساتھی کہتے ہیں کہ اتمام کرنا چاہئے، آپ جواب عنایت فرمائیں کہ میں کیا کروں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب آپ مقام ملازمت (بوڈھان ضلع سورت) سے پچاس ساٹھ میل کے ارادہ سے نکل گئے تو شرعی مسافر بن گئے اور آپ کا وطن اقامت اس سفر سے باطل ہوگیا، مراقی الفلاح میں ہے۔ و یبطل وطن الا قامة بمثله ویبطل ایضاً بانشاء السفر وبا لعود للوطن الا صلی (ص ۲۴۹) "مالابدمنہ" میں ہے۔ وطن اقامت ہم بوطن اقامت باطل شود، ہم بوطن اصلی و ہم بہ سفر (مالابدمنہ ص ۵۴)

اب بوڈھان واپس پہنچنے کے بعد پندرہ دن قیام کا ارادہ نہ ہو اور اس درمیان دوسری جگہ جانے کا ارادہ ہو جیسا کہ سوال میں مذکورہ ہے تو آپ مسافر رہیں گے اور نماز میں قصر کرنا ہوگا[2] مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ جلد پنجم ص ۱۷۱، ص ۱۷۲ اردو فقط واللہ اعلم۔

محض کسی جگہ شادی کرنے سے وہ جگہ وطن اصلی بن جاتی ہے :

(سوال ۲۲۶) ایک شخص نے ایک جگہ شادی کی اور ابھی وہ دوسری جگہ رہتا ہے جو اس کی سسرال سے مسافت شرعی پر ہے، یہ شخص گاہے گاہے اپنی سسرال جاتا ہے، جب یہ سسرال جائے تو نماز میں قصر کرے یا اتمام؟ اسی طرح شادی کے بعد عورت اپنی سسرال میں کیا کرے؟ اور اپنے میکہ جائے تو کیا کرے؟ اتمام یا قصر؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) شادی کے بعد دلہن رخصت ہوکر شوہر کے گھر آئے اور وہاں مستقل قیام کرلے تو نماز پوری پڑھے، اسی طرح ماں باپ کے یہاں جائے تب بھی اتمام کرے جب کہ اس نے میکہ کو بالکل نہ چھوڑا ہو، اور شوہر سسرال جائے تو قصر کرے ہاں بیوی کے ساتھ سسرال میں رہنا اختیار کرلے تو نماز پوری پڑھے، فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔ المسافر

---

(۱) وطن الا صلی هو وطن الا نسان فی بلدتهو بلدة أخری أخذها داراً و توطن بها مع اهله وولده ولیس من قصده الا رتحال عنها بل التعیش بها وهذا الوطن یبطل بمثله لا غیرهو ان یتطو طن فی بلدة أخری و ینقل الا هل الیها فیخرج الاول من ان یکون وطنا اصلیا حتی لو دخله مسافرا لا یتم قید نا بکونه انتقل عن الا ول باهله لأ نه لو لم ینتقل بهم ولکنه استحدث اهلا فی بلدة أخری فالا ول لم یبطل ویتم فیها الخ بحر الحرائق با ب المسافر ج۲ ص ۱۳۶ وتعتبر نیة الاقامة والسفر من الا صل کالزوج والمولیٰ والامیر دون التبع کالمرأة والعبد والجندی. مراقی الفلاح علی حاشیه طحطاوی باب صلاة المسافر ص ۲۳۱.

(۲) اتمام کرے گا وضاحت پہلے ہوچکی ہے۔ مرتب

اذا جاوز عمران مصره (الی قوله) ان کان ذلک وطناً اصلیا بان کان مولده و سکن فیه او لم یکن مولده ولکنه تاهل به وجعله داراً (ج ۱ ص ۷۸ اباب صلاة المسافر)

اس عبارت میں کان مولده کے بعد وسکن فیه کی قید ہے اور تأهل به کے ساتھ وجعله داراً کا اضافہ ہے، اس کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

مسافر نے غلطی سے چار رکعت پڑھادیں:

(سوال ۲۲۷) کڑی سے ایک مولوی صاحب ہمارے یہاں احمد آباد آتے رہتے ہیں اور وقتاً فوقتاً نماز بھی پڑھاتے ہیں، ایک مرتبہ سورت اور بمبئی کے سفر کے ارادے سے احمد آباد پہنچے اور سابق عادت کے موافق آپ نے امامت کی اور چار رکعت پڑھائیں، قعدۂ اخیرہ میں ان کو اپنا مسافر شرعی ہونا یاد آ گیا تو سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کی تو کیا مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگئی یا ان پر نماز کا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مولوی صاحب اور مسافر مقتدیوں کی نماز صحیح ہوگئی، لیکن مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوئی، اس لئے کہ پچھلی دو رکعتیں مسافر امام کے حق میں نفل تھیں اور مقیم مقتدیوں کے حق میں فرض، اور یہ قاعدہ ہے کہ متنفل (نفل پڑھنے والے) کے پیچھے مفترض (فرض پڑھنے والے) کی اقتداء صحیح نہیں، شامی میں ہے۔ (قوله لم يصر مقيماً) فلو اتم المقيمون صلاتهم معه فسدت لانه اقتداء المفترض بالمتنفل ظهيرية (شامی ج ۱ ص ۷۴۱ باب صلوة المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

سوال میں درج شدہ مختلف صورتوں کا حکم:

(سوال ۲۲۸) میں بلساڑ کا باشندہ ہوں، کاروبار بمبئی میں ہے، اس لئے بمبئی میں ایک کمرہ کرایہ پر لے رکھا ہے، پیر سے لے کر جمعہ تک پانچ دن بمبئی میں رہتا ہوں، سنیچر اور اتوار کے دن اپنے وطن بلساڑ میں گذارتا ہوں، اب سوال یہ ہے۔

(۱) پیر سے جمعہ تک بمبئی میں قیام کے دوران جماعت اکثر فوت ہوجاتی ہے، اس لئے تنہا کمرہ پر نماز ادا کرتا ہوں، تو نمازوں میں قصر کروں یا اتمام؟

(۲) سنیچر کے روز جب گھر آتا ہوں تو راستہ میں قصر کروں یا اتمام؟

(۳) سنیچر اور اتوار کے روز میں اپنے گھر (وطن) میں رہتا ہوں مجھے یہاں قصر کرنا ہے یا اتمام؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلی اور دوسری صورت میں آپ نمازوں میں قصر کریں کہ آپ مسافر ہیں اور تیسری صورت میں نماز پوری پڑھیں کہ بلساڑ آپ کا وطن اصلی ہے اور وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی آدمی مقیم ہوجاتا ہے، اس لئے اتمام ضروری ہے۔[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) واذادخل المسافر مصره اتم الصلاة وان لم ينوا لمقام فيه سواء دخل نية الا حتياز أو دخله لقضاء حاجة لان مصره متعين للاقامة فلا يحتاج الى النية جو هرة النيرة ج ۱ ص ۱۰۴ باب صلاة المسافر

روزانہ ملازمت کے سلسلے میں پچاس میل جائے تو مسافر ہوگا

(سوال ۲۲۹) میں سرکاری روڈویز میں ملازم ہوں، ایس، ٹی، بس ڈیپو میرے وطن اصلی سے پچاس میل دور ہے، میں روزانہ اپ ڈاؤن (آمدورفت) کرتا ہوں، جب میں اپنی ملازمت کی جگہ پہنچوں تو نمازوں میں قصر کروں یا پوری پڑھوں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں وطن اصلی میں نماز پوری پڑھے اور جب وطن سے اڑتالیس میل دور جانے کے ارادہ سے نکلے تو راستہ میں (آتے جاتے ہوئے) اور وہاں پہنچ کر بھی قصر کرے۔[۱] فقط و اللہ اعلم بالصواب .

ٹرک ڈرائیور کب مسافر بنے گا

(سوال ۲۳۰) ایک شخص ٹرک ڈرائیور ہے وہ ہمیشہ ٹرک لے کر ایک شہر سے دوسرے شہر، دوسرے شہر سے تیسرے شہر جاتا رہتا ہے اور کسی بھی جگہ ایک دودن سے زیادہ قیام نہیں کرتا وہ شخص اس حالت میں نمازوں میں قصر کرے یا پوری پڑھے؟ اسی طرح جو لوگ ہوائی جہاز یا پانی کے جہاز میں کام کرتے ہیں اور ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں وہ مسافر شرعی ہیں یا نہیں؟ ان کے لئے نمازوں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ٹرک ڈرائیور اپنے وطن اصلی سے کم از کم اڑتالیس میل جانے کے ارادہ سے نکلے تو وہ مسافر شرعی ہے اور اس پر قصر ضروری ہے، جب واپس اپنے وطن اصلی آجائے یا کسی جگہ پندرہ دن قیام کا ارادہ کرے اس وقت وہ مقیم ہوجائے گا اور نمازیں پوری پڑھے گا، اسی طرح جو لوگ اسٹیمر یا ہوائی جہاز میں ملازمت کرتے ہیں اگر وطن اصلی سے اڑتالیس ۴۸ میل دور جانے کی نیت ہوتی ہو تو وہ بھی مسافر شرعی ہیں، ان پر بھی قصر ضروری ہے۔[۲] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

مسافر مقیم کے پیچھے قضا نماز میں اقتداء کیوں نہیں کرسکتا

(سوال ۲۳۱) نورالایضاح میں ہے کہ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے بعد جائز نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسافر کی نماز میں وقت کے اندر تبدیلی کی صلاحیت ہے مثلاً اقامت کی نیت کرلے تو بجائے دو کے چار پڑھے گا، اسی طرح مقیم کی اقتداء کرلے تو امام کی متابعت میں چار پڑھنا ضروری ہوگا، لیکن وقت ختم ہوجانے پر دو رکعت متعین ہوجاتی ہیں اس لئے مقیم ہونے کے بعد بھی دو رکعت ہی قضا کرے گا،؟ لہٰذا وہ مقیم کی اقتداء نہیں کرسکتا کیونکہ امام کا قعدۂ اولیٰ فرض نہیں ہے، جب کہ مسافر مقتدی کے حق میں قعدہ اولیٰ فرض ہے، ہدایہ میں ہے۔ وان اقتدیٰ المسافر بالمقیم فی الوقت اتم اربعاً لانه یتغیر فرضه الیٰ اربع للتبعیة کما یتغیر بنیة الاقامة لا تصال المغیر بالسبب وهو الوقت وان دخل معه فی فائتة لم تجزه لانه لا یتغیر بعد الوقت

---

(۱) ولا یزال حکم السفر حتی ینوی الا قامة فی بلدة او قریة خمسة عشر یوما أو اکثر کذافی الهدایة فتاویٰ عالمگیری صلاة المسافر ج ۱ ص ۱۳۹.

(۲) حواله بالا

لانقضاء السبب كما لايتغير بنية الا قامة فيكون اقتداء المفترض بالمتنفل فى حق القعدة او القراءة (هدايه اولين ص ۱۴۶. ص ۱۴۷ باب صلوٰة المسافر) فقط و الله اعلم بالصواب. ۷ رمضان المبارك ۱۴۰۰ھ.

مسافر نے مقیم کے پیچھے نماز ادا کی پھر معلوم ہوا کہ وہ فاسد ہوگئی تھی، تو اب کیا کرے؟:

(سوال ۲۳۲) ایک مسافر نے سفر میں مقیم امام کے پیچھے نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ وہ نماز فاسد ہوگئی تھی اب وہ مسافر وہ نماز تنہا ادا کرتا ہے تو دو رکعت پڑھے یا چار؟ یعنی قصر کرے یا اتمام؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر کوئی ایسی بات پیش آئی ہو جس کی وجہ سے نماز باطل ہوگئی ہو اور سجدۂ سہو سے بھی اس کی تلافی نہ ہوسکتی ہو (مثلاً کوئی رکن چھوٹ گیا ہو) تو بعد میں دو رکعت پڑھے گا کیونکہ پہلی نماز سے فریضہ ہی ادا نہیں ہوا، پس متابعت امام بھی باقی نہ رہی۔ وان اقتدى مسافر بمقيم اتم اربعاً وان افسده يصلى ركعتين الخ (فتاوىٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۴۲ فی صلاة المسافر)

عمدۃ الفقہ میں ہے۔ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے اندر درست ہے پس اگر مسافر نے وقت کے اندر مقیم امام کی اقتدا کی تو چار رکعتیں پوری پڑھے بوجہ متابعت امام اور اگر اس کو فاسد کر دیا یا کسی وجہ سے فاسد ہوگئی تو اب اگر اکیلا پڑھے یا کسی مسافر کی اقتدا کرے تو دو رکعتیں پڑھے، کیونکہ جس وجہ سے وہ چار لازم ہوئی تھیں وہ وجہ زائل ہوگئی اور اگر پھر مقیم کی اقتداء کی تو چار پڑھے (عمدۃ الفقہ ج ۲ ص ۴۲۲ مصنفہ حضرت مولانا شاہ زوار حسین رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً، مطبوعہ کراچی)

اور اگر فساد ایسا ہے جس کی تلافی سجدۂ سہو سے ہوسکتی ہے تو ایسی نماز سے فریضہ ادا ہو جاتا ہے، البتہ واجب چھوٹنے کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور سجدہ نہ کرنے کی صورت میں نماز واجب الاعادہ ہوتی ہے، لہذا اگر ایسی صورت ہے تو بعد میں چار رکعت پڑھے گا کیونکہ فریضہ پہلی نماز سے ادا ہو چکا ہے یہ دوسری نماز اس کی تکمیل کے لئے ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

آبادی بڑھ گئی تو مسافر کس جگہ سے بنے گا:

(سوال ۲۳۳) آج کل شہر اتنے وسیع ہوگئے ہیں کہ بہت سی بستیاں اور گاؤں جو پہلے الگ تھے اب شہر سے ملحق ہو کر شہر کا ایک حصہ بن گئے ہیں مثال کے طور پر دہلی اور بمبئی اور دیگر شہر، البتہ پورا شہر مختلف محلوں حلقوں اور کالونیوں پر مشتمل ہوتا ہے جن کے نام جدا جدا ہوتے ہیں اب سفر میں جانے والا شخص اپنے محلّہ یا حلقہ کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا یا شہر دہلی کے حدود سے نکل کر مسافر بنے گا؟

اگر مسافرت شہر دہلی کے حدود سے نکل جانے پر شروع ہوتی ہو تو مزید ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ شہر دہلی کی آبادی دوسرے شہر غازی آباد کی آبادی سے ملی ہوئی ہے آبادی کا تو تسلسل ہے مگر آبادی کا نام حتیٰ کہ ضلع اور صوبہ بھی بدل جاتا ہے، اب شہر دہلی کی حد کہاں تک مانی جائے جہاں تک سرکاری اعتبار سے اس کی حد ہے یا جہاں تک آبادی کا تسلسل ہے؟ بینوا توجروا

(الجواب) وطن اصلی یا وطن اقامت کی آبادی سے باہر ہوجانے پر شرعی مسافر کا اطلاق ہوگا دوسری آبادی اگر چہ متصل ہو مگر وہ دوسری آبادی ہے، دونوں کے نام الگ ہیں، حکومت اور کارپوریشن (یعنی میونسپلٹی۔ نگر پالیکا) نے دونوں آبادیوں کے حدود الگ الگ مقرر کئے ہیں اس لئے وہ دونوں دو مستقل آبادیاں (یعنی شہر) شمار ہوں گی اور شرعی مسافر کا اطلاق اس وقت ہوگا جب کہ اپنی آبادی (یعنی شہر) کے حدود سے تجاوز کر جائے، اور اگر متصل ہونے کی وجہ سے کارپوریشن نے دونوں کو ایک کر دیا ہو تو اب وہ آبادی شہر کا محلّہ ہے اور وہ محلّہ شہر کا جز ہے لہذا اب اس سے تجاوز ہونے پر مسافرت کے احکام جاری ہوں گے۔

شامی میں ہے۔ **واشار الی انه یشترط مفارقة ما کان من توابع موضع الا قامة کربض المصر وهو ما حول المدینة من بیوت ومساکن فانه فی حکم المصر وکذا القریٰ المتصلة بالربض فی الصحیح (شامی ج ۱ ص ۷۳۲ باب صلوٰۃ المسافر)**

مراقی الفلاح میں ہے۔ **ویشترط ان یکون قد (جاوز ایضا ما اتصل به) ای بمقامه (من فنائه) کما یشترط مجاوزة ربضه وهو ما حول المدینة من بیوت ومساکن فانه فی حکم المصر یشترط مجاوزتها فی الصحیح. (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۳۰ باب صلاۃ المسافر)**

شرعی مسافر کب ہوگا؟:

(سوال ۲۳۴) ایک مولانا صاحب وطن اصلی سے ستر اسی میل کے مسافت پر ملازمت کرتے ہیں، گویا جائے ملازمت ان کا وطن اقامت ہے، اب یہ مولانا صاحب اپنی جائے ملازمت (یعنی وطن اقامت) سے پچیس تیس میل یعنی شرعی مسافت سے کم کا سفر کریں تو وہ اپنے وطن اصلی کے حساب سے شرعی مسافر ہوجاتے ہیں لیکن وطن اقامت کے اعتبار سے مسافر نہیں ہوتے، سوال یہ ہے کہ سفر کہاں سے شمار ہوگا، وطن اصلی سے یا وطن اقامت سے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں وطن اقامت سے سفر شروع ہوگا تو وہ مسافر نہ ہوگا کیونکہ مسافت شرعی نہیں پائی گئی (۱) اور اگر وطن اصلی سے سفر کی ابتداء ہو تو مسافت شرعی کے سبب مسافر شمار ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

ڈرائیور، کنڈکٹر اتمام کریں یا قصر:

(سوال ۲۳۵) میں سرکاری بس میں کنڈکٹری کرتا ہوں، مڈھی (ایک بستی کا نام ہے) وانکانیر سے تقریباً بائیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے وہاں جا کر سوسوا سو کلومیٹر کی مسافت پر آنا جانا ہوتا ہے، اس کے بعد رات دیہاتوں میں گزارنا پڑتا ہے، ایک مرتبہ مڈھی سے ملازمت پر نکل چکنے کے بعد ایک دو دن کے بعد مڈھی آنا ہوتا ہے تو کیا میں فرض نماز پوری پڑھوں یا قصر کروں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب آپ وانکانیر سے بقصد ملازمت مڈھی، پھر وہاں سے سو یا سوا سو کلومیٹر کے سفر کے ارادے سے نکلتے ہیں اسی وقت سے شرعی مسافر شمار ہوں گے اور حکم قصر عائد ہوگا **یقصر الفرض الرباعی من**

---

(۱) من خرج من عمارة موضع اقامته قاصداً ولو کافراً ومن طاف الدنیا بلاقصد لم یقصر سیرة ثلاثة ایام ولیالیها صلی الفرض الرباعی رکعتین الخ (درمختار مع الشامی باب صلوٰۃ المسافر ج ۱ ص ۷۳۲-۷۳۴)

نوی السفر ولو کان عاصیا بسفره اذا جاوز بیوت مقامه و جاوز ایضا ما اتصل به من فنائه(نور الایضاح ص ۱۰۲ باب صلاۃ المسافر) وطن اصلی وانکار نیر ہے تو وہاں پہنچتے ہی مقیم بن جائیں گے اور اتمام ضروری ہے، اگر مڈھی یا کسی اور جگہ میں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلی ہے تو مقیم بن جائیں گے ولا یزال یقصر حتی ید خل مصره او ینوی اقامته نصف شهر ببلد او قرية (ایضاً ص ۱۰۳ ایضاً) اور وہ جگہ وطن اقامت کہی جائے گی، وہاں سے سفر شرعی کرنے تک اس جگہ اتمام ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

(۱) مقیم کی اقتداء میں مسافر کا قصر کرنا (۲) مقیم مقتدی، مسافر امام کے سلام کے بعد بقیہ رکعات میں قراءت کرے یا نہ کرے

(سوال ۲۳۶) (۱) اگر مسافر نے مقیم کی اقتداء میں قصر پڑھی تو مسافر کی نماز ہوگی یا نہیں؟

(الجواب) (۱) حامداً ومصلیاً ومسلماً، مسافر مقیم امام کی اقتداء کرے تو پوری پڑھے قصر کرے گا تو نماز نہ ہوگی۔[1] فقط۔

(۲) اگر امام مسافر تھا اور مقتدی مقیم تھے، امام نے قصر کی، پھر مقتدی حضرات اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوئے تو باقی رکعات میں فاتحہ اور سورت پڑھنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مقیم مقتدی، مسافر امام کے سلام کے بعد اپنی باقی رکعتوں میں نہ سورۂ فاتحہ پڑھے نہ ضم سورہ کرے۔ (فاذا قام) المقیم (الی الا تمام لا یقرأ ...... (فی الا صح) للانه کاللاحق (در مختار) (قوله فاذا قام المقیم الخ) ای بعد سلام الا مام المسافر الخ (ردالمحتار ج ۱ ص ۷۴۰ باب صلوٰۃ المسافر) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

حنبلی مسافر امام قصر نہیں کرتا تو حنفی مقیم مقتدی کی نماز ہوئی یا نہیں

(سوال ۲۳۷) حنبلی مذہب کا امام مسافر قصر نہیں کرتا اس کے پیچھے مقیم حنفی کی نماز درست ہوگی؟ بلا کراہت؟ یا با کراہت؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ جو مسافر امام قصر نہ کرے اس کے پیچھے حنفی مقیم کی نماز صحیح نہ ہوگی، عرفات میں حنبلی امام مقیم ہونے کے باوجود قصر کرتا ہو تو اس کے پیچھے حنفی مقتدی کی نماز ادا نہ ہوگی، خواہ مقیم ہو یا مسافر (شامی ص ۲۳۸ کتاب الحج ج ۲، فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۹، ص ۹۰ ج ۸) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) وان اقتدی مسافر بمقیم اتم اربعاً وان افسده یصلی رکعتین الخ فتاویٰ عالمگیری صلاۃ المسافر ج ۱ ص ۱۴۲۔

سجدۃ السہو

سورۂ فاتحہ مکرر پڑھ لی تو کیا حکم ہے؟

(سوال ۲۳۸) نماز میں سورۂ فاتحہ بھول سے مکرر پڑھ لے تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) سورۂ فاتحہ بھول کر دوبار مسلسل پڑھ لینے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اس لئے کہ سورت ملانے میں تاخیر ہوئی، اگر سورت پڑھ لینے کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ سہو لازم نہیں ہے ''زادالفقیر'' میں ہے **فلو قرأ الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحه فلا سجود عليه** (ص ۲۳) (یعنی) اگر سورہ فاتحہ پڑھی اس کے بعد سورت پڑھی پھر سورہ فاتحہ پڑھی تو سجدۂ سہو نہیں ہے لیکن اگر فرض نماز کی اخیری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ مکرر پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا'' زادالفقیر'' میں ہے **وكذا قرأة الفاتحة مرتين متوالين فى ركعة من الأولين اما اذا كررها فى الاخريين فلا يجب** (ص ۲۳) فقط و الله اعلم بالصواب.

فرض نماز کی چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ

(سوال ۲۳۹) ثلاثی ورباعی نماز میں تیسری چوتھی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۃ پڑھ لی تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں۔ **وهل يكره فى الا خريين المختار لا (درمختار) قوله المختار لا اى لا يكره تحريماً بل تنزيهاً لا نه خلاف السنة قال فى المنية وشرحها (الىٰ قوله) وفى اظهر الروايات لا يجب لان القراة فيهما مشروعة من غير تقدير والا قتصار على الفاتحة مسنون لا واجب** (شامی ج ۱ ص ۴۲۷ باب صفة الصلوة قبيل مطلب كل شفع من النفل صلاة) **فقط و الله اعلم بالصواب.**

جمعہ کی چار رکعات سنت کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا کیسا ہے:

(سوال ۲۴۰) ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعات سنت مؤکدہ کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ سنن کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف نہ پڑھے غلطی سے پڑھ لیوے تو سجدۂ سہو کرے۔ ہاں جمعہ کے بعد کی چار رکعت کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھ لینے سے سجدۂ سہو کا واجب ہونا مسلم نہیں۔ علامہ شامی وغیرہ علمائے محققین کا اس میں اختلاف ہے۔ (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۳)(۱) **فقط و الله اعلم بالصواب.**

---

(۱) ولا يصلى على النبى صلى الله عليه وسلم فى القعدة الاولىٰ فى الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها ولو صلى ناسيا فعليه السهو وقيل لا شمسى ولا يستفتح اذا قام الى الثالثة منها لا نها لتأكدها اشبهت الفريضة وفى البواقى من ذوات الاربع يصلى قال فى الشامية تحت قوله وقيل لا الخ قال فى البحر و لا يخفى ما فيه والظاهر الا ول زاد فى المنح ومن ثم عولنا عليه وحكينا ما فى القنية . اباب الو ترو النوافل)

سنت غیر مؤکدہ اور نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ سکتے ہیں:

(سوال ۲۴۱) عصر اور عشاء کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات نماز سنت غیر موکدہ ہے اس کے قعدۂ اولیٰ میں درود شریف پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) نماز عصر وعشاء کے فرض سے پہلے چار رکعت سنت غیر موکدہ اور دوسری چار رکعت نفل نماز کے بعد قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف وغیرہ پڑھ سکتے ہیں اس سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔ درمختار میں ہے۔ وفی البواقی من ذوات الا ربع یصلی ترجمہ۔ ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعت سنت موکدہ کے سوا، دوسری چار رکعت سنت غیر موکدہ اور چار رکعت نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں التحیات کے بعد درود شریف وغیرہ اور تیسری رکعت کے شروع میں ثناء وتعوذ بھی پڑھ سکتے ہیں (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۳ ایضاً۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۳)(۱) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

بجائے فاتحہ التحیات:

(سوال ۲۴۲) اگر بجائے فاتحہ کے التحیات یا بجائے التحیات کے سورۂ فاتحہ پڑھ لی جائے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) ہاں دونوں صورتوں میں بوجہ ترک واجب سجدۂ سہو واجب ہوگا۔(۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

صلوٰۃ التسبیح میں تسبیح کم وبیش ہوجائے:

(سوال ۲۴۳) صلوٰۃ التسبیح میں کبھی سبحان اللہ الخ تعداد سے زیادہ یا کم پڑھا جائے تو سجدۂ سہو ہے یا نہیں؟ اور سجدہ کرے تو اس میں سبحان اللہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں۔ چھوٹی ہوئی تسبیح دوسرے رکن میں پڑھے لیکن رکوع میں اگر تسبیح رہ گئی ہے تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ پہلے سجدہ میں پڑھے اسی طرح سجدہ کی فوت شدہ تسبیح جلسہ میں نہیں بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ اور جلسہ مختصر رکن ہیں ان میں پڑھے گا تو طوالت ہوجائے گی جو ان کی وضع کے خلاف ہے۔ ہر رکعت میں پچھتر تسبیح ہونی چاہئے اس سے کم نہ ہونی چاہئے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے شامی باب الوتر والنوافل مطلب فی صلاۃ التسبیح۔

اگر امام قرأت میں غلطی کرے تو سجدۂ سہو ہے یا نہیں:

(سوال ۲۴۴) امام نے تین آیت سے پہلے ہی غلطی کی اور مقتدیوں کے لقمہ دینے سے پہلے ہی اپنی غلطی کی اصلاح کر کے نماز ادا کی تو ایسی حالت میں سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا یا نہیں۔

---

(۱) وفی الاربع قبل الظھر والجمعة وبعدھا لا یصلی علی النبی صلی اللہ علیه وسلم فی القعدة الاولی ولا یستفتح اذا قام الی الثالثة بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل كذا فی الذاھدی. الباب التاسع فی النوافل)

(۲) واذا قرء الفاتحة مكان التشهد فعلیه السهو وكذلک اذا قرء الفاتحة ثم التشهد كان علیه السهو فتاویٰ عالمگیری الباب الثانی عشر فی سجود السهو ج ۱ ۱۲۷.

(الجواب) اس صورت میں سجدۂ سہولازم نہیں ہے نماز درست ہے۔[1] فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۱۹۳) جیسا کہ پہلے سوال میں عرض کیا گیا امام سے غلطی ہوئی۔مقتدیوں نے لقمہ دیا۔امام نے لقمہ لیا۔ پھر قرأت ختم کر کے رکوع کیا تو کیا اس حالت میں سجدۂ سہولازم ہوگا۔

(الجواب) اس صورت میں بھی سجدۂ سہولازم نہیں ہوگا نماز صحیح ہے۔[2] فقط و اللہ اعلم بالصواب .

سجدۂ سہو دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد:

(سوال ۲۴۵) نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا وہ یاد نہ رہا اور دونوں جانب سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو اسی وقت سجدۂ سہو کر کے التحیات و درود و دعا پڑھ کر نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا اعادہ کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں نماز صحیح ہوئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔[3]

اگر سلام پھیرنے میں سہو ہو جائے:

(سوال ۲۴۶) مصلی نے بجائے دہنی جانب کے بائیں جانب سلام پھیر دیا تو اب داہنی جانب سلام پھیر کر دوبارہ بائیں جانب پھیرے یا نہیں؟ اور سجدۂ سہولازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) فقط داہنی جانب سلام پھیرلے بائیں جانب سلام پھیرنے کی حاجت نہیں اور نہ سجدۂ سہو کی ضرورت ہے نماز صحیح ہے (جوھرہ ج ۱ ص ۵۵)[4]

چار رکعت والی فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائے تو کیا حکم ہے:

(سوال ۲۴۷) چار رکعت والی فرض نماز میں تیسری اور چوتھی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ سورۃ پڑھے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) مذکورہ صورت میں سجدۂ سہولازم نہیں ہے۔وھل یکرہ فی الا خریین المختارلا (درمختار)(قوله المختار لا) ای لایکره تحریماً بل تنزیهاً لا نه خلاف السنة قال فی المنية وشرحها فأن ضم السورة الی الفاتحة ساهیا یجب علیه سجد تا السهو فی قول ابی یوسف لتأ خیر الركوع عن محله وفی اظهر الروایات لا یجب لان القراء ة فیهما مشروعة من غیر تقدیر والاقتصار علی الفاتحة مسنون لا واجب اه وفی البحر فخر الاسلام ان السورة مشروعة فی الا خریین نفلا وفی الذخیرة انه المختار وفی المحیط وهو الاصح اه والظاهر ان المراد بقوله نفلاً الجواز والمشروعیة بمعنی عدم الحرمةفلا ینافی كونه خلاف الا ولیٰ كما افاده فی الحلیة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۴۲۷ باب صفة الصلاة قبیل مطلب كل شفع من النفل صلاة)فقط و اللہ اعلم بالصواب .

---

(۱) ذکر فی الفوائد لو قرء فی الصلاة بخطأ فاحش ثم رجع وقرء صحیحاً قال عندی صلاته جائزة و كذلک الا عراب فتاویٰ عالمگیری الفصل الخامس فی زلة القاری ج ۱ ص ۸۲.

(۲) بخلاف فتحه علی امامه فانه لا یفسد مطلقا لفاتح أخذ بكل حال قال فی الشامیة تحت قوله بكل حال ای سواء قراء الامام قدر ما تجوز به الصلوٰة ام لا شامی باب ما یفسد الصلاة و مایكره فیها ج ۱ ص ۵۸۲.

(۳) سلام من علیه السجود السهو یخرجه من الصلاة خروجاً مؤ قوفا ان سجد عاد الیه و الا لا ..... ویسجد للسهو ولو مع سلامه ناویا للقطع..... مالم یحول عن القبلة او یتكلم در مختار علی هامش شامی باب سجود السهو ج ۱ ص ۷۰۴.

(۴) وسلم اولا عن یساره ناسیاً او ذاكر اسلم عن یمینه ولیس علیه ان یعید عن یساره ولیس علیه سهو ه باب صفة الصلاة)

سجدۂ سہو میں بجائے دو سجدے کے ایک سجدہ کرے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۴۸) امام صاحب کو صبح کی نماز میں سہو ہوا بعد میں امام صاحب نے اصول کے مطابق سجدۂ سہو کیا۔ لیکن سہو کا ایک ہی سجدہ کیا۔ تشہد، درود شریف اور دعا، پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ کیا یہ نماز ہوئی یا نہیں؟ یا کیسی ہوئی؟ بحوالہ کتب جواب ارسال فرمائیں!

(الجواب) سجدۂ سہو کے لئے دو سجدے واجب ہیں ایک سجدہ کافی نہیں ہے۔ لہذا نماز قابل اعادہ ہے۔ یجب سجدتان باب سجود السهو (نور الایضاح ص ۱۱۵) (سجدتان) لانه صلی الله علیه وسلم سجد سجدتین لسهو وهو جالس بعد التسلیم وعمل به الاکابر من الصحابة والتابعین (مراقی الفلاح ص ۹۳ ایضا) یسجد للسهو فی الزیادة والنقصان سجدتین بعد السلام (الی قوله) ولنا قوله علیه السلام لکل سهو سجدتان بعد السلام (هدایه ص ۱۳۲ ج ۱ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب۔

مسبوق بھول سے امام کے ساتھ سلام پھیر دے:

(سوال ۲۴۹) میری عصر کی پہلی رکعت چلی گئی اور چوتھی رکعت پر جب امام نے سلام پھیر دیا تو میں نے بھی بھول سے دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ پھر یاد آیا کہ ایک رکعت چلی گئی ہے۔ اب میں نے وہ چھوٹی ہوئی رکعت ادا کی۔ تو مجھ پر سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ یا نہیں۔ اگر لازم ہوگا تو کیوں؟ اور لازم نہ ہوگا تو کیوں؟ اگر ایک طرف سلام پھیرا ہے تو کیا صورت نکلے گی۔ اور کیا اس صورت میں بھی سجدۂ سہو لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) غلطی سے ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا۔ تو اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس نے سلام پھیرا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے (اس لئے کہ بحالت انفراد سلام پھیرا ہے) ورنہ لازم نہیں (اس لئے کہ مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا) ولو سلم ساهیاً ان بعد امامه لزمه السهو والا لا (درمختار) (قوله لزمه السهو) لانه منفرد فی هذه الحالة ح (قوله والا لا) ای وان سلم معه اوقبله لا یلزمه لا نه مقتدفی هاتین الحالتین ح وفی شرح المنیة عن المحیط ان سلم فی الاول مقارناً لسلا مه فلا سهو علیه لانه مقتد به وبعده یلزم لانه منفرد اه (شامی ص ۵۶۰ ج ۱ آخر باب الا مامة)

اکثر یہ ہوتا ہے کہ امام کے سلام کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرتا ہے اور اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

فرض کی تیسری یا چوتھی رکعت میں سورۃ ملالی تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۰) ایک شخص فرض نماز میں تیسری یا چوتھی رکعت میں کوئی سورت پڑھ لیتا ہے تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فرض نماز کی تیسری یا چوتھی رکعت میں یا دونوں رکعتوں میں غلطی سے سورت ملالی تو نماز صحیح ہوجائے گی، سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔

(وضم (قصر سورة فی الا ولین من الفرض)وهل يكره فی الا خر يين المختار لا (درمختار)قوله' المختار لا) قال فی المنية وشرحها فان ضم السورة الى الفاتحة ساهياً يجب عليه سجدتا السهو فی قول ابی یوسفؒ لتا خير الركوع عن محله وفی اظهر الروايات لا يجب لان القراءة فيهما مشروعة من غير تقدير والا قتصار على الفاتحة مسنون لا واجب اه (شامی) ج ا ص ۴۲۷)باب صفة الصلوٰة)فقط و الله اعلم بالصواب ۹ ذی قعدی ۱۴۰۱ھ.

جہری نماز میں سراً اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۵۱)امام نے بھول سے جہری نماز میں سراً قرأت کی اور سری نماز میں جہراً پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ اگر لازم ہوگا تو کتنی مقدار پڑھنے سے لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سری نماز میں جہراً یا جہری نماز میں سراً بقدر ما تجوزبه الصلوة (یعنی بقدر تین چھوٹی آیت) پڑھا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا، اس سے کم میں لازم نہیں معاف ہے کہ بچنا مشکل ہے۔ والمعتبر فی ذلک مقدار ما تجوزبه الصلوة على الا ختلاف لان مادون ذلک قليل لا يمكن الا حترازعنه (الا ختيار لتعليل المختار ج ا ص ۷۳ باب سجود السهو)وان جهر بعض القراءة فی السرية اواخفاء ها الامام فی الجهرية فان كان الجهر والا خفاء اقل مما تجوزبه فهو معفو معسر الا حتراز عنه (رسائل الا ركان ص ۹۳ ايضاً)فقط و الله اعلم بالصواب .

نماز میں سورۂ فاتحہ بتمامہا واجب:

(سوال ۲۵۲)مخدوم حضرت مفتی صاحب مدظلکم السلام علیکم۔ نماز میں سورۂ فاتحہ کی قرأت واجب ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر کوئی آیت پوری یا جزو آیت پڑھنے سے رہ گئی تو شرعی حکم کیا ہے؟ اس کو ترک واجب کہیں گے یا نہیں؟ اور پھر سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ از سورت۔

(الجواب) مسئلہ اختلافی ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سورہ فاتحہ بتمامہا (پوری) واجب ہے اور صاحبین کے نزدیک نصف سے زائد پڑھنا وجوب کی ادائیگی کے لئے کافی ہے باقی حصہ چھوٹ جانے سے سجدہ سہو لازم نہ ہوگا، امام صاحب کا قول قوی اور احوط ہے، پس فاتحہ کا کوئی حصہ اور جزو چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو لازم قرار دیا جائے گا قراءة فاتحة الكتاب فيسجد للسهو بترک اكثرها لا اقلها لكن فی المجتبیٰ يسجدبترک اية منها وهو اولیٰ قلت وعليه فكل اية واجبة (درمختار) (قوله بترک اكثرها) يفيد ان الواجب الا كثرولا يعرى عن تأمل بحرو فی القهستانی انها بتما مها واجبة عنده واما عند هما فاكثر ها ولا يجب السهو بنسيان الباقی كما فی الزاهدی فكلام الشارح جار على قولهما (طحطاوی على الدرالمختار ج ا ص ۲۰۳ باب صفة الصلاة). (قوله وعليه)ای بناء على ما فی المجتبیٰ فكل اية واجبة وفيه نظر لان الظاهران ما فی المجتبیٰ مبنی على قول الا مام بانها بتما مها واجبة وذكر الآية تمثيلا لا تقييداً اذ ابترک شيئی منها آيت اواقل ولو حرفاً لايكون آتيا بكلها الذی هو الواجب كماان الواجب

ضم ثلاث آیات فلو قرأ دونها کان تار کاً للواجب افاده الرحمتی (شامی ج ۱ ص ۴۲۶ ایضاً مطلب فی واجبات الصلاۃ). (قوله قرائۃ الفاتحه) قالوا بترک اکثرها یسجد للسهو لا ان ترک اقلها ولم ارما اذا ترک النصف نهر لکن فی المجتبی . یسجد بترک آیۃ منها وهو اولیٰ (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۴ وفصل فی واجبات الصلوۃ) فقط و الله اعلم بالصواب .

سوۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھنا شروع کردی:

(سوال ۲۵۳) سورۂ فاتحہ سے پہلے سورت پڑھنا شروع کردی پھر یاد آیا کہ پہلے سورہ فاتحہ پڑھنی چاہئے تھی تو اب کیا کرے؟ اس صورت میں سورت چھوڑ کر سورہ فاتحہ پڑھے اور پھر سورت پڑھے؟ یا سورت پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے؟ اور مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سورت چھوڑ کر سورۂ فاتحہ پڑھے پھر سورت پڑھے اگر فاتحہ سے پہلے سورت کی ایک آیت پڑھ لی تھی تو سجدۂ سہو لازم ہوگا، کیونکہ قرائت میں رکن کی مقدار ایک آیت پڑھنا ہے اور یہ موجب تاخیر ہے۔ اور اگر ایک آیت سے کم پڑھا ہے تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے میں اتنی تاخیر معاف ہے۔ وان قراء السورۃ قبل الفاتحۃ او بعضها ثم تذکر یعود الی الفاتحۃ ثم یقرء السورۃ ویسجد للسهو لان الترتیب بین الفاتحۃ والسورۃ لازم (رسائل الارکان ص ۹۳)

لان الظاهر ان العلۃ هی تاخیر الابتداء بالفاتحۃ والتاخیر الیسیر هو دون رکن معفو عنه تامل (الی قوله) وان غیر واحد من المشائخ قدر ها بمقدار اداء رکن (شامی ص ۴۲۹ باب صفۃ الصلاۃ مطلب فی واجبات الصلاۃ) فقط و الله اعلم بالصواب .

سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کیا:

(سوال ۲۵۴) امام صاحب مغرب کی دوسری رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہوگئے قیام کے قریب ہوئے تھے کہ مقتدی نے لقمہ دیا تو بیٹھ گئے اور آخر میں سجدۂ سہو کیا مگر ایک طرف سلام پھیرے بغیر کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں سجدہ سہو واجب ہوگیا، سجدۂ سہو سے پہلے ایک طرف سلام پھیرنا چاہئے، اگر نہ پھیرا تو اس سے کراہت تنزیہی لازم آئے گی مگر نماز ہوجائے گی، اعادہ ضروری نہیں۔ ولو سجد قبل السلام جاز وکرہ تنزیها (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۹۱ باب سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب .

امام سورۂ فاتحہ کے بعد سوچتا رہے:

(سوال ۲۵۵) بعض مرتبہ امام صاحب سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملانے سے قبل تھوڑی دیر سوچتے ہیں تو اس نماز میں کچھ نقص آئے گا یا نہیں؟ اور سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سورۂ فاتحہ ختم کرنے کے بعد آمین کہنے اور سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے کے علاوہ اگر

ایک رکن کی ادائیگی کی مقدار یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہا جاسکے اتنی دیر خاموش رہے اور سوچتا رہے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا سجدۂ سہو نہ کیا ہو تو نماز کا اعادہ کرے اور اگر اس سے کم وقفہ ہو تو کچھ لازم نہیں۔ (واعلم انه اذا شغله ذلک الشک فتفکر (قدراداء رکن ولم یشتغل حالة الشک) بقرأة ولا تسبیع)(وجب علیه سجود السهو) (درمختار مع الشامی ج ا ص ۷۰٦باب سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب .

سلام پھیرنے میں تاخیر ہو جائے تو سجدۂ سہو لازم ہے یا نہیں ؟:

(سوال ۲۵٦)امام صاحب مغرب کی نماز کے قعدۂ اخیرہ میں التحیات، درود شریف ودعا پڑھ رہے تھے، اتنے میں ایک مقتدی نے قعدۂ اولیٰ سمجھ کر لقمہ دے دیا، یعنی سبحان اللہ کہا تو امام صاحب کھڑے ہوگئے لیکن جب دوسرے مقتدیوں نے اللہ اکبر کہا تو امام صاحب فوراً بیٹھ گئے اور نماز پوری کی اور سجدۂ سہو نہیں کیا، لیکن بعد میں بہشتی زیور حصہ دوم مسئلہ نمبر ۱۹ کو دیکھ کر نماز کا اعادہ کیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام نے دعا نصف سے زائد پڑھ لی تھی تو سجدۂ سہو کرنا پڑے گا؟ یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ نماز ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ تمام فرائض ادا ہو چکے ہیں اور مذکورہ کتاب کے موافق عمدۃ الفقہ اور بہشتی ثمر میں بھی لکھا ہے، لیکن ہم کو اس بارے میں شرح صدر نہیں ہوتا لہذا آپ مفصل جواب تحریر فرمایں اور ہمارے شبہ کو زائل فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء بینوا توجروا.

(الجواب) صورت مسئولہ میں پہلی نماز ناقص ادا ہوئی تھی، اس لئے کہ سلام میں تاخیر ہوگئی تھی اور سلام واجبات صلوٰۃ میں سے ہے اور تاخیر واجب سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے، لہذا سجدۂ سہو کرنا ضروری تھا، سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے درمختار میں ہے۔ ویسجد للسهو فی الصورتین لنقصان فرضه بتاخیر السلام فی الاولی وترکه فی الثانیة (درمختار مع الشامی ج ا ص ۷۰۱ باب سجود السهو) عالمگیری میں ہے۔ رجل صلی الظهر خمساً وقعد فی الرابعة قدر التشهد ان تذکر قبل ان یقید الخامسة بالسجدة انها الخامسة عادالی القعدة وسلم کذا فی المحیط ویسجد للسهو کذا فی السراج الوهاج(عالمگیری ج ا ص ۸۲ الباب الثانی عشرفی سجود السهود) فقط و الله اعلم بالصواب.

سورۂ فاتحہ اور چند آیات پڑھنے کے بعد پھر سورۂ فاتحہ پڑھے:

(سوال ۲۵۷) ہماری مسجد کے امام نے عشاء کی نماز میں سورۂ فاتحہ اور تقریباً چھ آیتیں تلاوت کرلیں اس کے بعد ان کو ظن غالب یہ ہوا کہ میں نے سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اس لئے انہوں نے سورۂ فاتحہ دوبارہ پڑھی اور پھر اس کے بعد سورۃ تلاوت کی۔ پہلی مرتبہ ان کو سورہ فاتحہ نہ پڑھنے کا گمان غالب تھا حالانکہ حقیقت میں انہوں نے پڑھی تھی، تو گویا انہوں نے دومرتبہ سورۂ فاتحہ اور دومرتبہ سورۃ تلاوت کی تو اس صورت میں سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوگا تو کیوں؟ اور اگر واجب نہ ہوگا تو کس وجہ سے؟ بالتفصیل جواب تحریر فرمائیں۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً: سورۂ فاتحہ پوری پڑھنے کے بعد جب سورت کی چھ آیتیں بھی پڑھ لی تھیں تو اب سورۂ فاتحہ اور سورۃ کو دوبارہ پڑھنے کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم نہیں آیا، کیونکہ متوالیاً تکرار فاتحہ سے سورۃ ملانے میں تاخیر لازم آتی ہے اور سورۂ فاتحہ کے بعد متصلاً سورت ملانا واجب ہے، اس وجہ سے سجدۂ سہو لازم آتا ہے اور صورت مسئولہ میں تکرار

فاتحہ متوالیاً نہیں ہے اس لئے سجدۂ سہو واجب نہیں۔ ولو قرأها فی رکعة من الاولیین مرتین وجب سجود السهو لتاخیر الواجب وهو السورة کما فی الذخیرة الخ (شامی ج ۱ ص ۴۲۹ باب صفة الصلاة مطلب فی واجبات الصلاة) فلو قرأ الفاتحة مرتین قبل السورة وجب سجود السهو لتاخیر السورة (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۳۲۱) وکرر الفاتحة فی رکعة من الاولیین متوالیاً (الی قوله یجب علیه سجود السهو لدزوم تاخیر الواجب وهو السورة (الی قوله) ولو قرء الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة لا یلزمه السهو وقیل یلزمه (ایضاً کبری ص ۴۳۳) ولو قرأ لفاتحة مرتین فی الاولیین فعلیه السهو لانه اخر السورة ولو قرأ فیهما الفاتحة ثم السورة ثم الفاتحة ساهیا لم یجب علیه سهو وصار کانه قرأ سورةً طویلةً (الجوهرة باب صفة الصلاة النیرة ج ۱ ص ۷۷)

ان عبارات سے صاف طور پر واضح ہوگیا کہ مذکورہ صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب وعلمہ، اتم واحکم۔

تشہد کا کچھ حصہ چھوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۸) قعدۂ اولیٰ میں یا قاعدۂ ثانیہ میں تشہد کا کچھ حصہ پڑھنے سے رہ گیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) تشہد کل واجب ہے، اکثر یا بعض حصہ چھوٹ جانے سے بھی سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے۔ ولو ترک التشهد فی القعدتین اوبعضه لزمه السجود فی ظاهر الروایة لانه ذکر واحد منظوم فترک بعضه کترک کله (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۶۷ فصل فی بیان واجب الصلاة) فقط و الله اعلم بالصواب۔

سورۂ فاتحہ مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۵۹) امام نے مالک یوم الدین تک پڑھ کر دوبارہ الحمد للہ پڑھی تو اس صورت میں سجدۂ سہو ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ ایک آیت بھی دوبارہ پڑھے تب بھی سجدۂ سہو واجب ہے اور بکر کہتا ہے کہ آدھی سورت سے زیادہ پڑھنے کے بعد دوبارہ سورۂ فاتحہ پوری پڑھے تو سجدۂ سہو واجب ہے، آپ فیصلہ فرمائیں کہ صحیح کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) صحیح یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کی ایک آیت بھی سہواً چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے، اور سورۂ فاتحہ کی تکرار سے یا آدھی سے زیادہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اعادہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہے، مذکورہ صورت میں مالک یوم الدین تک پڑھ کر سہواً دوبارہ اعادہ کرنے سے سجدۂ سہو واجب نہیں، [1] یہ حکم ان رکعتوں کا ہے جس میں سورۂ فاتحہ واجب ہے، ہاں جن رکعتوں میں سورۂ فاتحہ واجب نہیں ہے ان کا یہ حکم نہیں ہے [2]۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) ولو قرء الفاتحة الا حرفا أو قراء اکثرها ثم عاد ساهیا فهو بمنزلة ما لو قرأها مرتین کذا فی الظهیریة فتاوی عالمگیری الباب الثانی عشر فی سجود السهو

(۲) مغرب کی تیسری رکعت اور چار رکعت والے فرائض کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ واجب نہیں ہے، ان رکعتوں میں سورۂ فاتحہ مکرر پڑھنے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ قال فی شرح المنیه وقیل بالاولیین لان الاقتصار علی مرة فی الاخریین لیس بواجب حتی لا یلزمه سجود السهو بتکرار الفاتحة فیهما سهوا الخ (شامی ج ۱ ص: ۴۴۰ واجبات الصلاة)

سجدۂ سہو کے وجوب میں تمام نمازیں برابر ہیں؟:

(سوال ۲۶۰) امام تراویح دو رکعت کے بعد قعدہ کرنے کے بجائے کھڑا ہو گیا لقمہ دینے سے بیٹھ گیا مگر سجدۂ سہو نہ کیا، دریافت کرنے پر کہا چونکہ تراویح سنت ہے اس میں سجدۂ سہو کرنے کی یا نماز دہرانے کی ضرورت نہیں تو کیا نماز تراویح میں امام سے کوئی غلطی موجب سجدۂ سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو کرنے کی ضرورت نہ ہوگی؟ اگر سجدۂ سہو نہ کیا تو نماز دہرانے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) امام تراویح کا یہ کہنا کہ چونکہ "تراویح سنت ہے اس میں سجدۂ سہو کرنے یا نماز دہرانے کی ضرورت نہیں" یہ صحیح نہیں ہے۔ نماز فرض ہو یا واجب سنت ہو یا نفل تمام نمازوں میں سجدۂ سہو کا حکم یکساں ہے، البتہ نماز عیداور جمعہ میں جب کہ مجمع بہت زیادہ ہو اور سجدۂ سہو کرنے سے نمازیوں میں انتشار پیدا ہو جائے اور تشویش میں پڑ جائیں اور نماز خراب کرلیں تو ایسی صورت میں سجدۂ سہو معاف ہو جاتا ہے اسی طرح اگر کسی جگہ تراویح میں بھی مجمع کثیر ہو اور سجدہ کرنے سے نمازیوں میں انتشار اور نماز میں فساد کا قوی اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا اور نماز کے اعادہ کی بھی ضرورت نہ ہوگی۔ والسہو فی صلوٰۃ العید والجمعۃ والمکتوبۃ والتطوع سواء. والمختار عند المتاخرین عدمہ فی الا ولیین لدفع الفتنۃ (درمختار) (قولہ عدمہ فی الا ولیین) الظاہر ان الجمع الکثیر فیما سواھما کذلک کمابحثہ بعضھم ط وکذا بحثہ الرحمتی وقال خصوصاً فی زماننا وفی جمعۃ حاشیۃ ابی السعود عن العزمیۃ انہ لیس المراد عدم جوازہ بل الا ولیٰ ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنۃ اھ (قولہ وبہ جزم فی الدرر) لکنہ قیدہٗ محشیھا الوافی بما اذا حضر جمع کثیر والا فلا داعی الی الترک ط (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۵ باب سجود السھو) (طحطاوی علی الدر المختار ج ۱ ص ۵۰۰ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب.

سجدۂ سہو میں مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیردے تو کیا حکم ہے

(سوال ۲۶۱) محترم مفتی صاحب سلام مسنون! آپ کے فتاوی رحیمیہ ج ۱ ص ۲۴۷ (جدید ترتیب کے مطابق، مسبوق مدرک لاحق کے احکام میں، کیا مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر سکتا ہے، کے عنوان کے تحت دیکھیں ص ۱۵۳ ج ۵۔ مرتب) اردو میں یہ فتویٰ ہے۔ مسبوق سجدۂ سہو کرنے میں امام کی متابعت کرے مگر سلام نہ پھیرے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مسبوق امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس مسبوق کو اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؟ ہمارے یہاں یہ واقعہ پیش آیا ہے اور بعض حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کی نماز فاسد ہو گئی آپ بحوالہ جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔ ازسورت۔

(الجواب) مسبوق سجدۂ سہو میں تو امام کی متابعت کرے گا مگر اس کے ساتھ سلام نہ پھیرے گا، اگر مقتدی نے یہ بات یاد ہوتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی (۱) اور اگر سہواً (بھول سے) سلام

---

(۱) یہ مسئلہ خاص طور پر یاد رکھنا ضروری ہے بعض لوگ مسئلہ نہیں جانتے اور یہ گمان کر کے امام کے ساتھ سلام پھیر دیتے ہیں کہ ان کو بھی سلام پھیرنا چاہئے ایسے لوگوں کی نماز فا[سد] ہو جاتی ہے از سر نو نماز پڑھنا ضروری ہے اور گذشتہ زمانہ میں مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ایسا ہو چکا ہے تو ان کا اندازہ کر کے قضا کرنا ضروری ہے۔ ولو سلم علی ظن ان علیہ ان یسلم فھو سلام عمداً یمنع البناء (کبیری ص: ۴۶۵ مصری)

پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ بدائع میں ہے ثم المسبوق انما یتا بع الا مام فی السھود ون السلام بل ینتظر الا مام حتی یسلم فیسجد فیتابعہ فی سجود السھو لافی سلامہ وان سلم فان کان عامداً تفسد صلاتہ وان کان ساھیاً لا تفسد ولا سھو علیہ لانہ مقتد وسھو المقتدی باطل فاذا سلم الا مام للسھو یتابعہ فی السجود ویتابعہ فی التشھد (بدائع الصنائع ص ۱۷۶ فصل فی بیان من یجب علیہ سجود السھو ومن لایجب) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو؟

(سوال ۲۶۲) ایک شخص کی ظہر کی دو رکعتیں چلی گئیں چوتھی رکعت پر امام نے جب نماز سے نکلنے کے لئے سلام پھیرا تو اس شخص (مسبوق) نے بھول سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، پھر اس کو یاد آیا کہ میری دو رکعتیں چلی گئی ہیں فوراً کھڑا ہو گیا اور اپنی فوت شدہ رکعتیں ادا کیں اب اس پر آخر میں سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) جب امام نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیرے تو مسبوق کو امام کے ساتھ سلام پھیرنا نہیں چاہئے۔ ولا یسلم اذا سلم الا مام (ای للخروج عن الصلوٰۃ)لان ھذا السلام للخروج عن الصلوٰۃ وقد بقی علیہ ارکان الصلوٰۃ (بدائع ج ۱ ص ۱۷۶)

اگر غلطی سے سلام پھیر دیا تو اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیرا ہے تو سجدۂ سہو لازم ہے (کہ بحالت انفراد سلام پھیرا ہے) ورنہ لازم نہیں (اس لئے کہ وہ مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا) بدائع میں ہے۔ ولا یسلم اذا سلم الا مام (ای للخروج عن الصلوٰۃ)لا ن ھذا السلام للخروج عن الصلوٰۃ وقد بقی علیہ ارکان الصلوٰۃ فاذا سلم مع الا مام فان کان ذاکراً لما علیہ من القضاء فسدت صلوتہ' لا نہ سلام عمد وان لم یکن ذاکراً لہ (ای لما علیہ من القضاء) لا تفسد لانہ سلام سھو فلم یخرجہ عن الصلوٰۃ وھل یلزمہ سجود السھو لا جل سلامہ ینظر ان سلم قبل تسلیم الامام اوسلم معہ لا یلزمہ لان سھوہ سھو المقتدی وسھو المقتدی متعطل وان سلم بعد تسلیم الا مام لزمہ لان سھوہ سھو المنفرد فیقضی ما فاتہ ثم یسجدللسھو فی اخر صلاتہ (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۷۱ ایضاً)(درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۵۲۰ آخر باب الامامۃ)

اکثر یہ ہوتا ہے کہ امام کے بعد ہی مقتدی سلام پھیرتا ہے، اور اس صورت میں سجدۂ سہو لازم ہوگا، امام سے پہلے یا امام کے ساتھ ساتھ سلام پھیرنا بہت ہی نادر ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

رکوع چھوٹ گیا یا صرف ایک سجدہ کیا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۶۳) کوئی شخص رکوع کے بجائے سجدہ میں چلا گیا یا سہواً صرف ایک سجدہ کر کے کھڑا ہو گیا تو اس صورت میں نماز کی اصلاح کی کوئی صورت ہے؟ بینوا توجروا۔ (حیدرآباد)

(الجواب) نماز کے اندر اندر فوت شدہ رکوع اور سجدہ کو ادا کر لے اور پھر آخر میں سجدۂ سہو کرے تو نماز کی اصلاح ہو جائے گی ومنها رعاية الترتيب فى فعل مكرر فلو ترك سجدة من ركعة فتذ كر ها فى آخر الصلوة سجد ها وسجد للسهو لترك الترتيب وليس عليه اعادة ما قبلها ولو قدم الركوع على القراءة لزمه السجود لكن لا يعتد بالركوع فيفرض اعادته بعد القرائة كذا فى البحر الرائق (عالمگیری ج ۱ ص ۸۱ كتاب الصلوة الباب الثانى عشر فى سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب. ۱۲ شوال المكرم ۱۳۹۹ھ.

قرأت میں تکرار کرے تو سجدۂ سہو لازم ہوگا یا نہیں:

(سوال ۲۶۴) قراءت میں تکرار کرے جیسے حفاظ تراویح میں کسی آیت پر آ گے کی آیت یاد نہ آنے پر کرتے ہیں تو سجدۂ سہو لازم ہے؟ اگر یہ تکرار تین آیتیں ہو جانے کے بعد کرے یا اس سے پہلے کرے دونوں کا ایک ہی حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں سجدۂ سہو لازم نہیں، اگر چہ یہ تکرار تین آیات پڑھنے کے بعد کرے یا اس سے پہلے کرے، دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو لازم نہیں۔ فقط واللہ علم بالصواب ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ۔

امام قعدۂ اولیٰ یا قعدۂ اخیرہ چھوڑ کر کھڑا ہونے لگا اور مقتدی کے لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو؟:

(سوال ۲۶۵) چوتھی رکعت میں التحیات پڑھ کر امام اٹھ رہا تھا کہ لقمہ دینے سے بیٹھ گیا یا قاعدۂ اولیٰ چھوڑ کر امام سجدہ سے قیام کو جا رہا تھا کہ لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو ہر دو صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ (حیدرآباد)

(الجواب) آخری قعدہ کر کے اگر امام پورا کھڑا نہیں ہوا تھا بلکہ بیٹھنے کے قریب تھا اور لقمہ دینے سے بیٹھ گیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں، قعدۂ اولیٰ کا بھی یہی حکم ہے کہ بیٹھنے کے قریب ہو تو سجدۂ سہو واجب نہیں، اور اگر اوپر کھڑا ہو گیا یا کھڑے ہونے کے قریب ہو گیا تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ ومن سهى عن القعدة الاولىٰ ثم تذكرو هو الى حالة القعود اقرب عادو قعدو تشهد لان ما يقرب من الشيئى يا خذ حكمه ثم قيل يسجد للسهو للتاخير والاصح انه لا يسجد كما اذا لم يقم ولو كان الى القيام اقرب لم يعد لانه كا لقائم معنىً ويسجد للسهو لا نه ترك الواجب وان سهىٰ عن القعدة الا خيرة حتى قام الى الخامسة رجع الى القعدة مالم يسجد لان فيه اصلاح صلاته. (هدايه اولين ص ۱۳۹ باب سجود السهو) فقط و الله اعلم بالصواب.

غلطی سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا:

(سوال ۲۶۶) کسی نے بھول سے پہلے بائیں طرف سلام پھیر دیا بعد میں سیدھی جانب تو کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) نماز ہوجائے گی اور دوبارہ بائیں طرف سلام پھیرنا اس پر لازم نہیں ولو سلم اولاً عن یسارہ ناسیاً او ذاکراً یسلم عن یمینہ ولیس علیہ ان یعیدہ عن یسارہ ولیس علیہ سہو اذا فعلہ ناسیاً (الجوہرۃ النیرۃ ج ۱ ص ۵۵ باب صفۃ الصلاۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

عیدین و جمعہ کی نماز میں سجدۂ سہو کس وقت ساقط ہوتا ہے؟:

(سوال ۲۶۷) عید کی نماز میں تکبیر زائدہ واجبہ ترک ہوجائے یا اور کوئی موجب سجدۂ سہو غلطی ہوجائے تو سجدۂ سہو کیا جائے یا نماز دہرائی جائے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) عیدین کی نماز میں اسی طرح جمعہ وغیرہ میں مجمع کثیر ہو جس کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنے سے انتشار ہونے اور لوگوں کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو ساقط ہوجاتا ہے اور حرج عظیم کی وجہ سے اعادہ بھی معاف ہوجاتا ہے۔ (ولا یاتی الامام بسجود السہو فی الجمعۃ والعیدین) دفعا للفتنۃ بکثرۃ الجماعۃ وبطلان صلاۃ من یریٰ لزوم المتابعۃ وفساد الصلوۃ بترکہ (مراقی الفلاح ص ۹۴) (قولہ بکثرۃ الجماعۃ) واخذ العلامۃ الوانی من ہذہ السببیۃ ان عدم السجود مقید بما اذا حضر جمع کثیر اما اذا لم یحضروا فالظاہر السجود لعدم الداعی الی الترک وہو التشویش (طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۷۰ باب سجود السہو) (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۷۰۵ باب سجود السہو) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ سہو کے بعد تشہد پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟:

(سوال ۲۶۸) سجدۂ سہو کے بعد التحیات پڑھے یا درود شریف و دعا پڑھنا کافی ہے؟ اگر التحیات نہ پڑھے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدۂ سہو کے بعد التحیات (تشہد) پڑھنا ضروری ہے اگر التحیات نہ پڑھے تو نماز صحیح ہوجائے گی مگر واجب کا تارک ہوگا لہذا نماز واجب الاعادہ ہوگی، درمختار میں ہے (ویجب ایضاً) تشہد وسلام لان سجود السہو یرفع التشہد (قولہ یرفع التشہد) ای قراء تہ حتی لو سلم بمجرد رفعہ من سجدتی السہو صحت صلاتہ ویکون تارکاً للواجب وکذا یرفع السلام امداد (درمختار شامی ج ۱ ص ۶۹۲، باب سجود السہو) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۵۰ باب سجود السہو) (عمدۃ الفقہ ص ۲۶۱ ج ۲) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

مغرب یا عشاء کی آخری رکعتوں میں امام نے سورۂ فاتحہ جہراً پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا یا نہیں

(سوال ۲۶۹) محترم المقام حضرت مفتی صاحب دامت فیوضہم، بعد سلام مسنون! مزاج گرامی! عرض ہے کہ آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ج ا ص ۲۴۷ (جدید ترتیب کے مطابق اسی باب کے آخر میں، فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرآت بالجہر کے عنوان سے دیکھئے ص۱۹۶ مرتب) میں ایک فتویٰ ہے کہ فرض کی آخری دو رکعت میں جہراً قرأت کی تو سجدۂ سہو واجب ہوا، بحر الرائق اور طحطاوی کا حوالہ ہے براہ کرم عبارت کتب بالنقل فرما کر ممنون فرمائیں، غور طلب یہ ہے کہ فرض کی آخری دو رکعت میں جب قرأۃ کا درجہ ہی مسنونیت کا ہے تو جہراً پڑھنے سے سجدۂ سہو کیسے واجب ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) فرض کی آخری ایک یا دو رکعت میں صحیح قول کے مطابق سورۂ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے مگر ان رکعتوں میں بالاتفاق امام کے لئے سراً قرأت کرنا واجب ہے لہذا اگر امام جہراً قرأت کرے گا تو ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا، طحطاوی علی الدر المختار میں ہے۔ (والجهر) للامام (والا سرار) للكل (فيما يجهر) فيه ويسر (درمختار) (قوله والا سرار للكل) اى للامام اتفاقاً ومنفرد على الاصح (بحر) (قوله ويسر) اى فيما يسر فيه وهو صلوة الظهر والعصر والثالثة من المغرب والا خريان من العشاء وصلوٰة الكسوف والا ستسقاء (طحطاوى على الدر المختار ج ا ص ۳۲۴ واجبات الصلاة)

بحر الرائق میں ہے (قوله والجهرو الا سرار فيما يجهر ويسر) فالحاصل ان الا خفاء فى صلوٰة المخافتة واجب على المصلى اما ماً كان او منفرداً وهى صلوة الظهر والعصر والركعة الثالثة من المغرب والاخريان من صلوة العشاء وصلوة الكسوف والا ستسقاء وهو واجب على الا مام اتفاقاً وعلى المنفرد على الا صح الخ (بحر الرائق ج ا ص ۳۰۲ واجبات الصلوة)

مراقی الفلاح میں ہے (ويجب الا سرار) فى جميع ركعات (الظهر والعصر) ولو فى جمعهما بعرفة (و) الا سرار (فيما بعد اولى العشاء ين) الثالثة من المغرب وهى والرابعة من العشاء. (مراقى الفلاح مع حاشية طحطاوى ص ۱۳۸ واجبات الصلوٰة)

وتسن (قرائة الفاتحة فيما بعد الا وليين) فى الصحيح وروى عن الا مام وجوبها وروى التخيير بين قراء ة الفاتحة والتسبيح والسكوت.

طحطاوی میں ہے (قوله وتسن قرائة الفاتحة فيما بعد الا وليين) يشمل الثلاثى والرباعى (قوله فى الصحيح) هو ظاهر الرواية كما فى الحلبى (مراقى الفلاح وطحطاوى على مراقى ص ۱۴۷ سنن الصلوة) فقط و الله اعلم بالصواب.

کیا مسبوق تراویح میں سجدۂ سہو کرے گا۔

(سوال ۲۷۰) تراویح کی پہلی رکعت میں حافظ صاحب کے سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوا اس کے بعد دوسری

رکعت میں ایک شخص نے اقتداء کی آیا یہ نو وارد سجدۂ سہو کرے گا یا نہیں؟ امام صاحب کا کہنا ہے چونکہ حافظ صاحب سے سہو پہلے ہوا اور اقتدا بعد میں (یعنی دوسری رکعت میں) کی ہے، لہذا اس نو وارد پر سجدۂ سہو نہیں؟، اس مسئلہ کو مدلل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) وہ مقتدی مسبوق ہے اور مسبوق کا حکم یہ ہے کہ امام کے اتباع میں سجدۂ سہو کرے اگر چہ سہو اس کے اقتداء کرنے سے پہلے ہوا ہو، درمختار میں ہے والمسبوق یسجد مع امامه مطلقاً سواء كان السهو قبل الا قتداء او بعده (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۹۶ باب سجود السهو) یعنی مسبوق (جو امام کے ساتھ ایک رکعت کے بعد شریک ہوا ہو) امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا، چاہے امام سے سہو مسبوق کے اقتداء سے پہلے ہوا ہو یا بعد میں۔ البتہ مسبوق سلام پھیرنے میں امام کی اتباع نہ کرے، سلام پھیرے بغیر سجدہ سہو کرے، اس کا ضرور خیال رکھے، اگر مسبوق نے یہ بات یاد رکھتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے امام صاحب کے ساتھ سلام پھیر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر سہوا سلام پھیرا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ اس وقت مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کی غلطی سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا۔ (بدائع ج ۱ ص ۱۷۶ فصل فی بيان من يجب) عليه السهو ومن لا يجب عليه (فتاوی رحیمیه ج۵ ص ۱۹۱، ۱۹۲) فقط و الله اعلم بالصواب.

مقتدی کے سہو سے سجدۂ سہو:

(سوال ۱۷۲) امام کی اقتدا کی حالت میں مقتدی سے سہو ہو جائے تو کیا بوقت سلام امام و مقتدی پر سجدۂ سہو ضروری ہے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی سجدۂ سہو نہ کرے البتہ اگر امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق سے فوت شدہ نماز کی ادائیگی میں سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو ضروری ہے وسهو المؤتم لا يوجب السجود علی الامام لا نه متبوع لا تابع ولا عليه ای ولا على المؤتم الخ (کبیری) (ص ۴۳۷ فصل فی بيان من تجب عليه السهو ومن لا يجب عليه) وان سهى فی ما يقضى بعد فراغ الا مام يسجد السهو ايضاً. (ایضاً ص ۴۳۸)

سجدۂ سہو بھول سے ایک ہی کیا تو نماز کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں:

(سوال ۱۷۲) امام صاحب سے سہو ہونے پر سجدۂ سہو کیا، لیکن سجدۂ سہو صرف ایک کیا، نماز کا وقت گذر جانے پر خیال آیا کہ سجدۂ سہو بھی سہواً ایک ہی کیا ہے تو اب نماز کا اعادہ کس طرح کیا جائے، آیا ان مقتدیوں کو جمع کر کے نماز پڑھی جائے یا فرداً فرداً پڑھی جائے؟ مقتدیوں کو جمع کرنا ممکن ہے، اگر اعادہ نماز کی ضرورت نہ ہو تو بھی تحریر فرمائیں، بینوا توجروا۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ سجدۂ سہو میں دو سجدے کرنا واجب ہے لہذا ایک سجدہ رہ جانے سے نماز ناقص اور واجب الاعادہ ہوتی ہے، یجب سجدتان الخ باب سجود السهو (نور الا یضاح ص ۱۱۵) وان النقص اذا دخل فی صلوة الا مام ولم يجبر وجبت الا عادة على المقتدى ايضاً (شامی ۱/ ۴۲۵ باب

صفة الصلاة مطلب کل صلاة ادیت مع الکراهة التحریم تجب اعادتها) ایسی صورت میں نمازی منتشر ہونے سے پہلے یاد آ جائے تو نماز کا اعادہ با جماعت ضروری ہے، منتشر ہونے کے بعد سب کو جمع کرنا ضروری نہیں، فرادی فرادی ادا کر لینا کافی ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

امام وتر کی تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو کر خاموش رہا تو کیا حکم ہے؟:

(سوال ۲۷۳) کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ امام نماز وتر کی تیسری رکعت میں کھڑے ہونے کے بعد خاموش رہا، مقتدی نے الحمد کے بعد لقمہ دیا، پھر امام نے فوراً الحمد للہ کے بعد سورۃ ملا کر دعاء قنوت پڑھ لی اور نماز ترتیب سے ختم کی، صرف خاموش ہونے سے سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟ اگر سجدۂ سہو بھی نہ کیا تو نماز ہوگئی یا نہیں؟ یا نماز وتر دوبارہ پڑھنی چاہئے۔

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ تین دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش رہنے کے بعد الحمد پڑھی ہے تو سجدہ سہو لازم ہے، اگر سجدہ سہو نہ کیا تو نماز قابل اعادہ ہے۔

واعلم انه اذا شغله ذلک الشک فتفکر قدر اداء رکن ولم یشتغل حالة الشک بقرائة ولا تسبیح ذکره فی الذخیرة وجب علیه سجود السهو. (باب سجود السهو درمختار ج ۱ ص ۷۰۶)

امام خاموش نہیں رہا بلکہ سورۂ فاتحہ سراً پڑھنے لگا تو اگر بقدر تین آیت پڑھنے کے پھر جہراً پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہے۔ والجهر فیما یخافت فیه و عکسه بقدر ما تجوز به الصلوٰة (درمختار ج ۱ ص ۶۹۴) . فقط و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب.

فرض کی آخری دو رکعتوں میں قرأت بالجہر:

(سوال ۲۷۴) مغرب اور عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت میں امام قرأت بالجہر سہواً کرے تو سجدۂ سہو کرنا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) ہاں سجدۂ سہو کرنا واجب ہے (طحطاوی ج ۱ ص ۳۲۴) (۱) بحر الرائق واجبات الصلوٰۃ صہ ۳۵۲ ج ۱ - فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) ومنها جهر الامام فیما یجهر فیه والا سرار فی محله مطلقاً واختلف فی القدر الموجب للسهو والا صح انه قدر ما تجوز به الصلاة فی الفصلین، باب سجود السهو واجبات الصلاة)

سجدہ تلاوت

آیت سجدہ کو مکرر پڑھنا:

(سوال ۲۷۵) رمضان المبارک میں حفاظ، قرآن کا دور کرتے ہیں۔ایک پڑھتا ہے اور دوسرے حفاظ اور حاضرین سنتے ہیں۔اس طرح آیت سجدہ بار بار پڑھنے اور سننے میں آتی ہے تو سجدہ ایک ہی کیا جائے یا جتنی بار آیت پڑھی اور سنی جائے اتنی دفعہ سجدہ کرے؟

(الجواب) آیت سجدہ اگر ایک ہی مجلس میں مکرر پڑھی جائے تب بھی ایک سجدہ واجب ہوتا ہے۔صورت مسئول عنہا میں ایک ہی سجدہ کرے کیونکہ آیت اور مجلس ایک ہی ہے (شامی ج ۲ ص ۷۲۶)(۱)(بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۵ ایضاً)

آیت سجدہ سن کر بجائے سجدہ کے رکوع میں چلا جائے:

(سوال ۲۷۶) نماز تراویح میں امام نے آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ میں گیا مگر مقتدی رکوع سمجھ کر رکوع میں گیا تو اس کی نماز اور سجدہ ادا ہوگا یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی کو چاہئے کہ رکوع چھوڑ کر سجدہ میں چلا جائے۔اگر رکوع کر کے پھر سجدہ میں گیا تو نماز صحیح ہو جائے گی اور سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا (درمختار شامی ج ۱ ص ۷۲۴) (۲)

نماز میں سجدۂ تلاوت کے بعد دوبارہ آیات سجدہ پڑھ لے:

(سوال ۲۷۷) حافظ صاحب نے تراویح میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کے بعد کھڑے ہو کر بجائے اگلی آیت کے وہی آیت سجدہ دوبارہ پڑھ لی سجدہ تلاوت کے اعادہ کا حکم ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں پہلا سجدہ کافی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں اور سجدہ سہو بھی نہیں (عالمگیری ج ۱ ص ۱۲۵)(۳)

چند حفاظ باہم آیت سجدہ کی تلاوت وسماعت کریں تو کتنے سجدے کریں:

(سوال ۲۷۸) ماہ رمضان میں حفاظ کرام دور سناتے ہیں ایک پڑھتا ہے دوسرے سنتے ہیں اسی طرح یکے بعد دیگرے سب پڑھتے ہیں اگر آیت سجدہ کی تلاوت ہو تو سب پر ایک ہی سجدہ ہے یا جس قدر حفاظ ہیں اسی قدر سجدے ہوں گے اور اسی طرح جتنی بار سماعت ہوتی ہو اسی کا سجدہ ہے؟ شرعی حکم کی وضاحت فرمائیں؟

(الجواب) اگر ایک ہی مجلس میں اس طرح تلاوت ہوتی ہو اور آیت سجدہ بھی ایک ہی ہو تو ایک ہی سجدہ واجب ہے کہ

---

(۱) قولہ ولو کررھا فی مجلسین تکررت الاصل انہ لا یتکرر
الوجوب الا باحد امور الثلاثة اختلاف التلاوت او السماع او المجلس ...... مالم یکن للمکانین حکم الواحد کمسجد والبیت والسفینة الخ باب سجود التلاوة)

(۲) وتؤدی بسجودھا کذلک ای علی الفور وان لم ینوبالا جماع ولو نواھا فی رکوعه ولم ینوھا المؤتم لم تجزه ویسجد اذا سلم الامام ویعید القعدة ولو ترکھا فسدت صلاته باب سجود التلاوة)

(۳) ولو تلاھا فی رکعة فسجدھا ثم اعادھا فی تلک الرکعة لا تجب الثانیة کذا فی محیط السرخسی الباب الثالث عشر فی سجود التلاوة)

آیت سجدہ اور مجلس متحد ہے یعنی آیت بھی ایک ہے اور مجلس بھی ایک ہے (شامی ج ۱ ص ۷۲۶ حوالہ بالا بحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۵ باب سجود التلاوۃ) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

تراویح میں سجدۂ تلاوت کا اعلان کرے یا نہیں:

(سوال ۲۷۹) تراویح میں سجدۂ تلاوت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاں رکعت میں سجدہ ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

(الجواب) خیر القرون میں عرب و عجم میں کثیر تعداد میں جہلاء اور نومسلم ہونے کے باوجود سلف صالحین سے اعلان ہذا ثابت نہیں حالانکہ وہ اسلامی اعمال کی تبلیغ میں نہایت چست اور عبادات کی درستگی کے بڑے حریص تھے۔ فقہاء نے بھی اسطرح کے اعلان کی ہدایت نہیں کی ہے اگر ضرورت ہوتی تو ضرور تاکید فرماتے جیسے کہ مسافر امام کو خصوصی طور پر تاکید فرمائی ہے کہ نمازیوں کو اپنے مسافر ہونے کی اطلاع دے دے چاہے نماز سے پہلے ہو یا بعد میں کہ ''میں مسافر ہوں'' کیونکہ یہاں ضرورت ہے لیکن سجدۂ تلاوت میں عام طور پر ایسی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر بلاضرورت یہ طریقہ جاری رہا تو قوی اندیشہ ہے کہ جس طرح بعض شہروں کا رواج ہے کہ نماز جمعہ کے وقت اعلان کیا جاتا ہے۔ الصلوٰۃ سنۃ قبل الجمعۃ . یا۔ یہ کہا جاتا ہے انصتوا رحمکم اللہ اور دوسرا اعلان سنت یا فعل حسن سمجھا جاتا ہے اسی طرح سجدہ تلاوت کا یہ اعلان بھی ضروری اور بہت ممکن ہے سنت سمجھا جانے لگے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ مباح چیز کو ضروری سمجھنے سے دیگر خرابی کے سواء اس بات کا بھی احتمال ہے کہ مباح کو مسنون سمجھ لیا جائے اور غیر مسنون کو مسنون سمجھ لینا تحریف دین ہے (ازالۃ الخفاء مجلس نمبر ۱ فصل نمبر ۵) البتہ اگر مجمع کثیر ہو جیسا کہ بڑے شہروں میں ہوتا ہے کہ صفیں دور تک ہوتی ہیں۔ کچھ صفیں بالائی منزل میں بھی ہوتی ہیں اور وہاں مغالطہ کا قوی احتمال رہتا ہے کہ لوگوں کو سجدۂ تلاوت کا پتہ نہ چلے اور سجدہ کے بجائے رکوع کرنے لگیں تو ایسے موقع پر بے شک بموجب '' الضرورات تبیح المحذورات''۔ اعلان کی اجازت دی جاسکتی ہے مگر ہر جگہ کا یہ حکم نہیں ہے۔ ہمارے یہاں اس کی (اعلان کی) ضرورت نہیں میرا اپنا برسوں کا تجربہ ہے لہذا اس کا ترک ضروری اور اس کی پابندی غلط ہے۔

مقتدی کے لقمہ دینے سے امام آیت سجدہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت ایک ہے یا دو؟

(سوال ۲۸۰) ایک صاحب پوچھتے ہیں کہ امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے۔ مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے آیت پڑھی تو ایک سجدۂ تلاوت ہے یا دو سجدے؟

(الجواب) امام صاحب سجدہ کی آیت بھول گئے اور مقتدی نے پڑھ کر لقمہ دیا ہے اور امام نے وہ آیت پڑھ کر سجدہ کیا تو یہ سجدہ کافی ہے۔ اس صورت میں دو سجدے واجب نہیں ہیں۔ (۱) فقط .

---

(۱) اذا تلا الامام آیۃ لسجدۃ سجدھا وسجد الماموم ...... وان تلا الماموم لم یلزم الامام ولا المؤتم السجود لا فی الصلاۃ ولا بعد الفراغ منھا ، فتاویٰ عالمگیری سجود التلاوۃ ج ۱ ص ۱۳۳ .

سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت کی آیت کون سی ہے؟:

(سوال ۲۸۱) سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت "اناب" پر ہے یا "حسن مآب" پر؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) محقق قول کی بنا پر اولیٰ یہ ہے کہ "حسن مآب" پر سجدۂ تلاوت کیا جائے۔ شامی میں ہے:۔ وفی ص عند حسن مآب وهو اولیٰ من قول الزیلعی عندو اناب (ج ا ص ۷۱٦ باب سجود التلاوة) علم الفقہ میں ہے (۱۰) سورۂ ص کے دوسرے رکوع میں یہ آیت وخر راكعاً واناب فغفر ناله' ذلک وان له' عندنا لزلفی وحسن مآب. اس آیت میں "وحسن مآب" کے لفظ پر سجدہ ہے بعض علماء کے نزدیک "اناب" کے لفظ پر ہے مگر یہ قول محقق نہیں (درمختار) (علم الفقہ ص ۱۹۵ حصہ دوم) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدہ کی ایک آیت دو رکعتوں میں پڑھی تو کتنے سجدے واجب ہوں گے:

(سوال ۲۸۲) تراویح میں امام نے پہلی رکعت میں سجدہ کی آیت تلاوت کی اور سجدہ کی اتفاقاً دوسری رکعت میں اسی آیت سجدہ کو دہرایا تو پہلا سجدہ کافی ہے یا دوسرا لازم ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پہلا سجدہ کافی ہوجائے گا، بدائع الصنائع میں ہے: واما اذا كرر التلاوة فی ركعتين ان يكفيه سجدة واحدة وهو قول ابی يوسف الا خير وفی الا ستحسان يلزمه' لكل تلاوة سجدة وهو قول ابی يوسف رحمه الله الاول وهو قول محمد وهذا من المسائل الثلاث التی رجع فيها ابو يوسف رحمه الله عن الا ستحسان الی القياس الخ (ص ۱۸۲ فصل سبب وجوب السجدة جلد اول) فقط و الله اعلم بالصواب .

نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت کے بعد تین آیتیں پڑھ کر سجدہ کرنا!:

(سوال ۲۸۳) نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھ کر فوراً سجدہ نہیں کیا تین آیت کے بعد کیا تو ادا ہوا؟ یا سجدۂ سہو کرنا ہوگا؟ یا نماز واجب الاعادہ ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی جائے تو فوراً سجدہ کرنا واجب ہے۔ اگر تین آیتوں سے زیادہ پڑھنے کے بعد سجدہ کیا گیا تو قضا شمار ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ علی المذهب المختار. سجدۂ سہو نہ کیا گیا تو نماز واجب الاعادہ ہوگی۔ جو سجدۂ تلاوت نماز میں واجب ہوا ہو وہ سلام پھیرنے سے پہلے بلکہ سلام پھیرنے کے بعد جب تک کوئی حرکت منافی نماز نہ کی ہو۔ سجدہ کرلینا چاہئے۔ اس کے بعد بجز توبہ واستغفار کے معافی کی کوئی صورت نہیں۔

درمختار میں ہے۔ فعلی الفور لصيرو تها جزء ًامنها ويأ ثم بتاخير ها ويقضيها ما دام فی حرمة الصلوة ولو بعد السلام .وفی الشامی (قوله فعلی الفور) ای فان كانت صلوتيةً فعلی الفور ثم تفسير الفور عدم طويل المدة بين التلاوة والسجدة بقراءة اكثر من آيتين او ثلاث علی ماسيأتی حليه .

(قوله ويا ثم بتا خيرها) لا نها وجبت بما هو عن افعال الصلوٰة وهو القرائة وصارت من اجزائها فوجب ادا ؤها مضيقاً كما في البدائع ولذا كانت المختاروجوب سجود السهو لو تذكرها بعد محلها كما قد مناه في بابه عند قوله لترك واجب صارت كما لو اخرت السجدة الصلبية عن محلها فانها تكون قضاء ومثله ما لوا حر القراءة الى الا خرين على القول بوجوبها في الاولين وهو المعتمد. اما على القول بعدمه فيهما فهي اداء في الا خريين كما حققناه في واجبات الصلوٰة فانهم.(درمختار مع الشامي ج ١ ص ٧٣٣ باب سجود السهو) (وهكذا في المراقي الفلاح وحاشية الطحطاوی ص ٢٦٧)

وفي عالمگيريه: وفي الغياثيه واداء ها ليس على الفور حتىٰ لو اداها في اى وقت كان مودياً قاضياً كذا في التا تارخانية هذا في غير الصلاتية اما الصلوتية اذا اخر ها حتى طالت القرائة تصير قضاءً ويأ ثم هكذا في البحر الرائق ج ١ ص ٨٦. ٨٧ الباب العاشر في سجوٗ التلاوة)

وفي موضع اخر: .وفي الولو الجية المصلى اذا تلا آية السجدة ونسى ان يسجد لهاثم ذكر ها وسجد ووجب عليه سجود السهو لانه تارك للوصل وهو واجب وقيل لا سهو عليه والا ول الاصح كذا في التاتارخانيه(عالمگيری ج ١ ص ٨١ الباب الثانی عشر في سجود السهو)

مالابدمنہ میں ہے:۔سجدۂ تلاوت کہ درنماز واجب شدہ بعدنماز قضانہ شودص اےفقط واللہ علم بالصواب۔

رکوع اور سجدے میں سجدۂ تلاوت کی نیت کرے تو کیسا ہے :

(سوال ۲۸۴) حافظ صاحب نے تراویح میں سورۂ اعراف کی آیت سجدہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدۂ تلاوت نہیں کیا۔ نماز کے بعد دریافت کرنے پر حافظ صاحب نے کہا کہ رکوع میں یا سجدہ میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لی جائے تو سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ سجدہ ادا ہوجائے گا۔ بینواتوجروا۔

(الجواب) نماز میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کا رکوع کرے (جیسا کہ صورت مسئولہ میں ہوا ہے) یا دو تین چھوٹی آیتیں پڑھ کر نماز کا رکوع کرے اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت کر لے تو سجدۂ تلاوت ادا ہوجاتا ہے۔ اگر رکوع میں نیت نہیں کی تو نماز کے سجدہ میں سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا خواہ سجدہ کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، لیکن اگر امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت کی اور مقتدیوں نے نہیں کی تو ان کا سجدہ ادا نہ ہوگا۔ لہذا ایسی صورت میں امام کو چاہئے کہ رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے نماز کے سجدہ میں سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہوجائے گا۔ وتؤدىٰ بركوع صلوٰة اذا كان الركوع على الفورمن قراءة اية) او ايتين وكذا الثلاث على الظاهر كما في البحر (ان نواه) اى كون الركوع لسجود التلاوة على الراجع (وتو ى بسجودها كذلك) اى على الفور (وان لم ينو) بالاجماع ولو نواها في ركوعه ولم ينو المؤتم لم تجزه .(قوله لم تجزه) اى لم تجزئة الا مام المؤ تم ولا تندرج في سجوده اوان نواها الموتم فيه لانه' لما نواها الامام في ركوعه تعين لها . افادهٗ ح هذا الخ(درمختار مع الشامی ج١،

ص ۲۳، ۷ ج ا ص ۲۴ ۷ باب سجود التلاوۃ)

صورت مذکورہ میں امام کے ساتھ مقتدیوں نے بھی رکوع میں سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی نیت کی ہوگی تو سب کا سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا۔ اور اگر مقتدیوں نے نیت نہیں کی ہو اور امام نے کرلی ہو تو مقتدیوں کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا۔ اور اگر امام نے رکوع میں نیت نہیں کی تھی تو نماز کے سجدہ میں کوئی نیت کرے یا نہ کرے سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا۔ (بشرطیکہ تین آیتوں سے کم پڑھا ہو)

مسئلہ سے لوگ واقف نہیں ہوتے اس لئے بہتر یہ ہے کہ سجدۂ تلاوت مستقل ادا کیا جائے۔ نماز کے رکوع اور سجدہ میں ادا کر کے لوگوں کو تشویش میں نہ ڈالے۔ مسئلہ پر عمل کرانا ہو تو نمازیوں کو پہلے سے مسئلہ سمجھا وے پھر عمل کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ تلاوت کرنے کے بعد کھڑے ہوکر ایک دو آیتیں پڑھ کر رکوع کرنا بہتر ہے:

(سوال ۲۸۵) کیا فرماتے علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام صاحب نے مغرب کی نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد قصداً سورۂ علق۔ (اقرأ باسم ربک) تلاوت کی تکبیر کہہ کر فوراً رکوع کیا، اور مدعی ہیں کہ میرا یہ فعل عین سنت کے مطابق ہے، تو سوال یہ ہے کہ ان کا یہ دعویٰ اور طرز عمل حدیث وسنت کے مطابق ہے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔ فقط بینوا توجروا۔

(الجواب) جب کہ امام صاحب دعویٰ کرتے ہیں کہ سجدۂ تلاوت کے بعد بلا کچھ پڑھے رکوع کر لینا سنت کے مطابق ہے تو اس کی دلیل پیش کرنا ان کے ذمہ ہے محض دعویٰ کافی نہیں ہے۔ فقہاء کے نزدیک دو تین آیتیں پڑھے بغیر رکوع کر لینا کراہت سے خالی نہیں ہے۔ اگرچہ نماز ہو جاتی ہے۔ ولو كانت تختم السورة فالا فضل ان يركع بها ولو سجدو لم يركع فلا بد ان يقرء شيئاً من السورة الا خرىٰ بعد ما رفع راسه' من السجود ولو رفع ولم يقرء شيئاً جاز (عالمگیری ج ا ص ۱۳۳ الباب الثالث عشر فی سجود التلاوۃ)

وحاصله على ما ذكره الفقهاء كما فى البدائع ملخصاً ان المتلوة خارج الصلوٰة تو دى على نعت سجدات الصلوٰة والمتلوة فى الصلوٰة الا فضل ان يسجد لها ثم اذا سجد وقام يكره له ان يركع كما رفع سواء كان آية السجدة فى وسط السورة از عند ختمها وبقى بعدها الى الختم قدر آيتين او ثلاث فينبغى ان يقرء ثم يركع فينتظر ان كانت الآية فى الوسط فانه ينبغى ان يختمها ثم يركع وان كانت عند الختم فينبغى ان يقرء ايات من سورة اخرىٰ ثم ا ه (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۲۲، ۱۲۳ باب سجود التلاوة) فقط و الله اعلم بالصواب وعلمه اتم واحكم.

سجدۂ تلاوت کے ایک آیت کی تکرار کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم:

(سوال ۱۲۸۱) مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مطلوب ہیں۔

(۱) امام نے سورہ الم سجدہ تلاوت کی اور سجدہ کیا پھر اسی جگہ نماز فجر میں اسی سورت کو پڑھا تو اس کے ذمہ سجدہ تلاوت ہے یا پہلے کیا ہوا سجدہ کافی ہے کہ جگہ بدلی نہیں ہے۔

(۲) خارج صلوٰۃ آیت سجدہ تلاوت کی اور سجدۂ تلاوت نہ کیا، نماز میں اسی آیت کو پڑھا اور نماز میں سجدۂ تلاوت کرلیا تو یہ ایک سجدہ کافی ہے۔ یا خارج صلوٰۃ جو ایک آیت سجدہ تلاوت کی تھی اس کے لئے دوسرا سجدہ کرنا پڑے گا؟
(۳) نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدۂ تلاوت کرلیا۔ پھر نماز کے بعد اسی جگہ وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو دوسرا سجدہ لازم ہوگا یا نہیں؟ امید ہے کہ تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں گی۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) (۱) صورت مذکورہ میں دوسرا سجدہ لازم ہوگا۔ امام اور اس کے ساتھ مقتدیوں کو سجدۂ تلات کرنا ضروری ہوگا۔ اذا کرر اية السجدة في مكان متحد كفته واحدة الا في مسئلة اذا قرأها خارج الصلوٰة وسجدلها ثم اعادها في مكانه في الصلوٰة فانه تلزمه اخرىٰ. یعنی ایک ہی مجلس میں آیت سجدہ مکرر پڑھے تو ایک سجدہ کافی ہے مگر اس مسئلہ میں کہ نماز کے باہر سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی پھر اسی جگہ نماز پڑھی اور وہی آیت سجدہ تلاوت کی تو اس کو دوسرا سجدہ لازم ہوگا (الاشباه والنظائر ص ۱۹۱ الفن الثاني) مراقی الفلاح میں ہے (ولو تلا اية (خارج الصلوٰة فسجد) لها (ثم) دخل في الصلوٰة و(اعاد) تلاوتها (فيها) اى في الصلوٰة في مجلسه (سجد) سجدةً (اخرىٰ) لعدم تبعيتها للخارجية لقوة الصلوية الخ (مراقي الفلاح مع حاشية طحطاوى ص ۲۸۲ باب سجود التلاوت) (مالا بد منه ص ۷۱)

(۲) نماز میں جو سجدہ کیا وہ کافی ہے۔ دوسرا لازم نہیں (وان لم يسجد اولاً) حين تلا او سمع خارج الصلوٰة (كفته) سجدة (واحدة) وهى الصلوٰتية عن التلاوتين لقوتها في ظاهر الرواية (مراقي الفلاح ص ۲۸۲ ايضاً) (مالا بد منه ص ۷۱) مگر سجدہ کرلینے میں احتیاط ہے۔ چنانچہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے (قوله في ظاهر الرواية) وفي رواية النوادر يسجد للاول اذا فرغ من الصلوٰة لان السابق لا يكون تبعاً للاحق ولان المكان قد تبدل بالا شتغال بالصلوٰة فصار كما لو تبدل بعمل اخر. وجه الظاهر. ان الدخول في الصلوٰة فصار كما لو تبدل بعمل اخر. وجه الظاهر. ان الدخول فی الصلوٰة عمل قليل وبمثله لا يختلف المجلس كذا في الشرح (ص ۲۸۲ ايضاً)

(۳) ظاہر روایت یہ ہے کہ دوسرا سجدہ لازم ہوگا۔ وكذا لو سجد في الصلوٰة ثم اعادها بعد سلامه يسجد اخرىٰ في ظاهر الرواية لعدم بقاء الصلوية حكماً (مراقي الفلاح مع طحطاوى ص ۲۸۲ ايضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

سورۂ ص میں اناب پر سجدہ کیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۲۸۲) ہمارے یہاں گذشتہ کل تراویح میں سورۂ ص میں اناب پر سجدۂ تلاوت ہوا۔ ایک بڑی عمر کے حافظ صاحب کہہ رہے ہے کہ سجدہ "مآب" پر کرنا چاہئے لہذا اس رکوع کا اعادہ کرو، اور دوبارہ سجدہ کرو۔ ورنہ ایک سجدہ رہ جائے گا۔ آپ تحریر فرمائیں کہ کیا اعادہ ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) بہتر یہ ہے کہ سورۂ ص میں سجدۂ تلاوت "حسن مآب" پر کیا جائے، "اناب" پر سجدہ کرنا خلاف احتیاط ہے۔ شامی میں ہے وفي ص عند وحسن مآب وهو اولىٰ من قول الزيلعي عندو اناب (شامی ج ۱ ص

۱۷ باب سجود التلاوۃ) صورت مسئولہ میں اناب پر سجدہ کیا گیا ہے یہ خلاف احتیاط ہوا۔ لیکن اعادہ کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ۔

دو رکعت پوری کر کے دوسری نماز میں وہی سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی جو پہلی دو رکعت میں پڑھی تو دوسرا سجدہ واجب ہوگا یا نہیں :

(سوال ۲۸۷) تراویح میں امام نے دو رکعت کی نیت باندھی پہلی یا دوسری رکعت میں سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی اور سجدہ کیا اور دو رکعت پوری کی، پھر دوسری دو رکعت کی نیت باندھی اور سہواً وہی سجدۂ تلاوت کی آیت پڑھی۔ لیکن سجدہ نہیں کیا نماز کے بعد ایک مقتدی کے استفتاء پر امام صاحب نے فرمایا کہ پہلی نماز کا سجدۂ تلاوت دوسری نماز کے لئے کافی ہے، دریافت طلب امر یہ ہے کہ امام صاحب کا فرمان صحیح ہے یا دوسری نماز میں مستقل سجدہ کرنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں دوسرا سجدہ کرنا ہوگا۔ تکبیر تحریمہ کہہ کر دوسری نماز شروع کرنے سے حکماً مجلس بدل جاتی ہے۔ ولان المکان قد تبدل بالا شتغال بالصلوٰۃ فصار کما لو تبدل بعمل اخر (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) نیز مراقی الفلاح میں ہے وکذا لو سجد فی الصلوٰۃ ثم اعادھا بعد سلامہ یسجد اخریٰ فی ظاھر الروایۃ لعدم بقاء الصلوٰیۃ حکماً، یعنی نماز میں سجدۂ تلاوت کی آیت تلاوت کر کے سجدہ کیا۔ پھر وہی آیت سلام پھیرنے کے بعد دوبارہ پڑھی تو ظاہری روایت کے مطابق دوسرا سجدہ کرے نماز میں جو سجدہ کیا تھا وہ حکماً بھی باقی نہ رہا (مراقی الفلاح ص ۲۸۶ ایضاً) فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ۔

سجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا :

(سوال ۲۸۸) سجدۂ تلاوت آیت سجدہ پڑھنے یا سننے سے واجب ہوتا ہے لیکن اگر کوئی شخص آیت سجدہ کا ترجمہ پڑھے تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) واجب ہوگا اس لئے کہ ترجمہ اسی آیت کا مفہوم ہے نور الایضاح میں ہے۔ ویجب علی من تلا آیۃ ولو بالفارسیۃ (قولہ ولو بالفارسیۃ) اتفاقاً فھم اولم یفھم لکونھا قرآناً من وجہ (باب سجود التلاوۃ مراقی الفلاح ص ۹۶) فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ تلاوت کے بجائے فدیہ دیا جا سکتا ہے :

(سوال ۲۸۹) ایک حافظ صاحب آج سے پندرہ بیس سال قبل بمبئی آتے جاتے گاڑی میں قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے تھے مگر تقریباً ایک سو کے قریب قریب سجدۂ تلاوت ذمہ میں باقی رہ گئے ہیں، اب وہ حافظ صاحب بیمار ہیں چل پھر نہیں سکتے، اتنے سجدے کرنا ان کے بس کی بات نہیں تو اب وہ حافظ صاحب کیا کریں بطور فدیہ گیہوں دے دیں تو کیا ذمہ داری ختم ہوگی؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ریل گاڑی میں سجدہ کی آیت پڑھی گئی مگر سجدہ کا موقعہ نہیں تھا، اس لئے بہت سے سجدۂ تلاوت رہ گئے اپنے مقام پر پہنچ کر کر لینا ضروری تھا تاخیر کے لئے توبہ استغفار ضروری ہے اور اب جب کہ سجدہ کرنے سے معذوری ہے تو جس طرح نماز کا سجدہ اشارہ سے کرتے ہیں۔ یعنی جتنا جھک سکنے کی طاقت ہو اتنا جھک کر سجدہ ادا کیا جاتا ہے، اسی طرح اشارہ سے سجدۂ تلاوت ادا کر لئے جائیں تو ادا ہو جائیں گے، اس کے بجائے فدیہ دینا کافی نہیں، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سجدۂ تلاوت:

(سوال ۲۹۰) امام نے آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ نہ کیا تو مقتدی کرے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی بھی امام کی اتباع میں سجدہ نہ کرے۔[1] فقط واللہ اعلم۔

آیت سجدہ سے قبل سجدہ:

(سوال ۲۹۱) حافظ صاحب نے سجدہ والی آیت پڑھنے سے قبل ہی سجدہ کر دیا تو کیا نماز میں خلل واقع ہوگا؟

(الجواب) جی ہاں خلل واقع ہوگا اور اس کی تلافی سجدۂ سہو کرنے سے ہو جائے گی و یجب سجدتان بتشهد وتسليم لترك واجب بتقديم او تأخير اوزيادة او نقص (مراقی الفلاح مع الطحطاوی مختصرا ص ۲۵۰ باب سجود التلاوة) فقط و الله اعلم بالصواب .

(۱) آیت سجدہ پڑھے بغیر نماز میں سجدۂ تلاوت کرلیا (۲) آیت سجدہ پڑھ کر بھی نماز میں سجدۂ تلاوت نہیں کیا:

(سوال ۲۹۲) تراویح کی نماز میں امام صاحب نے سورۂ علق پڑھی اور آیت سجدہ باقی رکھ کر سجدۂ تلاوت کرلیا اور حسب قاعدہ نماز ختم کردی تو یہ نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور ان دونوں رکعتوں کا شمار تراویح میں ہوگا یا نہیں؟

(ب) دوسری دو رکعتوں میں آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ نہیں کیا، اس کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) حامداً ومصلیاً ومسلماً! جب کہ آیت سجدہ پڑھی نہیں گئی تو سجدہ بھی واجب نہیں ہوا اس لئے جو سجدہ کیا گیا وہ فضول اور بے موقع ہوا ہے، لیکن اس سے نماز فاسد نہ ہوگی اور ان دو رکعتوں کا شمار تراویح میں ہوگا۔ واگر در نماز سجدہ کند ادانہ باشد لیکن نماز باطل نہ شود (مالا بدمنہ ص ۷۱)

(ب) دوسرے دوگانہ میں سجدۂ تلاوت واجب ہوا ہے اور نماز ہی کے اندر اس کا ادا کرنا ضروری تھا مگر نماز میں ادا کرنے سے رہ گیا اس لئے ساقط ہو گیا خارج نماز میں قضا نہیں کیا جا سکتا، اگر قصداً ترک کیا جائے تو آدمی سخت گنہگار ہوتا ہے واذا تلاها فی الصلوة سجدها فيها لا خارجها لما مر فی البدائع واذالم يسجد اثم فلتزمه التوبة (درمختار) (قوله واذا لم يسجد اثم) افادانه لا يقضيها قال فی شرح المنية و كل

---

(۱) لان الامام لو لم يسجد لا يسجد المأموم وان سمعها لأنه ان سجدها فی الصلاة وحده صار مخالف امامه ، باب سجود التلاوة ج ۱ ص ۲۲۱ ۔

سجدة وجبت فی الصلوة ولم تؤ دفیها سقطت ای لم یبق السجود لها مشروعاً لفوات محله اه(شامی ج ۱ ص ۷۲۲باب سجود التلاوة)

اگرصورت مذکورہ میں امام نے سجدہ کی آیت کے بعد دو یا تین آیتوں سے زائد نہیں پڑھا تھا اور رکوع کرلیا تھا اور اس میں امام اور مقتدیوں نے سجدۂ تلاوت ادا کرنے کی نیت بھی کرلی ہو تو سب کا سجدہ ادا ہو گیا اگر امام نے رکوع میں سجدہ کرنے کی نیت نہیں کی تو پھر سجدہ میں بلا نیت بھی سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر تین آیتوں سے زائد پڑھنے کے بعد رکوع کیا ہے تو سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوا لہذا اس خطا کی خدا سے معافی چاہے (قوله نعم لو رکع وسجد لها ای للصلوٰة فوراً ناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوة بلا نية تبعه السجود امامه (شامی ج ۱ ص ۷۲۴ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

ایک ہی مجلس میں استاذ کے مختلف طلبہ سے ایک آیت سجدہ سننے سے ایک سجدہ واجب ہوگا:

(سوال ۲۹۳) ایک مدرس طلبہ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتا ہے جماعت بندی کی وجہ سے پوری جماعت اپنے استاذ کو ایک ہی سبق سناتی ہے سبق میں بعض مرتبہ سجدۂ تلاوت کی آیت بھی ہوتی ہے ہر طالب علم اپنی اپنی باری پر وہ آیت پڑھتا ہے اور استاذ اپنی جگہ بیٹھا ہوا ہے اور سب کا سبق سنتا ہے۔ مذکورہ صورت میں استاذ پر اور اسی طرح جماعت میں جو نابالغ بچے ہیں ان پر ایک سجدہ واجب ہوگا یا جتنی مرتبہ آیت پڑھی گئی ہے اتنے سجدے واجب ہوں گے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں استاذ کے لئے اور بالغ طلبہ کے لئے ایک سجدہ کافی ہوگا، شامی میں ہے۔ واشار الی انه متی اتحد الاية والمجلس لا یتکرر الوجوب وان اجتمعت التلاوة والسماع ولو من جماعة (شامی ج ۱ ص ۷۲۲ تحت قوله بشرط اتحاد الاية والمجلس باب سجود التلاوة ، فتاویٰ رحیمیه ج ۵ ص ۱۹۸) فقط و الله اعلم بالصواب .

باب قضاء الفوائت

کیا آنحضور ﷺ کی نماز کبھی قضا ہوئی تھی :

(سوال ۲۹۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عالم نے وعظ میں فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی آنکھ مبارک نہ کھلی جس کی وجہ سے آپ کی نماز قضا ہوگئی اور جب سورج کی کرنیں نبی کریم ﷺ کے چہرۂ انور پر پڑیں تو بیدار ہوئے اور قضا نماز ادا فرمائی. کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ ہماری دانست میں حضور ﷺ سے ایسے چوک نہیں ہوسکتی، اگر واقعہ صحیح ہے تو حوالہ دے کر اس کی وجوہات مفصل ارقام فرمائیں، اس کی وجہ سے ہمارے یہاں نزاع ہو رہا ہے۔؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وبا لله التوفیق: بے شک ایسا واقعہ پیش آیا ہے کہ آنحضور ﷺ کی نماز آنکھ نہ کھلنے کی وجہ سے قضا ہوگئی، آپ ﷺ بشر اور مخلوق ہیں، خالق نہیں ہیں اور نیند نہ آنا صرف خدا کی ہی صفت ہے لا تاخذہ سنة ولا نوم یعنی نہ تو اس کو (خدا کو) اونگھ دبا سکے نہ نیند (سورۂ بقرہ)

مذکورہ واقعہ سے شان نبوت پر ذرہ برابر حرف نہیں آتا حضور ﷺ نے معاذ اللہ سستی، غفلت یا بے پرواہی نہیں کی تھی، واقعہ یہ ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہمراہ سفر میں تھے، اخیر رات میں ایک منزل پر قیام فرمایا بہت تھکے ہوئے تھے، اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا ہم کو بیدار کرنے کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں لیتا ہوں، حضرت بلالؓ کو نماز کے وقت بیدار کرنے کا ذمہ دار بنا کر تھوڑی دیر آرام کی غرض سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم لیٹ گئے، باوجود اس کے کہ حضرت بلالؓ نے بیدار رہنے کی امکانی کوشش کی مگر آپ کی بھی آنکھ لگ گئی اور نتیجۃً سب کی نماز قضا ہوگی، اس واقعہ میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں قضا نماز ادا کرنا اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ اور اس کا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کرنا، چنانچہ آپ ﷺ نے اذان، اقامت اور جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور صحابہ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا، یا ایها الناس ان الله قبض ارواحنا ولو شاء لر دها الینا فی حین غیر هذا...... الخ یعنی اے لوگو! اللہ نے ہماری روحیں قبض کر لی تھیں اگر وہ چاہتا تو طلوع آفتاب سے پہلے (نماز کے وقت پر) ہماری روحیں لوٹا دیتا اور ہم بیدار ہو جاتے، جب تم میں سے کوئی سو رہے یا نماز پڑھنا بھول جائے تو اس کو لازم ہے کہ نماز پڑھ لے، جس طرح (ادا نماز) پڑھا کرتا تھا، یہ پوری حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ عن زید بن اسلم قال عرس رسول الله صلی الله علیه وسلم لیلةً ووکل بلالاً ان یو قظهم للصلوٰة فرقد بلا ل رقدوا...... الخ. (مشکوٰۃ شریف ص ۶۷ قبیل باب المساجد)(۱)

(۱) جب آنحضرت ﷺ غزوہ خیبر سے واپس ہوئے تو راستے میں یہ واقعہ پیش آیا، یہ واقعہ لیلة التعریس کے نام سے مشہور ہے مشکوٰۃ ص ۶۷ ایضا)

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مخلوق ہر امر میں خدا کی محتاج ہے، کوئی اس کے امر کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

قضا نماز باقی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرے

(سوال ۲۹۵) ظہر کی نماز نہیں پڑھی اور عصر کی جماعت شروع ہو چکی تو پہلے ظہر کی نماز پڑھے یا عصر کی نماز میں شریک ہو جائے؟ ضروری کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر یہ شخص صاحب ترتیب ہے(۱) تو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ظہر کی نماز پڑھے، اور اگر صاحب ترتیب نہیں ہے تو پہلے عصر کی نماز با جماعت ادا کرلے پھر ظہر کی قضا پڑھے، لو خاف فوت الجماعة الحاضرة قبل قضاء الفائتة فان كان صاحب الترتيب قضىٰ وان لم يكن فهل يقضى ليكون الا داء بحسب ما وجب الىٰ قوله . ام يقتدى لا حرار فضيلة الجماعة مع جواز تاخير القضاء وامكان تلافيه قال الخير الرملى لم اراه ثم نقل عن الشا فعية اختلاف الترجيح فيه واستظهر الثانى قلت ووجهه ظاهر لان الجماعة واجبة عندنا او فى حكم الواجب ولذا يترك لا جلها سنة الفجر التى قيل عندنا بوجوبها الخ (شامى ج ۱ ص ۶۶۵ باب ادراک الفريضه) فقط و الله اعلم بالصواب .

جماعت میں شریک ہونے کے بعد قضا نماز یاد آئے:

(سوال ۲۹۶) ایک شخص جماعت میں شریک ہو گیا پھر اس کو نماز میں یاد آیا اس نے اس سے پہلے کی نماز نہیں پڑھی ہے تو اب وہ کیا کرے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) نماز با جماعت پوری کر کے قضا نماز پڑھے پھر اس نماز کو جو امام کے ساتھ پڑھی ہے لوٹا لے، اگر یہ شخص صاحب ترتیب ہے، ورنہ ضرورت نہیں، مؤطا امام محمد میں ہے۔ اخبرنا مالک حدثنا نافع عن ابن عمر انه كان يقول من نسى صلوة من صلوٰته فلم ى ذكرها الاهو مع الامام فاذا سلم الامام فليصل صلوٰته التى نسى ثم ليصل بعدها الصلوٰة الا خرى (اى الّتى صلاها مع الا مام) قال محمد وبهذا نا ٔخذ الخ (مؤطا امام محمد ص ۱۰۵ باب الرجل يصلى فيذكر ان عليه اصلوٰة فائتة) (فتاوىٰ محمدى ص ۸۸) فقط و الله اعلم.

(۱) سوال میں مذکورہ صورت میں مریض پر نمازوں کی قضا لازم ہے یا نہیں

(۲) زندگی میں نمازوں کا فدیہ دینا کیسا ہے؟:

(سوال ۲۹۷) دریافت طلب امر یہ ہے کہ مریض لقوہ (فالج) جس میں عام طور پر دماغ زیادہ متاثر ہوتا ہے اطباء اور ڈاکٹر بھی یہی کہتے ہیں کہ اس کا تعلق دماغ کی رگوں اور پٹھوں سے ہوتا ہے اس میں مریض کا احساس اور شعور کافی مجروح ہوتا ہے بالکل احساس اور شعور فنا ہو جاتا ہو ایسا بھی نہیں بعض مرتبہ بات سمجھ لیتا ہے، دوسرے انسان کو پہچان

---

(۱) صاحب ترتیب وہ شخص ہے جس کے ذمہ بلوغ سے اب تک چھ نمازیں قضا نہ ہوں۔ (کفایۃ المفتی ص ۴۳۹ ج ۳، امداد الفتاویٰ ص ۵۰۶ ج ۱۔

طرف دھیان جاتا ہے کبھی بالکل نہیں جاتا، نماز پڑھنے میں رکعتوں کا شمار بھی گا ہے یاد نہیں رہتا تو اس شخص پر نماز فرض ہوگی یا نہیں؟ اور زندگی میں فدیہ دینا صحیح ہوگا یا نہیں؟ وضاحت کے ساتھ مدلل تحریر فرمائیں، مفروضہ مسئلہ نہیں پیش آمدہ شکل ہے، بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر ایک دن رات سے زیادہ وقت اس طرح گذرے کہ بالکل شعور اور احساس نہ ہو بالفاظ دیگر مسلسل بے ہوشی طاری رہے تو نماز ساقط ہوجائے گی ورنہ ساقط نہ ہوگی وقت ملنے پر نمازیں ادا کرلیا کرے، اس صورت میں اگر قضاء نہ پڑھ سکے تو فدیہ کی وصیت کرے زندگی میں فدیہ دینا صحیح نہیں ہے، اگر اکثر وقت بے ہوشی طاری رہتی ہے اور گاہے افاقہ ہوجاتا ہو اگر افاقہ کا وقت مقرر ہو مثلاً صبح کے وقت افاقہ ہوجاتا ہے اور اس کے بعد بے ہوشی طاری ہوجاتی ہے تو اس افاقہ کا اعتبار ہوگا، اس سے قبل اگر بے ہوشی ایک رات دن سے کم ہے تو بے ہوشی کا حکم باطل ہوجائے گا اور نمازوں کی قضا لازم ہوگی، اور اگر افاقہ کا وقت مقرر نہ ہو دن میں کسی بھی وقت افاقہ ہوجاتا ہو تو اس افاقہ کا اعتبار نہیں یعنی یہ بے ہوشی متصل اور لگاتار سمجھی جائے گی، اور اگر اکثر وقت ہوش وحواس قائم رہتے ہوں گاہے بے ہوشی اور بے شعوری طاری ہوتی ہو اور یہ سلسلہ رہتا ہو تو اس کا حکم ظاہر ہے نماز ساقط نہ ہوگی، اگر رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہو اور کوئی شخص اس کو بتلاتا جائے اور وہ پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہے۔

درمختار میں ہے (ومن جن او غمی علیه) ولو بفزع من سبع او آدمی (یوماً ولیلةً قضی الخمس وان زادت وقت صلوٰة) سادسة (لا) للحرج ولو افاق فی المدة فان لا فاقته وقت معلوم قضی والا لا (درمختار).

ردالمحتار میں ہے (قوله ان لا فاقة وقت معلوم) مثل ان یخف عنه المرض عند الصبح مثلاً فیفیق قلیلاً ثم یعاوده فیغمی علیه تعتبر هذه الا فاقه فیبطل ما قبلها من حکم الاغماء اذا کان اقل من یوم ولیلة وان لم یکن لا فاقته وقت معلوم لکنه یفیق بغتة فیتکلم بکلام الا صحاء ثم یغمی علیه فلا عبرة بهذه الا فاقة ح عن البر. (ردالمحتار علی الدر المختار ج ۱ ص ۷۱۴ باب صلوٰة المریض)

غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار میں ہے: ومن جن. الیٰ قوله. وقت معلوم قضی والا لا. اور جو شخص مجنون ہوا یا بے ہوش ہوا اگرچہ کسی درندہ یا آدمی کے خوف سے بے ہوش ہوا ہو ایک دن رات تو وہ پانچ نمازیں قضا پڑھے اور اگر بڑھ جائے بے ہوشی وقت چھٹی نماز کا تو قضا نہ پڑھے، بسبب حرج کے اور اگر دن رات میں اس کو افاقہ ہوجاتا ہو تو اگر افاقہ کا وقت متعین ہو تب قضا پڑھے ورنہ قضا نہ پڑھے، مثلاً دن رات بے ہوش رہتا ہے مگر صبح کو ہوش میں آتا ہے تو اول کی بے ہوشی بے کار ہوگی اور قضا پڑھنی پڑے گی اور اگر وقت ہوش کا معین نہیں یکا یک ہوش میں آجاتا ہے تو اس ہوش کا اعتبار نہیں، کذا فی الطحطاوی (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص ۳۴۸، ص ۳۴۹ ج ۱۔)

بحرالرائق میں ہے (قوله ومن جن او اغمی علیه خمس صلوات قضی ولو اکثر لا) وهذا استحسان والقیاس ان لا قضاء علیه اذا استوعب الا غماء وقت صلوة کاملة لتحقق العجز وجه الا ستحسان ان المدة اذا طالت کثرت الفوائت فیحرج فی الا داء واذا قصرت قلت فلا حرج والکثیر ان یزید علی یوم ولیلة لانه یدخل فی حد التکرار والجنون کالا غماء علی الصحیح اه

(بحرالرائق ص ۱۱۷ ج ۲ باب صلوٰۃ المریض)

بدائع میں ہے:۔ واما المغمیٰ علیه فان اغمی علیه یوماً ولیلة او اقل یجب علیه القضاء لانعدام الحرج وان زاد علی یوم ولیلة لا قضاء علیه لا نه یحرج فی القضاء لدخول العبادة فی حد التکرار، وکذا المریض العاجز عن الا یماء اذا فاتته صلوات ثم برأفان کان اقل من یوم ولیلة او یوماً ولیلةً قضاه وان کان اکثر لا قضاء علیه لما قلنا فی المغمیٰ علیه الخ.(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۴۶ فصل واما حکم هذه الصلوات الخ)(هدایه اولین ص ۱۴۲ باب صلوٰة المریض)

شامی میں ہے:۔ (تتمه)فی البحر عن القنیة ولا فدیة فی الصلوات حالة الحیوٰة بخلاف الصوم اه (شامی ص ۷۱۲ ج ۱ باب صلوٰة المریض)

علم الفقہ میں ہے: اگر کوئی مریض سر سے اشارہ بھی نہ کرسکتا ہوتو اس کو چاہئے کہ نماز اس وقت نہ پڑھے، بعد صحت کے اس کی قضا پڑھ لے پھر اگر یہی حالت اس کی پانچ نمازوں سے زیادہ تک رہے تو اس پر ان نمازوں کی قضا بھی نہیں جیسا کہ قضاء کے بیان میں گذر چکا۔

اگر مریض کو رکعتوں کا شمار یاد نہ رہتا ہوتو اس پر بھی اس وقت کی نماز ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ بعد صحت کے ان کی قضاء پڑھ لے، ہاں اگر کوئی شخص اس کو بتلا تا جاوے اور وہ پڑھ لے تو جائز ہے، یہی حکم ہے اس شخص کا ہے جو زیادہ بڑھاپے کے سبب مخبوط العقل ہوگیا ہو یعنی دوسرے شخص کے بتلانے سے اس کی نماز درست ہوجائے گی اور اگر کوئی بتلانے والا نہ ملے تو وہ اپنی غالب رائے پر عمل کرے (نفع المفتی) (علم الفقہ ج ۲ ص ۱۴۰، مریض اور معذور کی نماز)۔

بیمار شخص جو پاکی کے اہتمام سے قاصر ہو اس سے متعلق ایک فتویٰ ''فتاویٰ رحیمیہ ص ۴۱۵، ج ۶ ص ۴۱۶۔ پر ہے اسے بھی ضرور ملاحظہ فرمالیں (جدید ترتیب کے مطابق باب صلوٰۃ مریض اور مریضہ کی نماز بحالت نجاست کے عنوان سے، دیکھیں ص ۱۰۹ مرتب) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بلا عذر نماز قضا کرنا:

(سوال ۲۹۸) ایک شخص نمازی تو ہے مگر وقت کی پابندی نہیں کرتا، کیا پھر بھی وہ فاسق وگنہگار ہے؟

(الجواب) شریعت میں نماز کی بہت ہی تاکید ہے مقررہ وقت پر اس کا ادا کرنا ضروری ہے، باری تعالیٰ کا فرمان ہے۔
ان الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا.

ترجمہ:۔ بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں (نساء) لہذا بلا عذر شرعی نماز کو وقت سے ٹال کر پڑھنے والا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔

حضرات صحابہ میں سے بعض جیسے حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابوداؤدؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تو تارک نماز کو کافر ہی مانتے ہیں۔

اختلف العلماء فی کفر تارکها عمدافذهب جماعة من الصحابة و من بعدهم الی الکفر

اما الصحابة فمنهم عمرو وعبد الله بن مسعود و عبد الله بن عباس ومعاذ بن جبل و جابربن عبد الله وابو الدرداء وابو هريرة وعبدالرحمن بن عوف(مجالس الابرار. مجلس ۵۱/ ۳۲۱)

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے نماز پڑھی اتنی کہ اس کا وقت نکل گیا پھر قضا کی تو دوزخ میں کئی حقبہ عذاب کیا جاوے گا اور حقبہ اسی برس کا ہوتا ہے روی انه علیه السلام قال من ترک الصلوٰة حتی مضی وقتها ثم قضی عذب فی النار حقبا والحقب ثمانون سنة. ایضاً ص ۳۲۰)

اسی لئے فقہاء تحریر فرماتے ہیں کہ بوقت ولادت حاملہ عورت کے بچے کا سر نکل چکا ہو اور اس وقت نماز کا وقت تنگ ہونے لگے تو ایسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں وضو نہ کرسکتی ہو تو تیمم کرکے بچے کی حفاظت کے ساتھ نماز پڑھے، نماز قضا کرنے کی اجازت نہیں۔

اور ایسے ہی جو سمندر کے اندر تختے پر ہو تب بھی نماز معاف نہیں، اعضاء وضو کو پانی سے تر کرکے اشارہ سے نماز پڑھ لے، نماز قضاء کرنے کی اجازت نہیں۔

ایسے ہی جس کے دونوں ہاتھ پاؤں سن ہو چکے ہوں اور اس کے پاس کوئی ایسا آدمی نہ ہو جو وضو یا تیمم کروائے تو اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک تیمم کی نیت سے دیوار پر مل لے اور نماز پڑھے، قضا کرنے کی اجازت نہیں، ذکر فی الذخیرة ان امرأة اذا خرج رأس ولدها وخافت وقت الصلوٰة تتوضأ ان قدرت والا تتيم (الی قوله) وكذا من وقع فی البحر علی لوح وخاف خروج وقت الصلوٰة يدخل اعضا الوضوء فی الماء بنية الوضوء ثم يصلی بالا يماء ولا يترک الصلوٰة وكذا من شلت يداه وليس معه احد يوضيه او يتممه يمسح وجهه وذراعيه علی الحائط بنية التيمم ويصلی ولا يجوز له ترک الصلوٰة ولا تاخيرها عن وقتها (ایضاً ص ۳۲۰) بعض فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ جو جانتا ہے کہ جب وہ حج کے لئے جاوے گا تو اس کی ایک نماز فوت ہوگی تو اس کو حج کے لئے جانا حرام ہے مرد ہو یا عورت، اس واسطے کہ جس کی ایک نماز قضا ہوتی ہے تو اس کا عوض ستر حج سے کم میں نہیں ہوتا۔

ومن علم انه اذا خرج الی الحج تفوته صلوة واحدة يحرم عليه الحج رجلا كان او امرأة لان من يترک صلوة واحدة لا يكفرها اقل من سبعين حجة (مجالس الابرار، مجلس ۲۰ ص ۵۳ او ص ۱۵۴)

اس سے نماز کو بروقت پڑھنے کی اہمیت معلوم ہوسکتی ہے، فقط واللہ اعلم بالصواب۔

بیمار کی نماز کی قضا اور فدیہ:

(سوال ۲۹۹) بیمار آدمی کی نماز قضا ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

(الجواب) بیمار شخص جب کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکے تو بیٹھے بیٹھے رکوع وسجدہ سمیت نماز پڑھے، اگر رکوع وسجدہ کرنے کی بھی قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر رکوع اور سجدہ کے اشارے سے نماز پڑھے، اگر بیٹھے بیٹھے بھی نماز ادا کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو چت لیٹ کر گھٹنے کھڑے رکھے یا کروٹ پر لیٹ کر سر کے نیچے تکیہ رکھ دے پھر سر کے اشارے سے رکوع

وسجدہ کر کے نماز پڑھے، اگر سر کے اشارے سے رکوع، سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہو تو نماز نہ پڑھے۔ اذا تعذر على المريض كل القيام صلى قاعداً بركوع وسجود وان تعذر الركوع والسجود صلى قاعد ابالا يماء وان تعسر القعود اوما مستلقيا اه على جنبه والاول اولىٰ ويجعل تحت راسه وسادة ليصير وجهه الى القبلة لا السمآء وينبغي نصب ركبتيه ان قدر حتى لا يمد هما الى القبلة وان تعذر الا يماء اخرت عنه مادام يفهم الخطاب .(نور الا يضاح ملخصاً ص ۱۰۴ بابٌ صلوٰة المريض و ص ۱۰۵)

پھر پانچ نماز تک یہی حالت رہی اور اچھا ہو جاوے تو قضا پڑھنا واجب ہے اور اگر اسی حالت میں انتقال ہو جاوے تو قضا ضروری نہیں اور فدیہ کی وصیت بھی واجب نہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ وان مات من ذلك المرض لا شئى عليه ولا يلزمه فدية، كذا في المحيط (ج ۱ ص ۱۳۷ الباب الرابع عشر في صلاة المريض)

اگر پانچ نماز سے زیادہ یہی حالت رہے تو قضا نہیں ہے، معاف ہے، اسی طرح اگر پانچ نماز کے وقت سے زائد مجنون یا بے ہوش رہے تب بھی ان اوقات کی نمازوں کی قضا اور فدیہ نہیں وہ معاف ہیں ومن جن او اغمی عليه خمس صلوات قضى ولو اكثر لا .(نور الا يضاح ص ۱۰۵ و ص ۱۰۶ باب صلوٰة المريض)فقط و الله اعلم بالصواب .

نوافل وسنن

ظہر کی جماعت کھڑی ہونے کی وجہ سے سنت کی دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں کتنی رکعت سنت ادا کرنا چاہئے :

(سوال ۳۰۱) ظہر سے قبل کی چار رکعت سنت پڑھنا شروع کی ظہر کی جماعت کھڑی ہوجانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور جماعت میں شامل ہوگیا۔ بعد میں دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا چار رکعت پڑھنا ضروری ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں چار رکعت سنت مؤکدہ ادا کرنا ضروری ہے دو رکعت کافی نہیں۔ اس لئے کہ یہ چار رکعت بیک سلام مسنون ہے۔ درمختار میں ہے (وسن) مؤکداً (اربع قبل الظهر) اربع قبل الجمعة واربع (بعدها بتسليمة) فلو بتسليمتن لم تنب عن السنة (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۳۰ باب الوتر والنوافل مطلب فی السنن والنوافل) فقط و الله اعلم بالصواب

ظہر کی سنتیں شروع کی اور جماعت کھڑی ہوجائے تو کیا کرے :

(سوال ۳۰۱) ایک آدمی نے ظہر کی سنت کے لئے نیت باندھی اس کے بعد جماعت کھڑی ہوگئی تو دو رکعت پر ہی سلام پھیر دیا۔ اب جماعت کے بعد صرف دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا پوری چار رکعت پڑھنا ضروری ہے؟ نیز ایسی صورت حال میں دو رکعت پر سلام پھیر دینا بہتر ہے یا چار رکعت پوری کر لینا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں بعد میں چار رکعت سنت مؤکدہ پڑھنا ضروری ہے۔ دو رکعت کافی نہیں۔ اور مذکورہ صورت میں دو رکعت پر سلام پھیرنے کی ضرورت نہ تھی چار رکعت پوری کر لیتے تو اچھا ہوتا اور یہی راجح قول ہے، اگرچہ دو رکعت پر سلام پھیرنا بھی درست ہے۔ درمختار میں ہے (والشارع فی نفل لا يقطع مطلقاً) ويتمه ركعتين (وكذا سنة الظهر و) سنة (الجمعة اذا اقيمت او خطب الا مام) يتمها اربعاً (على) القول (الراجح) لا نها صلوٰة واحدة وليس القطع للاكمال بل للأ بطال خلافاً لما رجحه' الكمال (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۶۸ باب ادراک الجماعة)

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:۔

(سوال) متعلق سنن ظہر (۵۲۴)

(الجواب) ظہر کی سنتیں جو فرض شروع ہونے سے پہلے پڑھ رہا تھا اگر درمیان میں فرض شروع ہوجائیں تو سنتیں پوری کر کے سلام پھیرے اور فرض میں شامل ہوجائے لیکن اگر دو رکعت پر سلام پھیر کر فرض میں شریک ہوجائے اور پھر چاروں رکعتیں فرض کے بعد ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے۔ پہلی صورت بہتر ہے (مولانا مفتی) کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی۔ (کفایت المفتی ج ۳ ص ۲۷۲)

بہشتی ثمر میں ہے۔ مسئلہ: ظہر اور جمعہ کی سنت مؤکدہ اگر شروع کر چکا ہو اور فرض ہونے لگے تو راجح یہ ہے کہ اس کو پوری کرے۔ (بہشتی ثمر ص ۱۳۴ حصہ اول) فقط واللہ اعلم بالصواب

شبینہ یعنی ایک رات میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے :

(سوال ۳۰۲) بعد سلام مسنون اینکہ ہم نوجوانان تندر بار شبینہ کرنا چاہتے ہیں اس کی ترکیب کیا ہے؟ یعنی قرآن پاک ایک رات میں ختم کیا جائے یا تین راتوں میں؟ اور کتنی رکعتوں میں ختم کیا جائے؟ بیس رکعتوں میں یا اس سے زائد رکعتوں میں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس زمانہ میں شبینہ مروجہ کراہت اور مفاسد سے خالی نہیں ہے ایک خرابی تو یہ ہے کہ نفل یا جماعت میں قرآن پڑھا جاتا ہے حالانکہ نفل باجماعت (اگر دو تین مقتدیوں سے زائد ہوں تو) مکروہ تحریمی ہے۔ مجالس ابرار میں ہے۔ واما لو اقتدیٰ واحدا واثنان بواحد فلا یکرہ وفی الثلاثۃ اختلاف وفی الا ربعۃ یکرہ اتفاقا (مجالس الا برار ص ۱۳۹ مجلس نمبر ۱۹ (ھکذا فی الدر المختار و ردالمحتار ج ا ص ۶۱۵ باب الوتر و النوافل مطلب فی کراھیۃ الا قتداء فی النفل علی سبیل التداعی الخ و ج ا ص ۶۶۳ تا ۶۶۴ باب الا مامۃ)(کبیری ص ۳۸۹ فصل فی النوافل).

البتہ تراویح میں درست ہے بشرطیکہ قرآن صاف اور صحت کے ساتھ پڑھا جاوے اور شہرت مقصود نہ ہو اور مقتدی سست نہ ہوں(۱) اگر کچھ بیٹھے رہیں اور باتیں کرتے رہیں اور کھانے پینے کے انتظام میں لگے رہیں اور نتیجۃً ان کی تراویح بھی فوت ہو جائے تو جائز نہ ہوگا اس زمانے میں ایسے حفاظ کہاں ہیں؟ جو پورا قرآن صاف اور صحت کے ساتھ ایک رات میں ختم کریں یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا لہذا اس قسم کے حفاظ کا تین روز سے کم میں قرآن ختم کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

صلوٰۃ التسبیح کا طریقہ، اس کی فضیلت اور اس کے متعلق مسائل !!:

(سوال ۳۰۳) (ا) صلوٰۃ التسبیح کی کیا فضیلت ہے؟ (۲) الف، اس نماز کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟) اس نماز کا کوئی وقت معین ہے یا نہیں؟ (ج) اس کی تسبیح کس طرح گنی جائیں؟ (د) اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے یا کمی ہو جائے تو اس کی قضا کس طرح کی جائے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے یہ نماز اپنے محترم چچا صاحب حضرت عباسؓ کو سکھائی اور فرمایا کہ آپ اس کو پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اگلے، پچھلے، قدیم جدید نئے پرانے، دانستہ نادانستہ، چھوٹے بڑے، خفیہ علانیہ سب گناہ معاف کر دے گا۔ (مشکوٰۃ شریف)(۲) اس فضیلت کے پیش نظر عمر بھر میں کم از کم ایک مرتبہ تو یہ نماز

(۱) ویکرہ للمقتدی ان یقعد فی التراویح فاذا أراد الا مام ان یرکع یقوم وکذا اذا غلبۃ النوم یکرہ ان یصلی مع القوم الخ فتاویٰ عالمگیری ،فصل فی التراویح ج ا ص ۱۱۹.

(۲) عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباس بن مطلب یا عباس یا عماہ الا اعطیک لا امحک الا اخبرک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ وأخرہ قدیمہ وجدیدہ خطاء وعمدہ صغیرہ وکبیرہ سرۃ وعلانیۃ الخ صلوۃ التسبیح ص ۱۱۷)

پڑھنی چاہئے۔

(۲)(الف) اس نماز کے پڑھنے کے دوطریقے احادیث سے ثابت ہیں۔ (پہلا طریقہ) چار رکعت کی نیت کی جائے اور الحمد وسورۃ کے بعد رکوع سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر، پڑھیں اور بعض روایت کے موافق ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بھی ملالینا چاہئے۔ پھر رکوع میں رکوع کی تسبیح کے بعد وہی کلمات دس۔۱۰ مرتبہ، پھر رکوع سے اٹھ کر قومہ میں دس مرتبہ پھر سجدہ میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس مرتبہ پھر سجدہ سے اٹھ کر جلسہ میں دس۱۰ مرتبہ پھر دوسرے سجدہ میں سجدہ کی تسبیح کے بعد دس۱۰ مرتبہ پھر دوسرے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جائیں اور دس مرتبہ پڑھیں۔ اس طرح ہر رکعت میں پچھتر ۷۵ تسبیح ہوئیں اسی طرح باقی رکعتوں میں پڑھیں پہلے اور دوسرے قعدہ میں التحیات سے پہلے تسبیح پڑھی جائے اس طرح کلی تسبیحات تین سو۳۰۰ ہوجائے گی۔

(دوسرا طریقہ) یہ ہے کہ پہلی رکعت میں ثناء (سبحانک اللّٰھم الخ) پڑھنے کے بعد قراءت سے پہلے پندرہ مرتبہ یہ کلمات پڑھے۔ پھر قراءت کے بعد رکوع سے پہلے دس۱۰ مرتبہ۔ پھر رکوع میں (رکوع کی تسبیح کے بعد)۱۰دس مرتبہ پھر رکوع سے اٹھ کر (قومہ) میں دس مرتبہ پھر سجدہ میں (سجدہ کی تسبیح کے بعد) دس۱۰ مرتبہ پڑھے اس دوسری ترتیب میں دوسرے سجدہ کے بعد تسبیح پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس طرح ایک رکعت میں پچھتر ۷۵ تسبیح کا عدد پورا ہوجائے گا۔ اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پہلے پندرہ ۱۵ مرتبہ یہ تسبیح پڑھے پھر قرأت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ اس طرح چار رکعتیں پوری کرے۔ ان دونوں طریقوں میں سے پہلا طریقہ از روئے سند زیادہ قوی ہے۔ مگر دونوں طریقے صحیح اور قابل عمل ہیں جو طریقہ آسان معلوم ہو اس کو اختیار کیا جائے۔ اور یہ بھی مناسب ہے کہ کبھی اس طریقہ سے اور کبھی اس طریقہ سے پڑھا جائے کیونکہ دونوں صورتیں روایات حدیث اور تعامل سلف سے منقول وماثور ہیں اور اس صلوٰۃ التسبیح میں قراءت فاتحہ کے بعد اختیار ہے کہ جو سورت بھی چاہے پڑھے۔ بعض روایات میں سورۂ اذا زلزلت اور عادیات اور اذا جآء نصر اللہ اور قل ھو اللہ احد منقول ہے۔ اور بعض روایات میں الھکم التکاثر، سورۂ عصر، سورۂ کافرون، اور سورۂ اخلاص (قل ھو اللہ) وارد ہوا ہے۔ (شامی ج۱ ص ۶۴۳)(۱)

(ب) اس نماز کا کوئی وقت معین نہیں ہے۔ اوقات مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ پھر دن میں کسی وقت پھر رات میں۔ (شامی ج ۱ ص ۶۴۳) (۲) (فضائل ذکر)

---

(۱) وهى اربع بتسليمة او تسلمتين يقول فيها ثلثمائة مرة سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله و الله اكبر وفى رواية ولا حول ولا قوة الا بالله يقول ذلك فى كل ركعة خمسة وسبعين مرة فبعد الثناء خمسة عشر ثم بعد القرأة وفى ركوعه و الرفع منه وكل من السجدتين فى الجلسة بينهما عشراً عشراً بعد تسبيح الركوع والسجود وهذه الكفيه هى التى رواها الترمذى فى جامعه عن عبد الله بن مبارك احد اصحاب ابى حيفه ..... الرواية الثانية ان يقتصر فى القيام على خمسة عشر مرة بعد القرأة والعشرة الباقية ياتى بها بعد من الرفع من السجدة الثانية واقتصر عليها فى الهاوى القدسى والحلية والبحر وحديث اشهر لكن قال فى شرح المنية ان الصفة التى ذكرها ابن مبارك هى التى ذكرها فى مختصر البحر وهى موافقة لمذهبنا لعدم الاحتياج فيها الى جلسة الاستراحة اذهى مكروهة عندنا باب الوتر والنوافل مطلب فى صلاة التسبيح)

(۲) يفعلها فى كل وقت لا كراهية. باب الوتر والنوافل مطلب فى صلوة التسبيح)

(ج) ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے۔ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔ انگلیوں کو بند کرکے گننا اور تسبیح ہاتھ میں رکھ کر گننا جائز ہے مع الکراہت۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر ہر تسبیح پر ایک ایک انگلی کو اس جگہ دباتا رہے (فضائل ذکر، غایۃ الاوطار، شامی)[1]

(د) اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے یا مقررہ عدد سے کم پڑھے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے۔ البتہ اس تسبیح کی قضا رکوع سے اٹھ کر قومہ میں اور دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں نہ کرے کہ چھوٹا رکن میں ہے۔ ان کے بعد جو رکن ہے اس میں چھوٹی ہوئی تسبیح بھی پڑھ لے۔ مثلاً رکوع میں بھول گیا تو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں قیام کی تسبیح کے ساتھ پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے[2] **(فضائل ذکر، نجات المسلمین، غایۃ الاوطار)** غرض کہ تسبیحات کی تعداد (تین سو ۳۰۰) پوری ہونی چاہئے اور قصداً زیادہ نہ کرنا چاہئے ورنہ بعض علماء کی قول کے موافق اس نماز کا جو خاص ثواب ہے وہ فوت ہوجاتا ہے اور اگر سہواً بلا قصد زیادہ پڑھی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (نجات المسلمین) اگر صلوٰۃ التسبیح میں کوئی سہو ہوجائے تو سجدۂ سہو میں صلوٰۃ التسبیح کی تسبیح نہ پڑھی جائے اس لئے کہ اس نماز کی کل تسبیحات تین سو ہیں وہ چار رکعتوں میں پوری ہوچکیں (ترمذی، شامی) ہاں اگر اس تعداد میں کمی رہی ہو تو سجدۂ سہو میں پڑھ لے۔ (فضائل ذکر) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تسبیح میں کمی ہوگئی تو سجدۂ سہو سے تلافی ہوگی یا نہیں:

(سوال ۳۰۴) صلوٰۃ التسبیح پوری پڑھ لینے کی بعد معلوم ہوا کہ تسبیحات تین سو سے کم پڑھی گئی ہیں تو کیا سجدۂ سہو کرنے سے تلافی ہوجائے گی؟ اگر اس سے تلافی نہ ہو تو تلافی کی صورت کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر نماز پوری کرنے کے بعد یاد آیا کہ تسبیحات کم پڑھی گئی ہیں تو اس کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں آتا۔ کیونکہ سجدۂ سہو ترک واجب پر مرتب ہوتا ہے۔ اور تسبیحات واجب نہیں۔ اس صورت میں یہ نماز مطلق نفل ہوگئی۔ صلوٰۃ التسبیح کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ (نجات المسلمین از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ) فقط واللہ اعلم بالصواب۔[3]

تحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے:

(سوال ۳۰۵) جس مسجد میں ہم نماز پڑھتے رہتے ہیں اس میں بار بار آمد ورفت میں پنجوقتہ نماز کے وقت اولاً تحیۃ المسجد پڑھ سکتے ہیں؟ نماز (جماعت) ہونے کو تقریباً سات منٹ دیر ہو تو سنن سے قبل اسے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

---

(۱) وفی القنیة لا یعد التسبیحات بالاصابع ان قدر ان یحفظ بالقلب والا یغمز الاصابع.

(۲) قال الملا علی فی شرح المشکاة مفهومه انه ان سها ونقص عدد امن محل معین یاتی به فی محل آخر تکملة للعدد المطلوب اه قلت واستفیدانه لیس له الرجوع الی المحل الذی سها فیه وهو ظاهر وینبغی کما قال بعض الشافعیة یا تی بما ترک فیما یلیه ان کان غیر قصیر فتسبیح الا عتدال یا تی به فی السجود اما تسبیح الرکوع فیاتی به فی السجود ایضا لا فی الا عتدال لانه قصیر قلت وکذا تسبیح السجدة الا ولی یأتی به فی الثانیة لا فی الجلسة لأن تطویلها غیر مشروع عند نا علی ما مر فی الواجبات . ایضا.

(۳) حواله بالا.

(الجواب) وقت مکروہ نہ ہو تو پڑھی جا سکتی ہے، جماعت شروع ہونے سے پہلے فراغت ہو سکتی ہے تو پڑھے ورنہ ترک کر دے، مسجد میں بار بار جانے والے کے لئے ایک مرتبہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے، ہر مرتبہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔(۱) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تحیۃ الوضو پڑھنے سے قبل بیٹھنا کیسا ہے:

(سوال ۳۰۶) بعض نمازی مسجد میں آکر پہلے بیٹھ جاتے ہیں پھر کھڑے ہو کر نماز تحیۃ الوضوء وغیرہ پڑھتے ہیں تو کیا اولاً بیٹھنا مسنون ہے؟

(الجواب) مسجد کے آداب میں سے یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے والا شخص بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ لے۔ اولاً بیٹھ جانا مسنون نہیں ہے بلکہ خلاف سنت ہے (ہاں کسی عذر کی وجہ سے بیٹھنا پڑے تو مضائقہ نہیں) حدیث میں ہے اذا دخل احدکم المسجد فلیر کع رکعتین قبل ان یجلس (صحاح ستة مشکوٰة باب المساجد مواضع الصلاة الفصل الاول) ''تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لے فقط۔ اللہ اعلم بالصواب۔

(سوال ۳۰۷) مسجد محلہ میں نماز فجر پڑھے اور دوسری مسجد میں قرآن کی تفسیر سننے کے لئے جائے اور وہاں اشراق پڑھے تو اشراق کا ثواب ملے گا یا نہیں؟ یا جہاں نماز پڑھی ہو وہاں نماز اشراق پڑھنا ضروری ہے؟ اگر مسجد میں سے گھر گرم پانی سے وضو کے لئے جائے اور گھر میں نماز اشراق ادا کرے تو ثواب ملے گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ان دونوں صورتوں میں نماز اشراق کا ثواب ملے گا کہ اشراق تک ذکر اللہ میں مشغول رہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:۔ ای استمر فی مکانه ومسجده الذی صلی فیه فلا ینا فیه القیام لطواف اولطلب علم او جلس وعظ فی المسجد بل لو رجع الی بیته واستمر علی الذکر حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین. یعنی اشراق تک ذکر اللہ میں مشغول رہ کر نماز اشراق پڑھنے والا ثواب کا حق دار ہے چاہے وہیں بیٹھا رہے۔ یا اگر مسجد حرام میں ہے تو خانہ کعبہ کا طواف کرلے۔ یا کسی حلقہ درس یا مجلس وعظ میں شریک ہو جائے بلکہ اگر اپنے گھر چلا جائے اور اشراق کے وقت تک ذکر (تلاوت یا تسبیح) میں مصروف رہے اور پھر نوافل اشراق پڑھ لے تب بھی اس ثواب کا مستحق ہے۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوۃ الفصل الثانی ج ۲ ص ۳۶۵ مطبوعہ مطبع مذادیہ ملتان)(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

تہجد باجماعت کا حکم

(سوال ۳۰۸) نماز تہجد باجماعت پڑھے یا تنہا۔ بحوالہ کتب جواب تحریر فرمائیں۔

(الجواب) نماز تہجد علیحدہ علیحدہ (تنہا تنہا بلا جماعت) ادا کرے باجماعت ادا کرنا مکروہ ہے، اگر کبھی کبھار دو تین آدمی

---

(۱) ان اصحابنا یکرهو نها فی الاوقات المکروهة تقدیما لعموم الخاطر علی عموم المبیح...... قوله وتکفیه لکل یوم مرةای اذا تکرر دخوله لعذر. شامی، باب الوتر والنوافل مطلب فی تحیة المسجد ج ۱ ص ۶۳۵-۶۳۶.
(۲) حوالہ آگے بعنوان، نماز اشراق کے لئے تعیین مکان شرط ہے؟ کے تحت آرہا ہے۔

جو بغیر بلائے اور بلا کسی اہتمام کے جمع ہوں وہ جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، امام کے سوا دو آدمی ہوں تو بالاتفاق مکروہ نہیں، تین ہوں تو اختلاف ہے، چار ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔

یکرہ ذلک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعة بواحد (درمختار) (قوله علی سبیل التداعی) هوان یدعو بعضهم بعضاً کما فی المغرب وفسره الوافی بالکثرة و هو لا زم معناه (قوله اربعة بواحد) اما اقتداء واحد بواحد او اثنین بواحد فلا یکره وثلاثة بواحد فیه خلاف بحرعن الکافی (باب الوتر والنوافل مطلب فی کراهة الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی الخ شامی ج ا ص ۶۶۴)

اور مجموعہ فتاویٰ سعدیہ میں ہے:۔

(الجواب) جماعت در نماز تہجد بتداعی مکروہ است و بغیر تداعی کہ اتفاقاً یک دو کس یا سہ کس اقتدیٰ متہجد نمایند مکروہ نیست التداعی بان یقتدی اربعة بواحد کما فی الدرر وکذا فی الدر المختار۔ فاضل چلپی در حاشیہ شرح وقایہ می آرد الجماعة فی التهجد الذی هی نافلة بدعة قطعا ۔ یعنی لوگوں کو بلا کر تہجد کی نماز میں جماعت کرنا مکروہ ہے۔ اور بلا تداعی یعنی بلاوے کے بغیر ایک دو آدمی یا تین آدمی اتفاقاً تہجد پڑھنے والے کی اقتدا کریں تو مکروہ نہیں فاضل چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز تہجد باجماعت قطعاً بدعت ہے (مجموعہ فتاویٰ سعدیہ ص ۷۲۔۷۳)

اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''افسوس ہزار افسوس!! بعضے از بدعتہا کو در سلاسل دیگر اصلاً موجود نیست دریں طریقہ علیہ احداث نمودہ اندو نماز تہجد را بجماعت میگزارند اطراف و جوانب درآں وقت مردم از برائے نماز تہجد جمع می گردند و بجمعیت تمام ادامی نمایند و ایں عمل مکروہ است بکراہت تحریمی، جمعے از فقہا کہ تداعی شرط کراہت داشتہ اند جواز جماعت نفل را مقید بناحیۂ مسجد ساختہ زیادہ از سہ کس را باتفاق مکروہ گفتہ اند۔ یعنی افسوس صد افسوس کہ جن بدعتوں کا دوسرے سلسلوں میں نام ونشان تک نہیں پایا جاتا وہ اس طریقہ علیہ (مشائخ نقشبندیہ) میں نمودار ہوگئی ہیں۔ نماز تہجد کو جماعت سے ادا کرتے ہیں اور گردونواح سے اس وقت لوگ تہجد کے واسطے جمع ہوجاتے ہیں اور بڑی جمعیت سے ادا کرتے ہیں اور یہ عمل مکروہ ہے بکراہت تحریمی۔ حضرت فقہاء کی ایک جماعت جن کے نزدیک تداعی (یعنی ایک دوسرے کو بلانا) کراہت کی شرط ہے ان کے نزدیک جواز جماعت کے لئے یہ قید ہے کہ وہ مسجد کے کونے میں ہو تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ کہا ہے (مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب ۱۳۱ ص ۱۴۴) البتہ بعض علماء کے نزدیک ماہ رمضان کا تہجد اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ لیکن اکثر وبیشتر علماء محققین ان سے متفق نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ میں ہے:۔

(سوال) نوافل کو باجماعت ادا کرنا اور بالخصوص رمضان میں تہجد اور اوابین کو جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) جماعت نوافل کی سوائے ان مواقع کے کہ حدیث سے ثابت ہیں مکروہ تحریمہ ہے فقہ میں لکھا ہے اگر تداعی ہو اور مراد تداعی سے چار آدمی مقتدی کا ہونا ہے۔ پس جماعت صلوٰۃ کسوف، تراویح، استسقاء کی درست اور باقی سب مکروہ ہے۔ کذا فی کتب الفقہ۔ (فتاوی رشیدیہ جلد اول ص ۴۷)

دوسرا فتویٰ

مسئلہ: بعض قصبات میں رواج ہے کہ رمضان شریف میں بعض حفاظ نماز تہجد میں باہم قرآن شریف سنتے سناتے ہیں اور دو چار آدمی اور بھی جماعت میں شریک ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے گھر جا کر جگاتے ہیں اور کسی روز بے اطلاع سب مسجد میں جمع ہو جاتے ہیں، سو یہ جماعت درست ہے یا نہیں؟

(الجواب) نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح وکسوف واستسقاء کے اگر چار مقتدی ہوں تو حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے خواہ خود جمع ہوں خواہ بطلب آویں اور تین میں خلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں۔ کذا فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (جلد دوم ص ۵۵)

تہجد کی دو رکعت ادا کرنے میں اذان ہو جائے:

(سوال ۳۰۹) مجھے تہجد کا شوق ہے۔ ایک دن تہجد کی دو رکعت کی نیت کی اسی اثناء میں اذان ہوئی میں نے دو رکعت پوری کی تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ اذان بروقت ہوئی ہے اور دو رکعت جو پڑھی گئی ہے وہ صبح صادق کے بعد ادا ہوئی ہے اب سنت فجر پڑھی جائے یا نہیں؟ اس سوچ میں جماعت کھڑی ہوگئی اور سنت پڑھے بغیر جماعت میں شامل ہو گیا تو اب کیا کروں سنت فجر کی قضا ہے یا نہیں؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں جب یقین ہے کہ دو رکعت صبح صادق کے بعد ادا کی گئی ہے تو یہ دو رکعت سنت فجر کے قائم مقام ہوگئی یعنی سنت فجر پڑھنے کی ضرورت نہیں (منیہ ص ۹۸ کبیری ص ۳۸۵ شامی ج ۱ ص ۳۸۸)[1] فقط و اللہ اعلم بالصواب۔

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد نبوی میں:

(سوال ۳۱۰) نوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے یا حرم شریف میں یا مسجد نبوی میں؟ حاجی نفل کہاں پڑھے؟ بینوا تو جروا۔

(الجواب) گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے مگر حاجی کے لئے بیت اللہ اور مسجد نبوی میں نفل پڑھنا افضل ہے کہ ان کو یہ موقع میسر نہ ہوگا۔ ''مرقاۃ شرح مشکوٰۃ'' میں ہے۔ والظاهر ان الكعبة والروضة الشريفة تستثنيان للغرباء لعدم حصو لهما فى مواضع آخر فتغتنم الصلوة فيهما قياساً على ما قاله ائمتنا ان الطواف للغرباء افضل من الصلوة النافلة. و الله تعالىٰ اعلم.

یعنی۔ مسجد میں نوافل پڑھنے کے مقابلہ میں گھر میں نوافل پڑھنا افضل ہے۔ لیکن باہر والوں کے لئے (حاجیوں کے لئے) مکہ مکرمہ اور روضۂ شریفہ اس سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ اور جگہ ان کو یہ حرم میسر نہیں آسکتے۔ پس ان غریب الوطنوں کو چاہئے کہ ان مقدس حرموں میں نماز ادا کرنے کو غنیمت سمجھیں۔ یہ ایسے ہی ہے کہ حضرات ائمہ مجتہدین کا ارشاد ہے کہ باہر والوں کے لئے جو مکہ مکرمہ میں پردیسی ہیں۔ خانہ کعبہ کا نفلی طواف نفلی نماز سے افضل ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ طبع ملتان ج ۳ ص ۱۸٦) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

---

(۱) قوله وسنة ولو سنة فجر حتى لو تهجد بركعتين ثم تبين انها بعد الفجر نابا عن السنة باب شروط الصلاة)

عشاء سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ:

(سوال ۳۱۱) عشاء سے پہلے چار رکعت سنت کا ثبوت حدیث سے ہے یا بے اصل ہے؟

(الجواب) نماز عشاء سے پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ مستحب ہے...... حدیث وتعامل سلف صالحین سے ثابت ہے بے اصل نہیں ہے۔ ''مظاہر حق'' میں ہے۔ اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ جو کوئی نماز عشاء سے پہلے چار رکعت پڑھے گویا اس نے تہجد پڑھی اس رات، اور جو کوئی بعد عشاء چار رکعت پڑھے گویا اس نے چار رکعت شب قدر میں پڑھی۔ رواہ سعید بن منصور وفی سنة ع ح وبرهان شرح مواهب الرحمان۔ (مظاہر حق ص ۳۸۱ ج ۱)

وندب اربع قبل العشاء لماروی عن عائشة رضی الله عنها انه علیه السلام کان یصلی قبل العشاء اربعاً ثم یصلی بعدها اربعاً ثم یضطجع (مراقی الفلاح فصل فی بیان النوافل ص ۷۵)

وعن عائشة انه علیه الصلوٰة والسلام کان یصلی قبل العشاء اربعاًثم یصلی بعدها اربعاً ثم یضطجع (الاختیار شرح المختار باب الوتروالنوافل ص ۶۶ ج ۱) واما الاربع قبل العشاء فلیست بسنة لعدم المواظبة فکانت مستحبة الخ (عینی شرح کنز باب الوتر والنوافل ص ۴۷ ج ۱) وبروایتے بعد نماز مغرب بست رکعت آمدہ وپیش از عشاء چہار رکعت مستحب است (مالابد منہ ص ۶۹) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز تہجد کا صحیح وقت:

(سوال ۳۱۲) تہجد کی نماز کا صحیح وقت کون سا ہے؟

(الجواب) تہجد کی نماز کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے صبح صادق تک ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحاح میں روایت موجود ہے کہ حضرت اقدس ﷺ نے نماز تہجد ابتدائی شب میں بھی، نصف شب میں بھی اور آخری شب میں بھی پڑھی ہے مگر آخر زندگی میں زیادہ تر آخری شب میں پڑھنا ہوتا تھا۔ رات کا حصہ جتنا بھی مؤخر ہوتا جاتا ہے اتنی ہی رحمتیں اور برکتیں زیادہ ہوتی ہیں اور سدس آخر (رات کا آخری چھٹا حصہ) تمام حصوں سے زیادہ افضل ہوتا ہے۔

تہجد (لفظ) ترک ہجود یعنی ترک نوم سے مشتق ہے۔ یعنی سونے کے اوقات! اور عشاء کے بعد تمام اوقات تہجد کے ہی اوقات ہیں! (مکتوبات شیخ الاسلام نمبر ۷ ص ۲۰۲)

فرض نماز ذمہ باقی رکھ کر نوافل میں مشغول ہونا:

(سوال ۳۱۳) اگر کسی کے ذمہ فرض نماز چند سال کی ادا کرنا باقی ہو اور وہ شخص فرض نماز ادا نہ کرتا ہو بلکہ نوافل پڑھتا ہو تو اس کو نفل نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) فرائض مانند اصل (جڑ بنیاد) کے ہیں اور نوافل مثل شاخوں کے، جس طرح شاخیں بدون اصل (جڑ) کے قائم نہیں رہ سکتیں، نوافل بھی بلا فرائض کے بے سہارا اور بے حقیقت ہیں اور جس طرح شاخوں سے جڑ کو رونق حاصل ہوتی ہے نوافل بھی فرائض کے ساتھ نور علیٰ نور کے درجہ میں ہیں۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے۔ وما تقرب الی عبدی شئی احب الیّ مما افترضت علیه ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی الخ

الخ (یعنی) اورمیرا بندہ میری پسندیدہ چیزوں (عملوں) میں سے کسی بھی چیز (عمل) کے ذریعہ مجھ سے اس قدر قریب نہیں ہوتا جس قدر ان چیزوں کی ادائیگی کے ذریعہ قریب ہوتا ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مجھے محبوب ہوجاتا ہے اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اس کا سول پورا کردوں اور جو مانگے اسے دے دوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو اسے (آفات وبلیات سے) پناہ دے دوں۔ (بخاری شریف)

اگر فرائض کی کمی ہوگی اور ان میں کچھ قصور ہوگا تو نوافل کے ذریعہ پوری کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے **فان انتقص من فریضة شیئی قال الرب تبارک وتعالیٰ انظروا ھل لعبدی من تطوع فیکمل بھا ما انتقص من الفریضة ثم یکون سائر عملہ کذلک.** (یعنی) اگر کسی بندہ کے فریضہ نماز میں کمی ہوئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائیں گے دیکھو! میرے بندہ کے پاس نوافل بھی ہیں؟ اگر ہوں گے تو ان کے ذریعہ فرض نمازوں کی کمی پوری کردی جائیں گی۔ پھر اس کے بعد باقی اعمال روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کا بھی اسی طریقہ پر حساب ہوگا یعنی فرضوں کی کمی اور خامی نفلی چیزوں سے پوری کی جائے گی (مشکوٰۃ) بہرحال سب سے زیادہ حق تعالیٰ کا قرب اور نزدیکی بندہ کو فرائض کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے، نوافل دوسرے درجہ میں ہیں اور فرائض کے ساتھ مفید ہوں گے، بلا فرائض کے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:۔

نوافل را در جنب فرائض ہیچ اعتبار نیست ادائے فرضے از فرائض در وقتے از اوقات بہ از ادائے نوافل ہزار سالہ است اگر چہ بنیت خالص اداشود، ہر نفلیکہ باشد از صلوٰۃ وصوم وفکر وذکر وامثال لہنہا الخ یعنی:۔ وہ عمل جس سے بارگاہ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے فرض ہیں یا نفل، فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں ایک فرض کا ادا کرنا ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے اگر چہ وہ ہزار سالہ نفل خالص نیت سے ادا کئے جائیں خواہ نوافل از قسم روزہ و ذکر وفکر وغیرہ ہوں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ تمام شب جاگے اور صبح کی نماز باجماعت چھوٹ جائے اس سے بہتر ہے کہ تمام شب سوئے اور فجر کی نماز باجماعت ادا کرے۔

زکوٰۃ کی نیت سے ایک دانگ (۲ رتی) کا دینا بہتر ہے اس سونے کے پہاڑ سے جو بطریق صدقہ نافلہ دیا گیا ہے۔ (مکتوبات امام ربانی ج ا ص ۳۶) حضرت امام ربانی مزید فرماتے ہیں:۔

در ادائے فرض اہتمام تمام باید نمودہ و در حل وحرمت احتیاط باید فرمود، وعبادات نافلہ در جنب عبادات فرائض کا **لمطروح فی الطریق** اند واز اعتبار ساقط اند اکثر مردم ایں وقت در ترویج نوافل اند و در تخریب فرائض در رایتان نوافل عبادات اہتمام درانند وفرائض راخوار و بے اعتبار شمرند الخ۔ یعنی خاص کر ادائے فرض اور حل وحرمت میں بڑی احتیاط بجالانی چاہئے اور عبادات فرائض کے مقابلہ میں عبادات نوافل ایسے ہیں جیسے راستے کی گری پڑی چیز جس کی کوئی عظمت نہیں ہوتی (مگر) اس زمانہ میں اکثر لوگ نفلوں کو رواج دیتے ہیں اور فرائض کو خوار اور بے اعتبار جانتے

ہیں۔ (مکتوبات ج ۲ ص ۱۵۴)

لہذا جس کے ذمہ فرض نمازوں کی قضا ہے ان کو لازم ہے کہ اس کی ادائیگی کی فکر کریں اور نفلوں کے بجائے قضا نمازیں پڑھ لیا کریں کہ قیامت میں فرضوں کے بارے میں سوال ہوگا ہاں فرضوں کی کامل مکمل ادائیگی کرتے ہوئے جس قدر بھی نوافل ادا کئے جائیں بہتر ہوگا، جو لوگ فرض کے ساتھ نوافل پڑھتے رہتے ہیں۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں نزدیک ہوجاتے ہیں اور ان کی طبائع و اعضاء و جوارح ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان وغیرہ نیکیوں سے مانوس ہوجاتے ہیں اور گناہ کے کام چھوٹتے چلے جاتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے نامہ اعمال میں فرائض کے ساتھ نوافل کا بھی ذخیرہ ہے۔ جس طرح نوافل بلا فرائض مقبول نہیں اسی طرح فرائض میں سے بعض کا ادا کر لینا کافی نہیں ہے تاوقتیکہ سب ہی کو ادا کرے۔ حدیث نبوی ﷺ ہے:۔

اربع فرضهن الله فی الاسلام فمن جاء بثلاث لم یغنین عنه شیئاً حتی یأتی بهن جمیعا الصلوٰۃ والزکوٰۃ وصیام رمضان وحج البیت . یعنی چار چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض قرار دیا ہے جو شخص ان چار میں سے تین ادا کرے وہ اس کے لئے کچھ مفید نہیں ہوسکتیں تاوقتیکہ سب نہ کرے نماز اور زکوٰۃ اور صوم رمضان اور حج بیت اللہ (مسند احمد) یہ اس لئے کہ جس مسلمان پر حق تعالیٰ نے جتنی چیزیں فرض کی ہیں ان فرضوں پر اسلام کا قصر (محل) قائم ہے۔ ان فرضوں میں سے ایک بھی چھوڑ دینے سے دین کا محل خطرے میں پڑ جاتا ہے، جس طرح محل کے بعض ستون گر جانے سے دوسرے ستون بھی متزلزل ہوجاتے ہیں اس لئے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا **من لم یزک فلا صلوٰۃ له** یعنی جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز اشراق کے لئے تعیین مکان شرط ہے :

(سوال ۲۱۴) مسجد محلہ صبح کی نماز پڑھے اور تفسیر قرآن کی سماعت کی غرض سے دوسری مسجد میں جائے اور وہاں نماز اشراق پڑھے تو نماز اشراق کا اجر و ثواب ملے گا یا نہیں؟ کیا فرض نماز پڑھ کر اسی جگہ پر اشراق پڑھنا ضروری ہے؟ اگر مسجد سے مکان پر استنجا کے لئے یا گرم پانی سے وضو کرنے کے لئے جائے اور مکان ہی میں اشراق ادا کرے تو اجر و ثواب کا حق دار ہے یا نہیں؟

(الجواب) نماز اشراق کی پوری فضیلت اور مکمل ثواب کا وہ شخص مستحق ہے جو نماز فجر مسجد میں باجماعت ادا کرے یا بوجہ معذوری گھر میں پڑھے اور اسی جگہ بیٹھا رہے اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے پھر وقت مکروہ نکل جانے کے بعد دو ۲ رکعت یا چار رکعت صلوٰۃ الضحیٰ ادا کرے۔ اور وہ شخص جو تفسیر قرآن سننے کے لئے دوسری مسجد میں جائے اور وقت ہونے پر اشراق کی نماز پڑھ لے وہ بھی اشراق کی فضیلت پائے گا مگر نسبۃً کم۔ اسی طرح وہ شخص بھی جو طبعی عذر (استنجا یا وضو کی ضرورت) کی وجہ سے گھر جانے پر مجبور ہوا ہے اور حاجت سے فراغت پا کر دنیوی کام میں مشغول ہونے سے پہلے نماز پڑھتا ہے وہ بھی اشراق کے ثواب سے محروم نہ ہوگا۔ اور اس آمد و رفت کو مسجد میں ٹھہرے رہنے کا درجہ دیا جائے گا۔ اور جس طرح معتکف کے لئے طبعی حاجت کی بناء پر خروج مسجد منافی اعتکاف نہیں ہے اس کے لئے بھی منافی نہ ہونا

چاہئے۔

(قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی الفجر فی جماعۃ ثم قعدیذ کر اللہ) ای استمر فی مکانہ ومسجدہ الذی صلی فیہ فلا ینا فیہ القیام لطواف او لطلب علم او مجلس وعظ فی المسجد بل و کذا لورجع الیٰ بیتہ واستمر علی الذکر (حتی تطلع الشمس ثم صلی رکعتین)(مرقاۃ باب الذکر بعد الصلوۃ. مطبوعہ ملتانی ص ۳۶۵ ج ۲)

(قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قعد) ای استمر (فی مصلاہ) من المسجد البیت مشتغلاً بالذکر اوالفکر او مفید اللعلم او مستفیداً اوطائفاً بالبیت (مرقاۃ ج ۳ ص ۲۰۳ باب صلوٰۃ الضحیٰ الفصل الثانی ملتانی)

مخفی نماند کہ قعود در جائے نماز شرط کرد ای اگر برخیزد بجائے دیگر بہ نشیند ایں ثواب برآں مرتب نگردد چنانچہ ظاہر فحوای کلام است۔ اما اگر برخاستن در جائے دیگر نشستین برائے دفع ریاء حفظ حضور بود از باب تکمیل وتمیم خواہد بود وحکم تکلم بخیر دارد وبعض محققین گفتہ اند کہ ثواب ذکر درخلوت باقی است اما شاید کہ آنچہ ثواب مصابرت وجزائے مرابطت ست مخصوص بقعود در مصلا باشد۔ (شرح سفر السعادۃ ص ۱۵۹)(اشعۃ اللمعات ص ۴۲۳ ج ۱ باب الذکر بعد الصلوٰۃ. اشعۃ اللمعات ص ۵۵۳ ج ۱)

ف:۔ پھر بیٹھے یاد کرے اللہ کو یعنی ہمیشہ ذکر میں رہے بیچ جگہ نماز اپنی کے اور مسجد اپنی کے کہ جس میں نماز پڑھی ہے۔ پس نہیں منافی ہے اٹھنا واسطے طواف کے یا طلب علم کے یا مجلس وعظ کے مسجد میں اور اسی طرح اگر گھر میں چلا جاوے اور ذکر کرتا رہے اس کا بھی یہی ثواب ہوگا۔ اور آفتاب نکلنے کے بعد پھر نماز پڑھے۔ یعنی بعد بلند ہونے آفتاب کے، بقدر نیزے کے نماز پڑھے کہ وقت کراہت کا جاتا رہے اور اس نماز کو اشراق کہتے ہیں الخ۔ (مظاہر حق کتاب الصلوٰۃ باب الذکر بعد الصلوۃ ج ۱ ص ۳۲۰)

دوسری جگہ ہے۔

ف:۔ جو شخص بیٹھا رہے الخ ملا علی قاری کی شرح سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مراد یہ ہے۔ کہ ہمیشہ مشغول رہے ذکر وفکر میں اور نیک کاموں میں مثل سیکھنے سکھلانے علم کے اور وعظ اور نصیحت کے اور طواف کرنے بیت اللہ کے بعد فارغ ہونے کے نماز صبح سے یہاں تک کہ پڑھے دو رکعت صبح کی خواہ مسجد میں اور اس کے مابین سوائے کلام نیک کے نہ کرے تو بخشے جاتے ہیں صغیرہ گناہ اور احتمال ہے کہ کبیرہ بھی بخشے جاویں۔ انتھی۔ پس ان کی تقریر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو فرمایا کہ بیٹھا رہے نماز کی جگہ یہ بطور تمثیل کے فرمایا ہے اور مراد مشغول رہنا ذکر اللہ اور اچھے کاموں میں ہے اور حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ مراد ضحیٰ سے نماز اشراق کی ہے۔ اور حدیثوں میں ضحیٰ سے احتمال اشراق اور چاشت دونوں کا ہے۔ اور ظاہر حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ثواب جب ہوتا ہے کہ نماز ہی کی جگہ بیٹھا رہے اور اگر خلوت میں جا کر مشغول عبادت میں ہو یہ ثواب نہیں پائے گا۔ اور بیچ وصیتوں مشائخ کے مذکور ہے کہ اگر ڈر پریشانی کا ہو یا ریا راہ پاوے، خلوت میں جاوے۔ اور مشغول ہوئے۔ اور لکھا ہے علماء نے کہ اس وقت میں قبلہ رخ بیٹھنے کو ہاتھ سے نہ دیوے۔ اور اگر نیند آوے دفع کرے۔ (مظاہر حق. کتاب الصلوٰۃ باب الضحیٰ ص ۴۲۶ ج ۱)

سنت پڑھے بغیر فرض شروع کردے تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۱۵) فجر کے فرض شروع کرتے وقت یاد آ گیا۔ کہ سنت نہیں پڑھی ہے۔ ایسی حالت میں فرض توڑ کر سنت نماز پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) نہیں! سنت کے لئے فرض نہ توڑے۔ ولو ذکر فی الفجرانه لم یصل رکعتی الفجر لم یقطع. کیسی فرض نماز میں یاد کیا کہ سنت پڑھی نہیں ہے تو سنت کے لئے فرض نہ توڑے (بحر الرائق ص ۴۸ ج ۲ باب الوتر و النوافل) فقط و الله اعلم بالصواب .

وتر کے بعد کی نفل کھڑے ہوکر پڑھے یا بیٹھ کر:

(سوال ۳۱۶) وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے یا بیٹھ کر؟ حضور اکرم ﷺ کا عمل کیا تھا؟ آپ ﷺ کھڑے ہوکر پڑھتے تھے یا بیٹھ کر ادا فرماتے تھے؟ مستند کتابوں کے حوالہ سے جواب مرحمت فرمائیں۔

(الجواب) وتر کے بعد کی دو رکعت نفل کھڑے ہوکر پڑھنا افضل ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ بیٹھ کر نفل پڑھنے والے کے لئے نصف ثواب ہے اور آنحضرت ﷺ سے دونوں طریقے ثابت ہیں۔ لیکن آنحضرت ﷺ کو بیٹھ کر پڑھنے میں پورا اجر و ثواب ملتا تھا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ کیونکہ اس میں بھی امت کی تعلیم تھی کہ کھڑا ہونا فرض نہیں ہے امت کو تعلیم دینا نبوت کے واجبات میں سے ہے۔ پس آپ ﷺ کے بیٹھ کر نفل پڑھنے میں بھی واجب کی ادائیگی ہے۔ جس کا ثواب نفل سے زیادہ ہوتا ہے۔ قال ابن حجر و من خصائصه علیه السلام ان ثواب تطوعه جا لسا الخ (مرقاة المفاتیح ملتانی ص ۱۲۷ ج ۳ باب الوتر) اجر غیر النبی صلی الله علیه وسلم علی النصف الا بعذر. (درمختار ص ۶۵۳ ج ۱ باب الوتر و النوافل) (قوله اجر غیر النبی صلی الله عیه وسلم) اما النبی صلی الله علیه وسلم فمن خصائصه ان نافلته قاعداً مع القدرة علی القیام کنا فلته قائماً ففی صحیح مسلم من عبد الله بن عمرو قلت حدثت یا رسول الله انک قلت صلاة الرجل قاعداً علی نصف الصلاة و انت تصلی قاعداً قال اجل ولکنی لست کا حد منکم بحر ملخصاً ای لانه تشریع لبیان الجواز دهو واجب علیه. (شامی ص ۶۵۳ ج ۱ ایضاً)

البتہ بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ اگر کوئی متبع سنت وتر کے بعد کی دو رکعت کا ہے گاہے اس نیت سے بیٹھ کر پڑھے کہ آنحضرت ﷺ بیٹھ کر ادا فرماتے تھے میں بھی اتباعاً بیٹھ کر پڑھوں، تو عجب نہیں کہ اس کو اس کی نیت کے مطابق پورا اجر و ثواب ملے۔ چنانچہ "مالا بدمنہ" میں ہے۔ وبعد وتر دو رکعت نشستہ خواندن مستحب است۔ (ص ۶۱)

لیکن از روئے حدیث تو کھڑے ہوکر پڑھنے والا پورے ثواب کا اور بیٹھ کر پڑھنے والا نصف ثواب کا حق دار ہے۔ فقط و الله اعلم بالصواب.

نماز عصر سے پہلے نفل نماز کا ثواب:

(سوال ۳۱۷) نماز عصر سے پہلے دو ۲ رکعت یا چار رکعت نفل نماز کا ثبوت ہے یا نہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ یہ بلا دلیل

ہے۔

(الجواب) عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت یا دو رکعت نماز مستحب ہے۔ روایات سے ثابت ہے بلا دلیل نہیں ہے۔ ''مالا بد منہ'' میں ہے۔ وپیش از نماز عصر دو رکعت یا چہار رکعت مستحب است (ص ۶۰) اور ''شرح نقایہ'' میں ہے وحبب ای ندب الا ربع قبل العصر لما روی ابو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحم اللہ امرءً صلی قبل العصر اربعاً وبقول علی کان علیہ السلام یصلی قبل العصر رکعتین رواہ ابو داؤد ورواہ الترمذی واحمد وقال اربعاً. ولما رواہ الطبرانی بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ومن صلی قبل العصر اربعاً حرمہ اللہ علی النار وحبب قبل العشاء وبعدہ' الخ (شرح نقایہ ص ۱۰۰ باب الوتر والنوافل) واما العصر فلیس فیہ سنۃ مؤکدۃ الا ان لمندوب ان یصلی قبلھا اربع رکعات او رکعتین لما روی ابن عمر رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ امرء صلی قبل العصر اربعاً وعن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجھہ قال کان یصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل العصر رکعتین رواھما ابو دائود وان شاء صلاھما بتسلیمتین لما عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجھہ' قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی قبل العصر اربع رکعات یفصل بینھن بالتسلیم علی الملائکۃ المقربین ومن تابعھم من المسلمین والمؤمنین رواہ الترمذی وقال الفقھاء المندوب ان یصلی قبل العشاء اربع رکعات وسمعت مطلع الا سرار الا لھیۃ مجمع العلوم . العقلیۃ والنقلیۃابی قدس سرہ یقول لم یوجد ذکر ھذہ الا ربع فی کتب الحدیث ولکن کان ھو رحمہ اللہ مواظباً علیھا حتی مات رحمہ اللہ تعالیٰ (رسائل الا رکان ص ۱۳۳ ،ص ۱۳۴ ایضاً) فقط و اللہ اعلم بالصواب .

عصر اور عشاء سے قبل کتنی رکعتیں پڑھنی چاہئے؟:

(سوال ۳۱۸) عصر اور عشاء سے قبل سنت شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو سنت ادا ہو گی یا نہیں؟ عصر اور عشاء سے قبل چار رکعت سنت ہیں یا دو رکعت پڑھنا بھی کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اگر موقع ہو تو چار رکعت پڑھے، اور اگر موقع نہ ہو یا کوئی عذر ہو تو دو رکعت پڑھ لینا بھی کافی ہے، عصر اور عشاء سے قبل چار رکعت یا دو رکعت دونوں پڑھ سکتا ہے، درمختار میں ہے (ویستحب اربع قبل العصر وقبل العشاء وبعدھا بتسلیمۃ) وان شاء رکعتین (درمختار) شامی میں ہے (قولہ ویستحب اربع قبل العصر) لم یجعل للعصر سنۃ راتبۃ لانہ لم یذکر فی حدیث عائشۃ المار بحر ، قال فی الا مداد وخیر محمد بن الحسن والقدوری المصلیّین ان یصلی اربعاً او رکعتین قبل العصر لا ختلاف الآثار (قولہ وان شاء رکعتین) کذا عبر فی منیۃ المصلی وفی الامداد عن الا ختیار یستحب ان یصلی قبل العشاء اربعاً وقیل رکعتین وبعدھا اربع وقیل رکعتین اہ والظاھر ان الرکعتین ...... المذکور تین غیر

المؤکدتین (شامی ج ۱ ص ۶۳۰ ، ص ۶۳۱ مطلب فی السنن والنوافل)

مراقی الفلاح میں ہے (وندب) ای استحب (اربع) رکعات (قبل) صلوۃ (العصر) لقوله صلى الله عليه وسلم من صلى اربع ركعات قبل العصر لم تمسه النار وورد انه صلى الله عليه وسلم صلى ركعتين وورد بعا فلذاخيره القدوري منهما اربعاً الخ (درمختار وشامی ج ۱ ص ۶۳۰ مطلب في السنن والنوافل)

عمدۃ الفقہ میں ہے: چار رکعت والی سنت مؤکدہ (یعنی ظہر وجمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) ہ سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرے اگر ان کو دو سلاموں سے ادا کیا یعنی (دو رکعت پر سلام پھیرا) تو وہ ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے (عمدۃ الفقہ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۲۹۸۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:۔ ظہر سے قبل سنت شروع کردی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ چار رکعت پوری پڑھ کر سلام پھیرے۔

ظہر اور جمعہ سے قبل کی چار رکعت سنت ایک سلام سے یا دو سلام سے:

(سوال ۳۱۹) ظہر سے قبل چار رکعت سنت مؤکدہ ایک سلام سے پڑھنا ضروری ہے یا دو سلام سے بھی پڑھ سکتے ہیں؟ سنت شروع کی اور جماعت کھڑی ہو جانے کی وجہ سے دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو بعد میں دو رکعت پڑھنا کافی ہے یا چار رکعت پڑھے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) ظہر سے قبل جو چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں ان کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنا ہے، اگر دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو یہ سنت شمار نہ ہوگی بعد میں چار رکعت ایک سلام سے پڑھے...... (واربع قبل الظهر . الى قوله (بتسليمة) لتعلقه بقوله واربع وقال الزيلعي حتى لو صلاها بتسليمتين لا يعتدبها عن السنة اه (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۳ فصل فی بیان النوافل)

درمختار میں ہے (واربع قبل الظهرو) اربع قبل (الجمعة و) اربع بعدها بتسليمة) فلو بتسليمتين لم تنب عن السنة، شامی میں ہے۔ (قوله بتسليمة) ...... وعن ابی ايوب كان يصلى النبى صلى الله عليه وسلم بعد الزوال اربع ركعات فقلت ما هذه الصلوٰة التى تدا وم عليها فقال هذه ساعة تفتح ابواب السمآء فيها فاحب ان يصعد لى فيها عمل صالح فقلت أ فى كلهن قرأة قال نعم فقلت بتسليمة واحدة ام بتسليمتين فقال بتسليمة واحدة رواه الطحاوى وابو داؤد والترمذى وابن ماجة من غير فصل بين الجمعة والظهر فيكون سنة كل واحد منهما اربعاً الخ (درمختار وشامی ج ۱ ص ۶۳۰ مطلب فی السنن والنوافل)

عمدۃ الفقہ میں ہے: چار رکعت والی سنت مؤکدہ (یعنی ظہر وجمعہ سے قبل اور جمعہ کے بعد والی سنتوں) کو ایک سلام سے ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی رکعت کے بعد سلام پھیرے اگر ان کو دو سلاموں سے

ادا کیا یعنی دودو رکعت پر سلام پھیرا تو ان سنتوں کی جگہ ادا نہ ہوں گی اس لئے دوبارہ ایک سلام سے ادا کرے (عمدۃ الفقہ ص ۲۹۷ ج ۲ ص ۲۹۸۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نوٹ:۔ ظہر سے قبل سنت شروع کردی ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ چار رکعت پوری پڑھ کر سلام پھیرے (ملاحظہ ہو فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۳۱۵ ص ۳۱۶)

نوافل کی چار رکعت میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود دعا پڑھنے کی گنجائش:

(سوال ۳۲۰) چار رکعت نفل میں دو رکعت پر تشہد کے بعد درود شریف و دعا اور تیسری رکعت میں ثناء اور تعوذ پڑھنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) پڑھ سکتے ہیں۔ مراقی الفلاح میں ہے (بخلاف) الرباعيات (المندوبة) فيستفتح ويتعوذ ويصلى على النبى صلى الله عليه وسلم فى ابتداء كل شفع منها وقال فى شرح المنية مسئلة الا ستفتاح ونحوه ليست مروية من الا ئمة وانما هى اختيار بعض المتا خرين (مراقى الفلاح مع طحطاوى ص ۲۱۴، فصل فى النوافل)

درمختار میں ہے (وفى لبواقى من ذوات الا ربع يصلى) على النبى صلى الله عليه وسلم (ويستفتح) ويتعوذ ولو نذر لان كل شفع صلوٰة (وقيل) لاياتى فى الكل و صححه فى القنية. شامی میں ہے (قوله وقيل لا الخ) قال فى البحر ولا يخفىٰ ما فيه و الظاهر الا ول زاد فى المنح ومن ثم عولنا عليه وحكينا ما فى القنية بقيل ، نیز شامی میں ہے فيقال هنا ايضاً لا يصلى و لا يستفتح ولا يتعوذ لو قرعه فى فسط الصلوٰة لان الا صل كون الكل صلاة واحدة للا تصال واتحاد التحريمة ومسئلة الا ستفتاح ونحوه ليست مروية عن المتقدمين وانما هى على اختيار بعض المتأ خرين الخ (درمختار ، وشامى ص ۶۳۳، باب الوتر والنوافل)(عمدة الفقه ص ۳۱۰،ص ۳۱۱ ج ۱)فقط و الله اعلم.

تہجد کے لئے جس کی آنکھ نہ کھلتی ہو اس کا عشاء کے بعد چار رکعت بہ نیت تہجد پڑھنا:

(سوال ۳۲۱) ایک شخص کو تہجد کا شوق ہے مگر تہجد کے وقت عموماً آنکھ نہیں کھلتی کبھی اٹھ بھی جاتا ہے، اگر یہ شخص تہجد کی نیت سے عشاء کے بعد دو چار رکعت پڑھ لے تو کیا اسے تہجد کا ثواب ملے گا؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت سنت پڑھ کر چند رکعت نفل پڑھ لے تو ان شاء اللہ تہجد کی سنت ادا ہو جائے گی۔

شامی میں ہے: وما كان صلوة العشاء فهو من الليل وهذا يفيد ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوٰة العشاء فهو من اليل وهذا يفيد ان هذه السنة تحصل بالتنفل بعد صلوٰة العشاء قبل النوم اه (شامى ج ۱ ص ۶۴۰ باب الوتر والنوافل مطلب فى صلوٰة الليل)

مراقی الفلاح میں ہے: (و) ندب اربع (بعده) اى بعد العشاء لما روينا ولقوله صلى الله عليه

وسلم من صلی قبل الظهر اربعاً کان کانما تهجد من لیلته ومن صلاهن بعد صلوة العشاء کان کمثلهن من لیلة القدر (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۱۳ باب الوتر فصل فی بیان النوافل) فقط و الله اعلم بالصواب.

تہجد پڑھنے کے دوران کسی کے دیکھ لینے سے خوش ہونا کیا حکم رکھتا ہے؟:

(سوال ۳۲۲) ایک شخص تہجد پڑھتا ہے، اثنائے صلوٰۃ کوئی شخص آ جائے اور نمازی کے دل میں یہ بات گذرے کہ وہ آدمی کہے گا کہ فلاں بڑا نمازی ہے اور اس شخص کے آنے سے یہ نمازی رکوع وسجدہ بھی اچھی طرح ادا کرتا ہے، لیکن پھر دل میں آتا ہے کہ یہ ریا کاری ہو رہی ہے تو اس عبادت کا کیا حکم ہے؟

(الجواب) تہجد کی نماز پر کسی کے اطلاع ہونے پر اس لئے خوشی ہو کہ یہ مجھ کو بڑا نمازی سمجھے گا اور اس کے دل میں میری عظمت ہوگی شیطانی وسوسہ ہے اس سے اپنے قلب کو پاک کرنا چاہئے اور کسی کے دیکھنے پر رکوع سجدہ لمبا کرنا اور اچھی طرح ادا کرنا ریا کاری اور اس کے ثواب سے محرومی ہے اور قابل مواخذہ ہے، اعاذنا الله مذکورہ صورت تو ریا کاری میں داخل ہے، البتہ اگر دل میں خوشی صرف اس وجہ سے ہو کہ مجھ کو دیکھ کر اس کو بھی عمل کی توفیق ہوگی اور وہ عمل کرے گا تو مجھے بھی ثواب ملے گا یا خوشی طبعاً ہو کہ بفضلہ تعالیٰ مجھے عمل کی توفیق ملی اور اس نے اچھی حالت میں مجھے دیکھا اور یہ شخص میرے عمل پر گواہ ہوگا تو یہ صورت ریا کاری میں داخل نہ ہوگی۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے: عن ابی هريرة قال قلت يارسول الله صلی الله عليه وسلم انا فی بيتی فی مصلای اذا دخل علی رجل فاعجبنی الحال التی رأنی عليها فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم رحمک الله يا ابا هريرة لک اجران اجرا لسر واجر العلانيه ، رواه الترمذی (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۴ باب الرياء والسمعة)

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) میں نے عرض کیا یارسول الله میں اپنے گھر میں مصلی پر (نماز پڑھ رہا تھا) کہ اس وقت اچانک میرے پاس ایک شخص آیا مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کہ اس نے مجھے نماز پڑھنے کی حالت میں دیکھا (تو کیا اس وقت میرا خوش ہونا ریا میں شمار ہوگا یا نہیں؟) رسول الله ﷺ نے فرمایا ابو ہریرہ! تم پر الله کی رحمت ہو تم دو ثواب کے مستحق ہوئے ایک پوشیدہ کا اور ایک ظاہر ہونے کا۔

حاشیہ مرقاۃ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے:۔ قوله فاعجبنی الحال الخ قيل معناه فاعجبه رجاء ان يعمل من راه بمثل عمله فيكون له مثل اجره والا ظهر ان اعجابه بحسب اصل الطبع المطابق للشرع من انه يعجبه ان يراه احد علی حالة حسنة ويكره ان يراه علیٰ حالة قبيحة مع قطع النظر ان يكون ذلک العمل سطمحاً للرؤ يا ومطمحاً للسمعة فيكون من قبيل قوله صلی الله عليه وسلم من سرته حسنته وساته سيئته فهو مؤ من ۱۲ مرقاة (مشکوٰۃ شریف ص ۴۵۴، حاشیہ نمبر ۸)

مظاہر حق جدید میں ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ جو اس بات سے خوش ہوئے کہ اس شخص نے ان کو نماز کی حالت میں دیکھا تو اس کا سبب حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ پاکیزہ جذبہ تھا کہ مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھ کر اس میں

بھی اس وقت کی نماز کے تعلق سے میری اتباع کا داعیہ پیدا ہوگا اور یہ شخص بھی اسی طرح نماز پڑھے گا جس طرح میں پڑھ رہا ہوں، یا ان کی خوشی کا سبب یہ تھا کہ ان کی حالت نماز گویا ایک شخص کے سامنے نیکی کے راستہ کے اظہار و اعلان کا باعث بنی اور اس شخص کو اس وقت کی نماز کی طرف راغب کرنے کا ذریعہ بنی اور جیسا کہ فرمایا گیا ہے من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها انہیں بجا طور پر یہ خوش کن توقع ہوئی کہ جب یہ شخص نماز پڑھ لے گا تو اس کی نماز کا مجھے بھی ثواب ملے گا، لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس موقع پر حضرت ابو ہریرہؓ کا خوش ہونا اس طبعی خواہش کی تکمیل کے تئیں تھا جو شریعت کی نظر میں بھی پسندیدہ ہے، یعنی ہر انسان کی یہ طبعی خواہش ہوتی ہے کہ جب اس کو کوئی دیکھے تو وہ اچھی حالت میں ہو، کوئی بھی شخص یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ بری حالت میں دیکھا جائے اور ظاہر ہے کہ اس طبعی خواہش کی بنیاد ریاء وسمعہ پر نہیں ہوتی بلکہ قلب سلیم کے تقاصہ اور پاکیزگی خیال پر ہوتی ہے پس یہ بات اس ارشاد نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے من سرته حسنته وساءته سيئته فهو مؤمن. نیز حق تعالیٰ کا ارشاد ہے قل بفضل الله وبرحمته فبذلك فليفرحوا هو خير مما يجمعون. لہذا مؤمن کی شان ہی یہ ہے کہ وہ نیک اعمال و احوال کی توفیق حاصل ہونے پر خوش ہوتا ہے، ایک بات یہ بھی کہی جا سکتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا خوش ہونا اس احساس شکر کے طور پر تھا کہ بارے اس شخص کے ذریعہ مسلمانوں کے درمیان عبادت وتوفیق کے ساتھ متعارف ہوا اور ایک نمازی کے طور پر جانا پہچانا گیا، ان لوگوں کے زمرہ میں شمار ہونے کا موقع نصیب ہوا جو نماز جیسی اہم عبادت اور اسلام کے سب سے بڑے رکن کو قائم کرتے ہیں، اور ایک مسلمان اس بات کا گواہ بنا، یہ قول حدیث کے ان الفاظ اجر السر واجر العلانیۃ کے مفہوم سے زیادہ قریب ہے (مظاہر حق جدید ص۱۶۶ جلد نمبر ۲، ریا کا بیان)

شامی میں ہے: (قوله من صلى او تصدق الخ) اعلم ان اخلاص العبادة لله تعالىٰ واجب والريا فيها وهو ان يريد بها غير وجه الله تعالىٰ حرام بالاجماع للنصوص القطعية وقد سمى عليه الصلوٰة والسلام الرياء الشرك الاصغر ...... الىٰ قوله ...... وقال العلامة العينى فى شرح البخارى الاخلاص فى الطاعة ترك الرياء ومعدنه القلب اه وهذه النية لتحصيل الثواب لا لصحة العمل. الىٰ. وكذا لو صلى مرائياً لكن الرياء تارةً يكون فى اصل العبادة وتارة يكون فى وصفها والاول هو الرياء المحبط للثواب من اصله كما اذا صلى لاجل الناس ولولاهم ما صلى واما لو عرض له ذلك فى اثناءها فهو لغو لانه لم يصل لاجلهم بل صلاتهم كانت خالصة لله تعالىٰ والجزء الذى عرض له فيه الريا بعض تلك الصلوٰة الخالصة نعم ان زاد فى تحسينها بعد ذلك رجع الى القسم الثانى فيسقط ثواب التحسين بدليل ماروى عن الامام عن الامام فيمن أطال الركوع لا د[illegible] الجائى لا للقربة حيث قال اخاف عليه امراً عظيماً اى الشرك الخفى كما قاله بعض المحققين الخ (شامی ج۵ ص ۳۷۵، كتاب الحظر والاباحة، فصل فى البيع) فقط والله اعلم بالصواب.

صلوۃ الوتر

امام نے وتر میں قنوت نہیں پڑھی اور رکوع میں چلے گئے۔ اور مقتدیوں میں سے بعض نے رکوع کیا بعض نے نہ کیا تو کیا حکم ہے :

(سوال ۳۲۳) امام صاحب نے وتر کی تیسری رکعت میں بدون دعائے قنوت پڑھے رکوع کیا مقتدیوں نے لقمہ دیا پھر بھی امام صاحب رکوع میں رہے۔ اور تذبذب میں رہے جس بناء پر رکوع میں زیادہ تاخیر ہوئی اس کے بعد امام نے سجدہ سہو کر کے نماز پوری کی، بعض مقتدیوں نے نہ رکوع کیا اور نہ دعائے قنوت پڑھی کہ وہ بھی تذبذب میں رہے اور نماز پوری کی۔ اور بعض مقتدیوں نے دعائے قنوت نہ پڑھی لیکن رکوع کیا تو اس صورت میں کن مقتدیوں کی نماز صحیح ہوئی اور کن مقتدیوں کی صحیح نہیں ہوئی؟ اور سب کی نماز فاسد ہوگئی تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) اس صورت میں امام کی نماز صحیح ہوئی۔ اور جس نے امام کے ساتھ یا امام کے رکوع کرنے کے بعد رکوع کیا ان کی نماز بھی ہوگئی اعادہ کی ضرورت نہیں۔ لیکن جن مقتدیوں نے رکوع نہیں کیا ان کی نماز فرض کے ترک ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہوئی۔ اعادہ ضروری ہے۔ قنوت کے لئے رکوع سے قیام کی طرف لوٹنے کی ضرورت نہیں، دعائے قنوت سہواً چھوٹنے پر سجدۂ سہو سے تلافی ہوجاتی ہے۔ دعائے قنوت سہواً چھوٹنے کی چار صورتیں ہیں (۱) رکوع میں دعائے قنوت پڑھ لی (۲) رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف عود کی اور دعائے قنوت پڑھ کر دوبارہ رکوع کیا (۳) دوبارہ رکوع نہیں کیا (۴) دعائے قنوت نہ رکوع میں پڑھی نہ رکوع کے بعد کھڑے ہوکر پڑھی ان چاروں میں سجدۂ سہو کرے تو نماز ہوجائے گی، درمختار میں ہے۔ **ولو نسیه ای القنوت ثم تذکره فی الرکوع لا یقنت فیه لفوات محله ولا یعود الی القیام فی الا صح الا نه فیه رفض الفرض للواجب فان عادالیه وقنت ولم یعد الرکوع لم تفسد صلوته لکون رکوعه بعد قرائة تامة وسجد للسهو قنت او لا لزوال محله (درمختار مع الشامی ج ۱ ص ۶۲۷ باب الوترو النوافل) (فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۱) فقط و الله اعلم بالصواب.**

غیر رمضان میں وتر با جماعت ادا کرنا کیسا ہے :

(سوال ۳۲۴) غیر رمضان میں وتر با جماعت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) وتر کی جماعت غیر رمضان میں مکروہ تحریمی ہے۔ کبیری میں ہے **ولا یصلی الوتر بجماعة الا فی شهر رمضان ومعناه الکراهة دون عدم الجواز لانه، نفل من وجه ولا نه لم ینقل عن النبی صلی الله علیه وسلم ولا عن احد من الصحابة فتکون بدعةً مکروهةً. (کبیری ص ۴۳۰ الباب الثامن فی صلاة الوتر) فقط الله اعلم بالصواب ۔**

وتر کی نماز میں امام صاحب سہواً قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر کھڑے ہو گئے پھر لقمہ دینے سے قعدہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مفتی بہ قول ہے

(سوال ۳۲۵) زید وتر کی نماز رمضان میں پڑھا رہا تھا۔ اس نے قعدۂ اولیٰ سہواً ترک کر دیا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد مقتدیوں کے لقمہ دینے سے واپس قعدہ کی طرف لوٹا، تو یہ فرض سے واجب کی طرف لوٹا اب اس کی نماز سجدۂ سہو کرنے سے صحیح ہوگی یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں ہوئی تو کیوں؟ اور اگر صحیح ہوگئی جیسا کہ آپ کے فتاویٰ رحیمیہ ج اص ۱۱۱ اردو میں ہے'' کہ نماز صحیح ہو جائے گی لیکن برا کام کرنے والا ہوگا۔ اس لئے کہ یہ فرض سے واجب کی طرف لوٹنا نہیں ہے بلکہ تدارک کے لئے ہے'' یہ وجہ آپ نے فتاویٰ رحیمیہ میں تحریر فرمائی ہے۔ لیکن فتاویٰ عالمگیری اردو کی اس عبارت سے اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ ''وتر کا حکم حضرت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وہی ہے جو نوافل کا ہے (نوافل کا حکم ان کے نزدیک یہ ہے کہ اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا ہو تو قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے) اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس میں بھی قیاس اور استحسان ہے۔ اور استحسان یہ ہے کہ اس میں نماز نہیں ہوتی اور قیاس یہ ہے کہ (قعدۂ کی طرف لوٹ آنے سے) نماز فاسد ہو جاتی ہے اور یہی مختار ہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۱۵ اردو ترجمہ)

اب آنحضور کی خدمت میں عرض ہے کہ عالمگیری میں فساد کو مختار لکھا ہے۔ اور آپ نے عدم فساد لکھا ہے۔ تو مفتیٰ بہ قول کیا ہے تحریر فرمائیں تا کہ ہمارا اشکال دور ہو۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) مسئلہ مختلف فیہ ہے: راجح یہ ہے کہ قیام سے قعود کی طرف لوٹنے والے کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ مگر آدمی خطا وار ہوگا۔ فلو عاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوته لر فص الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لا تفسد لکنه' یکون مسیئاً ویسجد لتا خیر واجب وهو الا شبه کماحققه الکمال هو الحق (درمختار وشامی باب سجود السهو ج ا ص ۶۹۷) (فتح القدیر ج ا ص ۴۴۵ ایضاً) (مراقی الفلاح مع طحطاوی ص ۲۷۱ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب.

وتر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۂ کافرون تیسری رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنا مستحب ہے، مگر مداومت نہ کی جائے!:

(سوال ۳۲۶) کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم اور دوسری رکعت میں قل یا ایها الکافرون اور تیسری رکعت میں قل هو الله احد پڑھنا مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہے۔ اور تعلیم الاسلام حصۂ چہارم میں بھی حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے یہی تحریر فرمایا ہے اس لئے اگر کوئی شخص مسئلہ سے پورا واقف ہو اور اس مستحب پر ہمیشہ عمل کرے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟ دیگر رمضان المبارک میں وتر جب کہ جماعت کے ساتھ پڑھی جائے تو امام مسئلہ کے ہر پہلو کو مقتدیوں کو بتلا دے اور پھر اس پر عمل کرے۔ یعنی رمضان المبارک کے پورے مہینے میں انہی سورتوں کو وتر میں پڑھے تو پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیا رسول اللہ ﷺ سے وتر میں اس کے علاوہ دوسری سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے فقط والسلام۔

بینواتوجروا۔

(الجواب) وتر کی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں کافرون، تیسری میں سورۂ اخلاص پڑھنا مسنون ومستحب ہے حضور اکرم ﷺ سے اس طرح پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن آپ نے اس پر مواظبت نہیں فرمائی۔ لہٰذا مواظبت کرنا زیادتی ہے اوراس سے ایہام وجوب وہجران الباقی لازم آتا ہے۔ شامی میں ہے۔ (قوله بل يندب قراء تهما احياناً) قال في جامع الفتاوىٰ وهذا اذا صلى الوتر بجماعة و ان صلى وحده يقرء كيف يشاء اه . الىٰ قوله ومقتضاه اختصاص الكراهة بالا مام ونازعه في البحر بان هذا مبنى على ان العلة ايهام التفصيل والتعيين اما على ما علل به المشائخ مين هجر الباقي فلا فرق في كراهة المداومة بين المنفرد و الامام والسنة والفرض فتكره المداومة مطلقاً لما صرح به في غاية البيان من كراهة المواظبة علىٰ قرائة السور الثلاث في الوتر اعم من كونه في رمضان اماماً او لا . الى قوله . وايضا ذكر في وتر البحر عن النهاية ج انه لا ينبغي ان يقرء سورة متعينة على الدوام لئلا يظن بعض الناس انه واجب اه (شامي ج ۱ ص ۵۰۸ باب الامامة) اوردوسری جگہ باب الوتر میں تحریر فرماتے ہیں۔ (قوله والسنة السور الثلاث) اى الا على والكافرون والا خلاص لكن في النهاية ان لتعيين على الدوام يفضى الى اعتقاد بعض الناس انه واجب وهو لا يجوز فلو قرأ بما ورد به الآثار احياناً بلا مواظبة يكون حسناً بحر الخ (شامي ج ۱ ص ۶۲۳ باب الوتر والنوافل)

وتر کی تینوں رکعتوں میں دوسری سورتیں پڑھنا بھی مسنون ہے۔ چنانچہ پہلی رکعت میں۔ اذا زلزلت الارض دوسری میں انا اعطينک الكوثر تیسری میں قل هو الله احد. عمدة الرعاية على شرح الو قايه میں ہے۔ قوله وسورةأيّ سورة شاء . الى قوله . وورد ايضاً انه كان يقرء في الا ولىٰ سبح اسم وفي الثانية قل يا ايها الكافرون وفي الثالثة قل هو الله احد ذكره الترمذي وورد ايضاً انه كان يقرء في الاولىٰ الهكم التكاثر وانا انزلناه في ليلة القدر واذا زلزلت وفي الثانية والعصر واذا جاء نصر الله وانا اعطيناك الكوثر وفي الثالثة قل يا ايها الكافرون وتبت وقل هو الله احد ، اخرجه احمد وغيره الخ (عمدة الرعاية حاشيه نمبر ۳ ص ۲۰۰ باب الوتر) فقط والله اعلم بالصواب ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ.

تہجد گذار کے لئے بھی رمضان المبارک میں وتر جماعت سے ادا کرنا افضل ہے:

(سوال ۳۲۷) رمضان المبارک میں نماز تراویح باجماعت کا ثبوت تحریر فرما کر اس بات کی وضاحت فرمائیں کہ ایک آدمی رات کے آخری نورانی حصہ میں تہجد پڑھتا ہے تو اسے وتر تراویح کے بعد جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے یا جماعت چھوڑ دے اور وتر کو حدیث کے موافق رات کی اخیری نماز بناتے ہوئے تہجد سے فراغت کے بعد پڑھے۔ دونوں میں افضل کیا ہے۔ بینواتوجروا۔ (ازلندن)

(الجواب) رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح باجماعت کا ثبوت فتاویٰ رحیمیہ جلد اول، اردو، انگریزی، اور

گجراتی میں مفصل بیان کیا گیا ہے ۔(جدید ترتیب میں تراویح کے لئے مستقل باب ہے اسی میں دیکھ لیا جائے ۔مرتب)

اختصاراً یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دوراتیں بیس ۲۰ رکعت تراویح اور وتر باجماعت صحابہ کو پڑھائیں پھر تراویح فرض ہوجانے کے خوف سے ترک کردیں ۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام رافعیؒ کے واسطے سے نقل کیا ہے ۔ انہ' صلی اللہ علیہ وسلم صلی بالناس عشرین رکعۃً لیلتین فلما کان فی اللیلۃ الثالثۃ اجتمع الناس فلم یخرج الیھم ثم قال من الغدانی خشیت ان تفرض علیکم فلا تطیقونھا .

حافظ ابن حجرؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ۔ متفق علی صحتہ اس کی صحت پر تمام محدثین کا اتفاق ہے (تلخیص الخبیر ج ا ص ۱۱۹)

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں حضرت ابی ابن کعبؓ صحابہ وغیرہ کو بیس ۲۰ رکعت تراویح باجماعت پڑھاتے تھے اس وقت سے لے کر آج تک تمام اسلام واخلاف کا تعامل تراویح اور وتر رمضان المبارک میں باجماعت ادا کرنے کا رہا ہے لہذا تہجد گزار شخص کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ وتر باجماعت ادا کرے ۔ جماعت نہ چھوڑے وصلوتہ مع الجماعۃ فی رمضان افضل من ادائہ منفرداً اخر اللیل فی اختیار قاضی خان قال ھو الصحیح وصحح غیرہ خلفہ (نور الا یضاح ص ۱۰۰ باب الوتر)

مراقی الفلاح میں ہے لانہ' لما جازت الجماعۃ کانت افضل ولان عمر رضی اللہ عنہ کان یؤمھم فی الوتر (الیٰ قولہ) وفی الفتح والبرھان ما یفید ان قول قاضی خان ارجح لانہ' صلی اللہ علی وسلم اوتر بھم فیہ ثم بین عذر الترک و ھو خشیۃ ان یکتب علینا قیام رمضان وکذا الخلفاء الراشدون صلوہ بالجماعۃ (مراقی الفلاح شرح نور الا یضاح ص ۲۴۷ ایضاً)فقط و اللہ اعلم بالصواب .

''وتر پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعتیں واجب الاعادہ ہیں تو کیا حکم ہے '':

(سوال ۳۲۸) رمضان المبارک میں تراویح کی بیس رکعت کی ادائیگی کے بعد وتر پڑھے بعد میں معلوم ہوا کہ تراویح کی دو رکعت میں غلطی ہونے کی وجہ سے وہ واجب الاعادہ ہیں، لہذا وہ رکعت دوہرائی اور اس خیال سے کہ وتر کی نماز تراویح کی بیس رکعات کی ادائیگی کے بعد ہی پڑھی جاسکتی ہے لہذا وتر کی پڑھی ہوئی نماز صحیح اور معتبر نہیں ہے دوبارہ وتر جماعت سے پڑھی تو یہ ٹھیک ہوا یا نہیں؟

(الجواب) پہلے پڑھی ہوئی نماز صحیح اور معتبر تھی، دہرانے کی ضرورت نہ تھی، دہرائی ٹھیک نہیں ہوا ۔ نور الایضاح میں ہے ویصح تقدیم الوتر علی التراویح وتاخیرہ عنھا (یعنی) وتر کو تراویح سے پہلے پڑھنا بھی صحیح ہے اور بعد میں پڑھنا بھی صحیح ہے (فصل فی التراویح ص ۱۰۵) لہذا تراویح کی بیس رکعت سے پہلے پڑھے ہوئے وتر معتبر اور صحیح ہیں ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب ۔

وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا وہ دوبارہ دعائے قنوت پڑھے یا نہیں؟:

(سوال ۳۲۹) رمضان شریف میں وتر کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا۔ وہ شخص فوت شدہ رکعتوں کی ادائیگی کے وقت دعائے قنوت دوبارہ پڑھے یا نہیں؟

(الجواب) جس کو امام کے ساتھ تیسری رکعت ملی یعنی تیسری رکعت کے قیام یا رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہوا اس کے لئے فوت شدہ باقی رکعتیں ادا کرتے وقت دوبارہ دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے ولو ادرک الامام فی رکوع الثالثه من الوتر کان مدرکا للقنوت فلا یأتی به فیما سبق به (نور الایضاح ص ۱۰۰، ۹۷ باب الوتر) واما المسبوق فیقنت مع امامه فقط ویصیر مدرکا بادراک رکوع الثالثه (درمختار مع شامی ج ۱ ص ۶۲۸ باب الوتر والنوافل قبیل مطلب فی القنوت النازله) فقط و الله اعلم بالصواب .

رمضان میں جو عشاء پڑھائے کیا ضروری ہے کہ وہی وتر پڑھائے؟:

(سوال ۳۳۰) رمضان شریف میں جو امام نماز عشاء پڑھائے وہی وتر پڑھائے کیا دوسرا وتر با جماعت نہیں پڑھا سکتا؟

(الجواب) جو فرض پڑھائے وہی وتر بھی پڑھائے یہ بہتر ہے ضروری نہیں۔ امام راضی ہو تو دوسرا آدمی بھی وتر پڑھا سکتا ہے۔ لیکن بلا وجہ اس کی عادت بھی نہ بنا لینی چاہئے۔ [1] فقط و الله اعلم بالصواب .

تہجد گذار وتر با جماعت پڑھے:

(سوال ۳۳۱) تہجد پڑھنے والا رمضان میں وتر تہجد کے بعد پڑھے یا جماعت کے ساتھ؟ افضل کیا ہے؟

(الجواب) تہجد گذار کے لئے بھی افضل یہی ہے کہ رمضان میں وتر با جماعت پڑھے۔ ”نور الایضاح“ میں ہے۔ وصلوته مع الجماعة فی رمضان افضل من ادائه منفرداً اخر اللیل فی اختیار قاضی خان قال هو الصحیح وصحح غیره خلافه (ص ۱۰۰ باب الوتر) (هو الصحیح) لانه لما جازت الجماعة کانت افضل ولان عمر رضی الله عنه کان یؤمهم فی الوتر (مراقی الفلاح ص ۴۷ ایضاً) فقط و الله اعلم بالصواب .

عشاء کی نماز فاسد ہونے یا بلا وضو پڑھنے کی وجہ سے دوبارہ پڑھی گئی تو وتر کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں

(سوال ۳۳۲) ہماری مسجد میں امام صاحب عشاء اور وتر کی نماز پڑھاتے ہیں، تراویح کے لئے حافظ الگ ہیں امام صاحب کے پیچھے عشاء اور وتر ادا کی مگر صبح عشاء کا فساد معلوم ہوا، تو اس صورت میں وتر کا اعادہ بھی ضروری ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) واذا جازت التراویح باما مین علی هذا الوجه جاز ان یصلی الفریضة احدهما ویصلی التراویح الآخر وقد کان عمر رضی الله تعالیٰ عنه یؤمهم فی الفریضة والوتر وکان ابی یؤمهم فی التراویح کذا فی السراج الوهاج (فتاوی عالمگیری فصل فی التراویح ص ۱۱۶).

الجواب) صورت مسئولہ میں وتر کا اعادہ ضروری نہیں، مالا بدمنہ میں ہے، مسئلہ: اگر عشاء بفراموشی بے وضو خواند وسنت ووتر باوضو خواند، ہمراہ عشاء سنت باز خواند واعادۂ وتر نہ کند ونزد صاحبین وتر را ہم اعادہ کند۔ یعنی غلطی سے عشاء کی نماز بے وضو اور سنت ووتر باوضو پڑھی تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک عشاء کے ساتھ ساتھ سنت کا بھی اعادہ کرے اور وتر کا اعادہ نہ کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے۔ (مالا بدمنہ ص ۴۶) فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نماز وتر میں مسنون قرأت:

(سوال ۳۳۳) فتوی رحیمیہ ص ۲۲۱، ص ۲۳۲ جلد ۵ میں آپ نے وتر کی نماز میں مشہور مسنون قرأت (پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ دوسری میں سورۂ کافرون تیسری میں سورۂ اخلاص) کے علاوہ دوسری مسنون سورتیں بھی عمدۃ الرعایہ کے حوالہ سے تحریر فرمائی ہیں، مگر عمدۃ الرعایہ کی عبارت اچھی طرح سمجھ میں نہ آسکی آپ اس کی وضاحت فرمائیں، جزاکم اللہ۔ بینوا توجروا۔

(الجواب) عمدۃ الرعایہ میں ہے وورد ایضاً انہ کان یقرء فی الا ولیٰ الھکم التکاثر، وانا انزلناہ فی لیلۃ القدر، واذا زلزلت وفی الثانیۃ والعصر واذا جاء نصر اللہ وانا اعطیناک الکوثر وفی الثالثۃ قل یا یھا الکافرون وتبت ید اوقل ھو اللہ احد اخرجہ احمدوغیرہِ الخ. (عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح الوقایۃ باب الوتر)

اس عبارت میں وتر کی مسنون قرأت کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صورت:

پہلی رکعت میں سورۂ الھکم التکاثر، دوسری رکعت میں والعصر، تیسری رکعت میں قل یا یھا الکافرون۔

دوسری صورت:

پہلی رکعت میں انا انزلناہ فی لیلۃ القدر، دوسری رکعت میں اذا جاء نصر اللہ تیسری رکعت میں تبت یدا ابی لھب.

تیسری صورت:

پہلی رکعت میں اذا زلزلت، دوسری رکعت میں انا اعطیناک الکوثر اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد، پڑھے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

وتر با جماعت:

(سوال ۳۳۴) ایک بجے چاند کی اطلاع پہنچنے پر تراویح اور وتر با جماعت پڑھی، حالانکہ عشاء کی نماز کے ساتھ وتر تنہا پڑھ چکے تھے تو کیا وتر دوسری مرتبہ با جماعت پڑھنا ضروری ہے یا پہلے پڑھی ہوئی کافی ہے؟

(الجواب) جولوگ وتر پڑھ چکے تھے ان کو اب جماعت کے ساتھ پڑھنے کی ضرورت نہیں، البتہ جنہوں نے وتر نہیں پڑھی تھی ان میں سے کوئی ایک امام بن کر جماعت سے پڑھا سکتا ہے۔(۱) فقط و الله اعلم بالصواب .

وتر کی دعا یاد نہ ہو:

(سوال ۳۳۵) جسے دعاء قنوت یاد نہ ہو وہ وتر میں کیا پڑھے۔

(الجواب) دعائے قنوت یاد کرنے کی سعی جاری رکھے یاد ہونے تک اللّٰهم اغفرلی تین مرتبہ پڑھ لے یہ بھی یاد نہ ہو تو تین دفعہ یارب پڑھے ومن لا يحسن دعاء القنوت المتقدم قال الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالى يقول اللهم اغفرلى ويكررها ثلاث مرات (الى قوله) اويقول يا رب يارب يارب ثلاثا ذكره الصدر الشهيد (مراقى الفلاح مع الطحطاوى ص ۲۱۰، باب الوتر رد المحتار ج ۱/ص ۶۲۴ .) فقط و الله اعلم بالصواب .

دعائے قنوت کے ساتھ درود پڑھنا:

(سوال ۳۳۶) ایک شخص کہتا ہے کہ وتر میں دعائے قنوت کے بعد درود شریف پڑھنا مستحب ہے کیا یہ صحیح ہے؟

(الجواب) جی ہاں نماز وتر میں دعائے قنوت پوری کر کے اللهم صلى علىٰ محمد و علىٰ ال محمد پڑھنا مستحب ہے، ويصلى على النبى صلى الله عليه وسلم به يفتى .(درمختار مع الشامى باب الوتر والنوافل ج ۱ ص /۶۲۳) فقط و الله اعلم بالصواب.

مقتدی دعاء قنوت پوری کرے یا نہیں:

(سوال ۳۳۷) مقتدی نے دعاء قنوت پوری نہیں پڑھی تھی کہ امام نے رکوع کر دیا تو اب مقتدی کیا کرے؟

(الجواب) صورت مسئولہ میں مقتدی امام کا اتباع کرے، جتنی مقدار دعاء قنوت کی پڑھی ہے وہ کافی ہے۔

ولو ركع الامام قبل فراغ المقتدى من قرائة القنوت اوقبل شروعه فيه وخاف فوت الركوع مع الامام تابع امامه (باب الوتر طحطاوى ص ۲۱۱) فقط و الله اعلم بالصواب .

دعائے قنوت چھوٹ گئی:

(سوال ۳۳۸) مقتدی نے ابھی دعائے قنوت شروع نہیں کی تھی اتنے میں امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی کیا کرے؟

(الجواب) مقتدی نے ابھی دعائے قنوت شروع نہیں کی تھی اور امام نے رکوع کر دیا یا امام نے دعائے قنوت بھول کر رکوع کر دیا ایسی صورت میں اگر مقتدی دعائے قنوت پڑھ کر امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہو سکتا ہو تو پڑھ لے اور اگر شریک نہ ہو سکتا ہو تو چھوڑ دے۔

ایضاً ولو ترک الا مام القنوت يأتى به المؤتم ان امكنه مشاركة الا مام فى الركوع

---

(۱) وصلوته مع الجماعة فى رمضان افضل من ادائه منفرداً أخرا لليل فى اختيار قاضى خان قال هذالصحيح وصحح غيره خلافه 'نور الايضاح باب الوتر ص ۹۳ .

لجمعه بين الواجبين بحسب الا مكان وان كان لا يمكنه المشاركة تابعه لان متا بعته اولیٰ (طحطاوی ص ۲۱۱) فقط و الله اعلم بالصواب .

وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا:

(سوال ۳۳۹) امام نے وتر میں دعائے قنوت ترک کر کے رکوع کر دیا تو کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

(الجواب) سجدہ سہو کر لینے سے نماز صحیح ہو جاوے گی، رکوع یا قومہ میں دعائے قنوت کا پڑھنا ممنوع ہے اگر پڑھے گا تب بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا، اگر امام رکوع میں سے دعائے قنوت کے لئے کھڑا ہوا اور عائے قنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے تو یہ دوسرا رکوع لغو ہوگا (کیونکہ پہلا رکوع صحیح ہو گیا تھا) لہذا جس مسبوق نے اس دوسرے رکوع میں امام کی اقتداء کی تو اس کے حق میں یہ رکعت شمار نہ ہوگی۔

(ولو نسيه) اى القنوت (ثم تذكرفى الركوع لا يقنت) فيه لفوات محله (ولا يعود الى القيام) فى الا صح لان فيه رفض الفرض للواجب (فان عاد اليه وقنت ولم يعد الركوع لم تفسد صلوته) لكون ركوعه بعد قراءة تامة (وسجد للسهو (درمختار)

وفى الشامية حتى لو عاد وقنت ثم ركع فاقتدى به رجل لم يدرك الركعة لان هذا الركوع لغو (شامى ج ۱/ ۶۲۷ ،باب الوترو النوافل. فقط و الله اعلم بالصواب .

تمت بالخير ويتلوه الجزء السادس

خواتین کے لئے دلچسپ علمی اور مستند اصلاحی کتب

کتاب	اردو	انگریزی	مصنف
تحفۂ زوجین			حضرت تھانوی
بہشتی زیور	اردو	انگریزی	〃
اصلاح خواتین			〃
اسلامی شادی			〃
پردہ اور حقوق زوجین			〃
اسلام کا نظام عفت و عصمت	〃	〃	مفتی ظفیر الدین
حیلۂ ناجزہ یعنی عورتوں کا حق تنسیخ نکاح			حضرت تھانویؒ
خواتین کے لئے شرعی احکام	〃	〃	[illegible] ظریف تھانوی
سیر الصحابیات مع اسوۂ صحابیات	〃	〃	سید سلیمان ندوی
چھ گناہ گار عورتیں	〃	〃	مفتی عبدالرؤف صاحب
خواتین کا حج	〃	〃	〃
خواتین کا طریقہ نماز	〃	〃	〃
ازواج مطہرات			ڈاکٹر حقانی میاں
ازواج الانبیاء			احمد خلیل جمعہ
ازواج صحابہ کرام			عبدالعزیز شناوی
پیارے نبی کی پیاری صاحبزادیاں			ڈاکٹر حقانی میاں
نیک بیبیاں			حضرت میاں اصغر حسین صاحبؒ
جنت کی خوشخبری پانے والی خواتین			احمد خلیل جمعہ
دور نبوت کی برگزیدہ خواتین			〃
دور تابعین کی نامور خواتین			〃
تحفۂ خواتین	〃	〃	مولانا عاشق الٰہی بلندشہری
مسلم خواتین کے لئے بیس سبق	〃	〃	〃
زبان کی حفاظت			〃
شرعی پردہ			〃
میاں بیوی کے حقوق	〃	〃	مفتی عبدالغنی صاحب
مسلمان بیوی			مولانا ادریس صاحب
خواتین کی اسلامی زندگی کے سائنسی حقائق			حکیم طارق محمود
خواتین اسلام کا مثالی کردار			نذیر محمد مکتبی
خواتین کی دلچسپ معلومات و نصائح			قاسم عاشور
امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں خواتین کی ذمہ داریاں			نذیر محمد مکتبی
قصص الانبیاء	مستند ترین	〃	امام ابن کثیرؒ
اعمال قرآنی	عملیات و وظائف	〃	مولانا اشرف علی تھانوی
آئینۂ عملیات			صوفی عزیز الرحمٰن
اسلامی وظائف	قرآن و حدیث سے ماخوذ وظائف کا مجموعہ		

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں!!

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی پاکستان [illegible]

تفاسیر و علوم قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر

دار الاشاعت کی مطبوعہ مستند کتب

تفاسیر و علوم قرآنی

کتاب	تفصیل	مصنف
تفسیر عثمانی بعد تفسیر معوذات جدید کتابت	۲ جلد	علامہ شبیر احمد عثمانی، اضافہ معوذات جناب محمد ولی رازی
تفسیر مظہری اردو	۱۲ جلدیں	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
قصص القرآن	۴ حصے در ۲ جلد کامل	مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی
تاریخ ارض القرآن		علامہ سید سلیمان ندوی
قرآن اور ماحولیات		انجینیر شفیع حیدر دانش
قرآن سائنس اور تہذیب و تمدن		ڈاکٹر حقانی میاں قادری
لغات القرآن		مولانا عبد الرشید نعمانی
قاموس القرآن		قاضی زین العابدین
قاموس الفاظ القرآن الکریم	(عربی انگریزی)	ڈاکٹر عبد اللہ عباس ندوی
ملک البیان فی مناقب القرآن	(عربی انگریزی)	حسان پبلشرز
اعمال قرآنی		مولانا اشرف علی تھانوی
قرآن کی باتیں		مولانا احمد سعید صاحب

حدیث

کتاب	تفصیل	مصنف
تفہیم البخاری مع ترجمہ و شرح اردو	۳ جلد	مولانا ظہور الباری اعظمی فاضل دیوبند
تفہیم المسلم	۳ جلد	مولانا زکریا اقبال، فاضل دار العلوم کراچی
جامع ترمذی	۲ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
سنن ابو داؤد شریف	۳ جلد	مولانا سرفراز احمد صاحب، مولانا خورشید عالم قاسمی صاحب فاضل دیوبند
سنن نسائی	۳ جلد	مولانا فضل احمد صاحب
معارف الحدیث ترجمہ و شرح	۴ جلد ۷ حصے کامل	مولانا محمد منظور نعمانی صاحب
مشکوٰۃ شریف مترجم مع عنوانات	۳ جلد	مولانا عابد الرحمن کاندھلوی، مولانا عبد اللہ جاوید
ریاض الصالحین مترجم	۲ جلد	مولانا خلیل الرحمن نعمانی مظاہری
الادب المفرد	کامل مع ترجمہ و شرح	از امام بخاری
مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف	۵ جلد کامل	مولانا عبد اللہ جاوید غازی پوری فاضل دیوبند
تقریر بخاری شریف	۳ حصے کامل	حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب
تجرید بخاری شریف	ایک جلد	علامہ حسین بن مبارک زبیدی
تنظیم الاشتات	شرح مشکوٰۃ اردو	مولانا ابو الحسن صاحب
شرح اربعین نووی	ترجمہ و شرح	مولانا مفتی عاشق الٰہی البرنی
قصص الحدیث		مولانا محمد زکریا اقبال، فاضل دار العلوم کراچی

ناشر: دار الاشاعت اردو بازار ایم اے جناح روڈ کراچی ۱ پاکستان، فون و فیکس: (۰۲۱) ۲۶۳۱۸۶۱
اور مستند اسلامی و علمی کتب کا مرکز — قرآن پاک
دیگر اداروں کی کتب دستیاب ہیں۔ بیرون ملک بھیجنے کا انتظام ہے۔ فہرست کتب مفت ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب فرمائیں۔